

حیرت انگیز واقعات

www.sirat-e-mustaqeem.net

تحریر
آیتہ اللہ سید عبدالحسین دستغیب شیرازی

حیرت انگیز واقعات

ترجمہ کتاب ”داستانہائے شگفت“

مؤلفہ
شبیبہ محراب آیتہ اللہ سید عبدالحسین دستغیب طاب ثراہ
مترجمہ

الحاج مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ باقری جوہری
ناشر

ادارہ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روضہ ملکھنوم
۲۶۱۹۵۴ فون

قیمت ۲۰ روپے

مرکز تبلیغات اسلامیہ
حیدری کتب خانہ

۱۵/۱۳ مرزا علی اسریت، امام بازارہ روڈ، ممبئی - ۴۰۰۰۰۹

Tel: 374 3445 Resl.: 371 1929 Fax No. 372 9541 (Attn. Haideri)

(حقوق طبع محفوظ ہیں)

نام کتاب

ترجمہ

مؤلف

مترجم

مطبوعہ

صفحات

قیمت

پبلاڈیشن

کتابت

باہتمام

ناشر

حیرت انگیز واقعات

داستانہائے شگفت

آیتہ اللہ سید عبدالحسین دستغیب شیرازی

الحاج مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ جرداسی

اے بی سی آفٹ پریس حوض قاضی دہلی

۳۹۲

۴۰ روپے

جولائی ۱۹۹۷ء

مرزا شہنشاہ عالم کھنوی

طلہ پبلشنگ سینٹر درگاہ حضرت عباس رستم نگر کھنوی، فون ۲۶۰۷۵۶

ادارہ اصلاح مرتضیٰ حسین روڈ کھنوی ۲۲۶۰۰ فون ۲۶۱۹۵۴

(ملنے کا پتہ)

دفتر اصلاح مسجد دیوان ناصر علی، مرتضیٰ حسین روڈ کھنوی، یو پی

مولف کتاب

کتاب ہذا کے مولف آیتہ اللہ سید عبدالحسین دستغیب ۱۹۱۳ء میں شیراز کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے ابھی بارہ سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے پدر بزرگوار حجۃ الاسلام سید حکیم دستغیب کا سایہ سر سے اٹھ گیا یتیمی کے سخت حالات سے گزرے ماں کے سایہ عاطفت میں ابتدائی تعلیم شیراز ہی میں حاصل کی پھر حوزہ علیہ نجف اشرف میں اس وقت کے جلیل القدر علماء آیتہ اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانی آیتہ اللہ العظمیٰ شیخ محمد کاظم شیرازی اور آیتہ اللہ العظمیٰ اصحاب نانائی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے ہوئے تعلیم کا تکملہ فرمایا۔

وطن واپسی پر آپ نے زبردست دینی خدمات انجام دیئے قدیم مدارس کی تجدید فرمائی، جدید دینی مدارس قائم کئے مساجد و عزرائین کی تعمیر نو پر خصوصی توجہ دی جن میں جامع مسجد بھی شامل ہے۔ آپ کے خطبے اور تقاریر بہت زیادہ پُراثر ہوتے عشقِ اہلبیت میں ڈوے ہوئے آپ کے جملہ دلوں میں حرارت پیدا کرتے اور آخرت کو یاد دلانے والی باتوں سے آنکھیں پُر خم ہو جاتیں۔

۱۹۷۲ء میں آیتہ اللہ دستغیب، آیتہ اللہ العظمیٰ سید روح اللہ خمینی کی تحریک انقلاب میں شامل ہو گئے۔ اور اپنی تقریروں میں شاہ کی ظالمانہ روشنی پر تنقید کرتے رہے آپ شہر بدر کئے گئے۔ قید رکھے گئے آپ پر سختیاں بھی ہوئیں لیکن آپ کی ہمت نے ساتھ نہ چھوڑا، انقلاب کی کامیابی کے بعد آپ مجلس خبرگان میں فارسی کے نمائندے مقرر ہوئے اور آیتہ اللہ العظمیٰ خمینی نے انھیں شیراز کا امام جمعہ مقرر فرمایا آپ کے خطبہائے جمعہ دشمنوں کی سازشوں کو جاک کرنے والے ہوتے بالآخر ۲۰ آذر ۱۳۶۱ھ شمس کی وجہ آپ نماز جمعہ کے لئے جا رہے

تھے تو منافقین نے آپ کو شہید کر دیا۔ اس دردناک شہادت پر آیتہ اللہ العظمیٰ خمینی نے فرمایا۔

"امریکی ایجنٹوں نے ایک قیمتی شخصیت کو ملت ایران سے چھین لیا ہے۔ حضرت آیتہ اللہ دستغیب ایک عظیم مرئی، عالم دین، معلم اخلاق، مہذب نفوس اور اسلام و جمہوریت اسلامی کے زبردست حامی تھے۔"

آیتہ اللہ دستغیب کی زندگی کی اساس تقویٰ تھا اور آپ نے اپنی کتابوں میں سب سے زیادہ زور اسی پر دیا ہے۔ ان کے قلمی آثار بہت ہیں منجملہ ان کے ذیل کی کتابیں کئی زبانوں میں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

- ۱۔ گنجان بکیرہ (۲ جلد اس کے مقدمہ کا ترجمہ اصلاح کے صفحات پر شائع ہو چکا ہے)
- ۲۔ داستانہائے پراگندہ (پتچہ واقعات کے نام سے اس کا ترجمہ اصلاح سے شائع ہو چکا ہے)
- ۳۔ داستانہائے شگفت (کتاب ہذا حیرت انگیز واقعات) ۴۔ برزخ (عالم برزخ کے نام سے اس کا ترجمہ اصلاح سے شائع ہو چکا ہے)
- ۵۔ مہدی موعود (نام قائم کے نام سے اصلاح نے ترجمہ شائع کیا ہے)
- ۶۔ معاد (۲ جلد) ۷۔ قلب سلیم ۸۔ تفسیر سورہ الیسین ۹۔ حاشیہ کفایہ
- ۱۰۔ حاشیہ رسائل ۱۱۔ حاشیہ مکاسب ۱۲۔ صلوٰۃ الخاشعین ۱۳۔ توبہ
- ۱۴۔ قلب قرآن ۱۵۔ معارف قرآن ۱۶۔ حقائق قرآن ۱۷۔ پیغمبر و قرآن
- ۱۸۔ تفسیر سورہ حمد ۱۹۔ معراج ۲۰۔ استعاذہ ۲۱۔ فاطمہ الزہراء اور زینب کبریٰ
- ۲۲۔ سید الشہداء ۲۳۔ خطبہ شعبانیہ ۲۴۔ ہزار سوال ۲۵۔ بہتر سوال
- ۲۶۔ ایمان ۲۷۔ بندگی راز آفرینش، وغیرہ!

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لاهلہ والصلوٰۃ علی اہلہا

"سچے واقعات" کی مقبولیت کے بعد ایک اور کتاب جو حیرت انگیز واقعات پر مشتمل ہے نذر ناظرین ہے۔ گزشتہ کتاب کے واقعات دلچسپ اور سبق آموز تھے جب کہ اس کتاب کے واقعات کچھ مختلف ہیں۔ یہ کتاب روح ایمان کو تازہ کرنے والے کرامات پر مشتمل ہے جن کا مراطالعہ انتہائی مفید اور اہم ہے۔ آج کل بچوں اور نوجوانوں میں کاکس اور افسانے اور ناولوں کے پڑھنے کا عروج عام ہے۔ جو غیر مفید ہوتے ہیں اور بیشتر خرب اخلاق ہوتے ہیں۔ لہذا والدین کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان کتابوں کے پڑھنے سے روکیں۔ اور "سچے واقعات" و "حیرت انگیز واقعات" جیسی کتابوں کو خود بھی پڑھیں اور اپنی اولاد کو بھی پڑھائیں۔

کتابوں کی اشاعت ایک مسئلہ ضرور ہے لیکن بحمد اللہ ادارہ اصلاح ایک صدی سے زائد عرصے سے سرگرم عمل ہے۔ ادارے کے ہمدردوں کی حیات ایمان میں امتناع کی دعا ہے۔ تاکہ وہ کسی مرحلہ میں تعاون سے غافل نہ ہوں۔ خداوند عالم کارکنان ادارہ کو حضرت ولی عصر علیہ السلام کے حضور سرخروئی کا شرف کرامت فرمائے۔ اللہم یجل فوجک الشریف،

احقر

سید محمد جابر جہاڑی

مدیر ماہنامہ اصلاح، بکھنڈ

۹ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ شہادت حسینی

عرض مترجم

شہید محراب آیتہ اللہ سید عبدالحسین دستغیب طاب ثراہ نے اپنی کتاب ”داستانہائے شگفت“ میں معتبر اور باوثوق ذرائع سے جو عبرت خیز حیرت انگیز سبق آموز اور ایمان افروز واقعات اور معجزات و کرامات جمع فرمائے ہیں ان کا ترجمہ اس موقع کے ساتھ ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں کہ مومنین کرام ان کے مطالعے سے دلچسپی لیں گے اور ان کے مطالب سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ انشاء

ساتھ ہی اپنے پُروردگار کی بارگاہ فضل و کرم میں دست بہ دعا ہوں کہ اپنے اس حقیر اور گنہگار بندے کو بھی اس کتاب کے برکات سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اس خدمت کو اسکی مغفرت کا وسیلہ قرار دے۔ آمین

والسلام

عاصی محمد باقر باقری جوڑاسی

ہاشمیان المعظم

۱۳۵۷ شہادتِ محبتی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

(از مؤلف رحمہ)

میں نے اپنی مدتِ عمر میں خدا کے صالح بندوں اور یقین و تقویٰ کے حامل افراد سے ایسے واقعات سنے اور دیکھے ہیں جن میں سے ہر ایک واقعہ ظہور کرامات، استجابات دعوات، بلند درجات اور سعادت پر فائز ہونے، نیز قرآن مجید اور ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین سے توسل کے اثرات کے پیش نظر الطاف خداوندی پر ایک عادل گواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس موقع پر جب کہ میری زندگی کا دور اپنی آخری منزل کی طرف بڑھتا ہوا پینسٹھ سال سے تجاوز کر چکا ہے اور قوائے جسمانی کے ضعف اور امراض کے هجوم جیسے موت کے قاصد مجھے جوار الہی کی جانب سفر اور اجداد طاہرین اور دیگر مومنین سے ملاقات کی بشارت دے رہے ہیں میں نے سوچا کہ ان داستانوں میں سے جو مقدمہ میرے حافظے میں محفوظ ہیں انھیں ذیل کے چند مقاصد کے تحت ان اوراق میں درج کر دوں۔

(۱) ہر چند میں خدا کے صالح بندوں میں سے نہیں ہوں لیکن انھیں دوسرے ضرور رکھتا ہوں اور یہی آرزو رکھتا ہوں کہ انھیں کے بارے میں سنوں اور انھیں کو دیکھوں۔ بقولے ”تم اگر انھیں سے نہیں ہو تو ان کا تذکرہ ہی کرو۔“

(۲) جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، خدا کے نیک بندوں کو یاد کرنے سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ لہذا امید ہے کہ یہ مؤلف اور محترم ناظرین اہم سبب کے سبب اس

صدقہ موت کو طال دیتا ہے

میں نے آقائے سید محمد رضوی سے سنا کہ ایک مرتبہ ہمارے بزرگوار ماموں، آقائے میرزا ابراہیم علائی مرحوم ایک ایسے سخت مرض میں مبتلا ہوئے کہ اطباء نے ان کے علاج سے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے تاکید کی کہ جناب میرزا کی عقیدت و اوردت کے مرکز عالم ربانی حاج شیخ محمد جواد بید آبادی کو ان کی علالت کی خبر دی جائے چنانچہ ہم نے اصفہان میں مرحوم بید آبادی کو ٹیلیگرام کے ذریعے ان کی شدید بیماری سے مطلع کیا۔ اُدھر سے فوراً جواب آیا کہ مبلغ دو سو تومان صدقہ دید و تاکہ خدا انھیں شفاء عطا فرمائے۔

اگرچہ اس زمانے میں اتنی رقم بہت تھی لیکن کس طرح سے فراہم کر کے فقراء میں تقسیم کی گئی اور اس کے ساتھ ہی میرزا کو صحت حاصل ہو گئی۔

دوسری مرتبہ میرزائے علائی پھر سخت بیمار ہوئے اور اطباء نے مایوسی کا اظہار کیا تو میں نے سب سے پہلے مرحوم بید آبادی کو ٹیلیگرام کر کے باخبر کیا۔ اور باوجودیکہ میں نے جوابی تار دیا تھا اور جواب کی درخواست بھی کی تھی لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا یہاں تک کہ اسی مرض میں میرزا کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت میں نے جانا کہ مرحوم بید آبادی کی جانب سے جواب نہ آنے کا سبب یہ تھا کہ میرزا کی حتمی موت کا وقت آچکا تھا جسے صدقے کے ذریعے روکا نہیں جاسکتا تھا۔

اس داستان سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ صدقے کے ذریعے مریض کی شفا میں تعجیل ممکن ہے، بلکہ اس سے مدت میں تاخیر بھی ہو سکتی ہے۔ اور مریض کی شفا، موت میں تاخیر، طول عمر، اور ستر قسم کی بلائیں دفع ہونے کے لئے صدقے کی تاثیر کے بارے میں اہلبیت علیہم السلام سے کافی روایتیں اور بہت سے واقعات منقول ہیں۔ !

رحمت سے فیضیاب ہوں گے۔

(۳) چونکہ ان میں سے ہر داستان ایمان بالغیب کی تقویت، عالم اعلیٰ کی طرف قلوب کی رغبت، اور بارگاہ خداوندی کی جانب توجہ کی موجب ہے۔ لہذا میں انھیں یکجا کر دیا ہے۔ تاکہ میری اولاد اور دیگر پڑھنے والے ان سے فائدہ اٹھائیں۔ بالخصوص شراذد و مشکلات میں مایوسی کے شرکار نہ ہوں، اپنے پروردگار پر پورا بھروسہ رکھیں، اور جان لیں کہ دعا اور توسل کے اثرات یقینی اور حتمی ہیں۔ چنانچہ تقویٰ اور یقین کے مراتب کی تحصیل میں سعی و کوشش کے لئے ایسے مقامات اور درجات ہیں جو انسان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔

(۴) ہو سکتا ہے کہ میرے بعد کوئی عزیز و محترم شخص ان کا مطالعہ کر کے اپنے پروردگار سے شناسائی حاصل کرے اور اسے یاد کرے، جس سے اُسے خوشحالی نصیب ہو تو خدا اپنے فضل و رحمت کے ساتھ اس گنہگار کو بھی یاد فرمائے۔



شائقین کتاب لئالی الاخبار مرحوم تولیسرکانی اور کتاب کلمہ طیبہ مرحوم نوری کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ جب موت حتمی ہو اور کسی شخص کی مزید زندگی خدا کی فطعی حکمت کے خلاف ہو تو ایسے موقع پر دُعا اور صدقہ بے اثر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ دنیوی اور اخروی اعتبار سے انسان اس کے دیگر نیک اثرات بہرہ مند بھی ہوتا ہے یہاں اس مطلب کی تائید میں ایک دوسری داستان نقل کی جاتی ہے۔



حتمی موت کا کوئی علاج نہیں

مجھ سے مرحوم حاج غلام حسین معروف بہ تمباکو فروش نے بیان کیا ہے کہ میں نے مرحوم آقائے حاج شیخ محمد جعفر علاتی سے سنا ہے کہ حجۃ الاسلام حاج میرزا محمد حسن شیرازی مرحوم کی علالت کے موقع پر چند جلیل القدر علماء ان کے بستر کے گرد جمع تھے اور کہہ رہے تھے کہ تمام مشاہد مشرفہ بالخصوص حرم سید الشہداء اور دیگر مقامات مقدسہ میں نیز خاص طور پر مسجد کوفہ میں بہت سے نیک اور متقی اشخاص نے اعتکاف کیا ہے اور بارگاہِ خداوندی میں آپ کی صحت کے لئے دست بہ دعا ہیں اس کے علاوہ آپ کی سلامتی کے لئے کثرت سے صدقہ بھی دیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ دُعاؤں اور صدقات کی برکت سے خدا آپ کو شفا بخشے گا، مسلمانوں کو فیض پہنچانے کے لئے آپ کو محفوظ رکھے گا مرحوم میرزا نے یہ الفاظ سننے کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ ”یَا مَنْ لَا یُزِیْدُ دُجُجَکُمْ مِّنْهُ اَوْ سَابِلُ“ گویا کہ آپ کو الہام ہو چکا تھا کہ آپ کی حتمی موت آپہنچی ہے۔ اور اب اس دُنیا سے کوچ کرنا لازمی ہے۔ لہذا ارشاد فرمایا کہ یہ وسیلے خدا کی حتمی حکمت کو روک نہیں سکتے۔

موت کے وقت قرآن کی تلاوت

چونکہ پہلی داستان میں میرزا نے علّاتی مرحوم کے مرض الموت کا ذکر ہو چکا ہے لہذا چاہتا ہوں کہ ان کی موت کی داستان بھی نقل کر دوں۔

مرحوم حاج میرزا اسمعیل کا زرونی فرماتے تھے کہ میرزا نے علّاتی نے نزع کے عالم میں سورہ حشر کی آخری آیتوں کی تلاوت شروع کی اور انھیں دہراتے رہے یہاں تک کہ آخری آیت "هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ" کے وسط میں پہنچے ہی ان کی روح مقدس عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔

درحقیقت مکمل سعادت اور نیک بختی یہی ہے کہ زندگی کے آخری لمحے میں زبان اور دل خدا کی یاد میں مشغول ہو اور اسی حالت میں موت آجائے اور تمام اہل ایمان کی یہی آرزو ہے۔ "وَنُفِئْ ذَٰلِكَ الْإِلَٰهَ فَنُفِئْنَا فِي السَّمَاءِ ثُمَّ جَعَلْنَا قُلُوبَنَا وَجَدًا وَأَنفُسَنَا خَائِفَةً أَلَمْ يَجْعَلْ لَّيْلًا وَنَهَارًا" البقرہ الطّٰہِرِیْنَ۔

جنابت باطنی گندگی ہے

آقا نے رضوی نے فرمایا کہ سابق الذکر مرحوم بید آبادی زیارت مدینہ منورہ کے قصد سے بوشہر کے راستے شیراز تشریف لائے اور تقریباً دو ماہ اس شہر میں قیام فرمایا۔ آپ آقا نے علی اکبر مغازہ ای کے مہمان تھے اور اسی مکان میں نماز جماعت نیز آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کے لئے تینوں وقت خواص اور مومنین کی ایک جمعیت حاضر ہوتی تھی۔ ایک شب مجھ پر غسل جنابت واجب تھا لہذا اذان صبح کے بعد حمام جانے کے لئے گھر سے باہر نکلا۔ ناگاہ حاج شیخ محمد باقر شیخ الاسلام کو دیکھا کہ آقا نے بید آبادی کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کیا تم میرے ساتھ نہیں چل رہے ہو؟ مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوئی کہ میں حمام جا رہا ہوں۔ لہذا ان کے ساتھ ہو لیا اور اپنے دل میں کہا کہ ابھی وقت زیادہ ہے آقا نے بید آبادی کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد حمام چلا جائے گا۔ جب ہم دونوں ان کے سامنے حاضر ہوئے تو پہلے آقا نے شیخ الاسلام نے ان سے مصافحہ کیا انھوں نے آہستہ سے میرے کان میں فرمایا، "حمام زیادہ ضروری تھا" میں اُن کی یہ روشن ضمیری دیکھ کے لرز اُٹھا اور خجالت و ندامت کے ساتھ واپس ہونے لگا۔ مرحوم شیخ الاسلام نے کہا، آقا نے رضوی کہاں جا رہے ہو؟ مرحوم بید آبادی نے فرمایا، انھیں جانے دو انھیں ایک ضروری کام درپیش ہے۔

اس داستان سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث جنابت اور دیگر احداث محض اعتباری امور نہیں ہیں جن کے لئے شارع مقدس نے کچھ احکام مقرر فرمادیئے ہیں۔ جیسا کہ بعض اہل علم نے تصور کیا ہے۔ بلکہ تمام حدیث یعنی غسل و وضو کے تمام موجبات خصوصاً جنابت سب کے سب حقیقی اور واقعی امور ہیں۔ یعنی ان کی وجہ سے روح میں ایک طرح کی

گندگی، کثافت، اور تیرگی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی موجودگی میں اُسے نماز سے کوئی مناسبت نہیں رہتی اور نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ یہ عمل بارگاہِ خداوندی میں حاضری اور مناجات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس باطنی گندگی کے باعث اس حالت میں کوئی چیز کھانا، سونا، قرآن مجید کی سات آیتوں سے زیادہ تلاوت کرنا، اور ایسے شخص کے قریب جانا جو احتضار اور نزع کے عالم میں ہو کر وہ ہے۔ (کیونکہ اس موقع پر مختصر ملائکہ رحمت کی ملاقات کا سمعوت محتاج ہوتا ہے اور ملائکہ جنابت و حیض کی کثافت سے شدید نفرت کرتے ہیں) علاوہ اُنکے جنابت اور حیض کی حالت میں دیگر محرمات و مکروہات جو سب کے سب اسی باطنی گندگی کی بنیاد پر ہیں۔ چنانچہ جن مخلص شیعہ اور پیروانِ اہلبیت علیہم السلام کو مجاہدات نفسانیہ اور ریاضات شرعیہ کی وجہ سے خداوند عالم نے ایک روشن دل عنایت فرمایا ہے اور وہ ماورائے جس امور کا ادراک کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اس گندگی کو بھی سمجھ لیں جیسا کہ مرحوم بید آبادی نے معلوم کر لیا۔

اس داستان کی مثالیں بہت سی ہیں منجملہ اُن کے مرحوم تنکابی کی کتاب قصص العلماء میں مرحوم آقا سید عبدالکریم ابن سید زین العابدین لاہجی کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ میرے والد ماجد بتاتے تھے کہ میں عتبات عالیات میں تحصیل علم کر رہا تھا اور یہ مرحوم آقا باقر وحید بہرہانی علیہ الرحمہ کا آخری زمانہ تھا۔ آقا اپنی ضعیفی اور پیرانہ سال کی وجہ سے درس نہیں دیتے تھے۔ بلکہ ان کے شاگرد یہ کام انجام دیتے تھے۔ البتہ آقا اپنے گھر میں تیر کا ایک مجلس درس منعقد فرماتے تھے جس میں شرح لمحہ کا سطحی درس دیا کرتے تھے۔ اور ہم چند تلافیہ بقصد تبرک اسمیں حاضر ہوتے تھے۔ اتفاق سے ایک روز مجھے مسئل جنابت کی حاجت ہو گئی اور نماز بھی قضا ہو گئی تھی اور آقا کے درس کا وقت آچکا تھا میں نے دل میں کہا کہ میں پہلے آقا کے یہاں حاضری دوں گا تاکہ درس میں خلل نہ پڑے۔ اور اس کے بعد اسی طرف سے حمام جا کر غسل کر لوں گا۔ جب میں مجلس درس میں پہونچا تو اس وقت تک آقا تشریف نہیں لائے تھے۔ جب آپ وارد ہوئے تو انتہائی ہجوت و بشاشت کے ساتھ حاضرین مجلس پر نظر ڈال رہے تھے۔ یہاں تک ان کے بشرے پر غم و اندوہ کے تاثرات وارد ہوئے۔ اور فرمایا، آج درس نہ ہو گا۔ آپ لوگ اپنے اپنے گھروں

جائیے لوگ اٹھ کے جانے لگے لیکن جب میں نے جانے کا قصد کیا تو مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا جب سب لوگ چلے گئے اور کوئی باقی نہیں رہا تو فرمایا، جس جگہ تم بیٹھے ہوئے ہو وہاں فرش کے نیچے کچھ پیسے رکھے ہوئے ہیں۔ انھیں اٹھاؤ اور جانے نہ کرو اب اس کے بعد کبھی جنابت کی حالت میں ایسی مجلس میں نہ آنا۔

اسی منہج کا ایک واقعہ کتاب مستدرک الوسائل جلد ۳ ص ۴۱۷ میں بسلسلہ حالات عالم ہزرگوار صاحب مقامات و کرامات جناب سید محمد باقر قزوینی سے منقول ہے کہ ۱۲۴۶ھ میں نجف اشرف کے اندر ایسا شدید طاعون پھیل گیا کہ اس میں تقریباً چالیس ہزار جانیں تلف ہوئیں اور جس شخص کے لئے ممکن ہوا اس نے یہاں سے فرار اختیار کیا اور جناب سید موصوف کے جنھیں طاعون پھیلنے سے قبل ہی شب میں حضرت امیر المومنین نے عالم خواب میں خبر دے دی تھی اور فرمایا تھا کہ ”یا موصوف یا ولدی“ یعنی طاعون سے مرنے والوں میں تم آخری شخص ہو گے۔ اور پھر ابھی ایسا ہی یعنی سید کے انتقال کے بعد طاعون ختم ہو گیا اور اس تمام مدت میں روزانہ صبح سے رات تک سید کا شغل صحن مقدس میں نماز میت پڑھنا تھا آپ نے چند لوگوں کو غسل و کفن کے لئے، اور چند لوگوں کو دفن کے لئے مامور فرمایا تھا۔

یہاں تک کہ کہتے ہیں مجھے سید موصوف نے خبر دی کہ انھیں اوقات میں ایک روز میں سید کے پاس موجود تھا ایک بوڑھا عجیب شخص جو نجف اشرف کے مجاورین میں بہت ہی نیک خصلت انسان تھا آیا اور سید کو دیکھ دیکھ کے گریہ کرنے لگا جیسے کہ اس کو سید سے کوئی کام ہو لیکن سید تک پہونچ نہ سکتا ہو جب جناب سید نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ اس سے پوچھو، کہ کیا کوئی ضرورت ہے؟ میں اس کے قریب گیا اور دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اگر ان دنوں میں مجھ کو بھی موت آجائے تو میری تمنا ہے کہ جناب سید تمہاری جنازے پر انفرادی طور سے نماز پڑھیں (اس لئے کہ جنازوں کی کثرت کی وجہ سے سید متعدد میتوں پر ایک ہی نماز پڑھتے تھے) میں نے پلٹ کے اس کی حاجت بیان کی تو سید نے اسے قبول فرمایا۔ وہ پیر مرد واپس چلا گیا۔ دوسرے روز ایک جوان شخص روتا ہوا آیا اور کہا

میں انہیں پر مرد کا بیٹا ہوں اور آج ان پر طاعون کا حملہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ جناب سیدؒ ان کی عیادت فرمائیں۔ سیدؒ تیار ہو گئے اور جنازوں پر نماز پڑھنے کے لئے اپنی جگہ پر ایک بائبل سید کو معین کر کے خود اس مرد صالح کی عیادت کے لئے روانہ ہوئے مومنین کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ ہو گئی اشلے راہ میں ایک مرد مومن اپنے گھر سے برآمد ہوا۔ جب اس نے جناب سیدؒ اور ان کے ہمراہیوں کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا فلاں شخص کی عیادت کو، اس نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا ہوں تاکہ عیادت کا شرف حاصل کر سکوں۔ جب سیدؒ اس مریض کے پاس پہنچے تو وہ بہت ہی شاد و مسرور ہوا۔ اور ہم میں سے ہر شخص کے ساتھ محبت و اخلاص کا اظہار کرنے لگا یہاں تک کہ وہ نیک انسان جو راستے میں ہمارے ساتھ شامل ہوا تھا سامنے پہونچا اور سلام کیا تو دفعتاً مریض کی حالت متغیر ہو گئی اور وحشت و اضطراب کے عالم میں اپنے ہاتھ اور سر سے اس کو اشارہ کرنے لگا کہ واپس جاؤ اور باہر نکلو نیز اپنے فرزند کو اشارہ کیا کہ انہیں گھر سے باہر لے جاؤ۔ اس کیفیت پر تمام حاضرین متعجب اور حیرت زدہ ہو گئے کیونکہ اس مریض اور اس شخص کے درمیان تو پہلے سے کوئی شناسائی بھی نہیں تھی۔ وہ شخص باہر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آیا ان مرتبہ مریض نے اُسے دیکھ کے تبسم کیا اور رضامندی و خوشنودی کا اظہار کیا۔

جب ہم سب گھر سے باہر نکلے تو اس شخص سے اس صورتحال کا راز دریافت کیا۔ اس نے کہا میں جنابت سے تھا اور گھر سے حمام جانے کے لئے نکلا تھا جب آپ لوگوں کو دیکھا تو سوچا کہ پہلے عیادت کر لوں اس کے بعد حمام چلا جاؤں گا۔ لیکن جب وہاں پہونچا اور مریض کے شدید تغیر کو دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہ میری جنابت کا اثر ہے۔ چنانچہ باہر گیا اور غسل کر کے واپس آیا اور آپ نے دیکھا کہ اس بلا اس نے کس طرح محبت و خوشحالی کا مظاہرہ کیا۔ صاحبِ مستدک یہ عجیب داستان بکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں ایک وجدان کی تصدیق ہے۔ اسی بنا پر شرع مقدس میں اسرارِ غیب کے طور پر وارد ہے کہ جناب اور حاضرین، حالتِ اختصار میں قریب نہ جائیں۔

طے الارض کی کرامت

فاضلِ محقق جناب آقائے میرزا محمود مجتہد شیرازی مقیم سامرہ رحمت اللہ علیہ نے مرحوم سید محمد علی رشتی سے جنھوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ ریاضات شرعیہ اور مجاہدات نفسانیہ میں گزارا تھا۔ نقل فرمایا کہ جس زمانے میں میں مدرسہ حاج قوام نجف کا طالبِ علم اور تحصیلِ علم میں مشغول تھا طالب کے درمیان مشہور تھا کہ ایک پارہ دوز (یعنی لباس یا جوتیوں میں پیوند لگانے والا) شخص جو باب طوسی کے پھاٹک پر بیٹھتا ہے طے الارض کی کرامت رکھتا ہے۔ اور ہر شب جمعہ میں نماز مغرب وادی السلام کے اندر مقام مہدی میں اور نماز عشاء حرم حضرت سید الشہداء میں بجا لاتا ہے۔ درحالیہ کہ نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کے درمیان تیرہ فرسخ سے زیادہ (تقریباً پچاس میل) کا فاصلہ اور پابادہ چلنے والے کے لئے تقریباً دو روز کا راستہ ہے۔ میں نے چاہا کہ اس امر کی تحقیق کروں تاکہ اس اطلاع پر یقین حاصل ہو سکے۔ چنانچہ اس پارہ دوز مرد صالح کے پاس آمد و رفت شروع کر کے اس سے دوستی قائم کی۔ جب ہم دونوں کی دوستی اور رفاقت پختہ ہو گئی تو چہار شنبہ کے روز ایک طالبِ علم سے جس کے ساتھ میرے مذاکرے کا سلسلہ تھا، اور جس پر مجھ کو پورا اعتماد تھا کہا کہ آج کربلائے معلیٰ کے لئے روانہ ہو جاؤ اور شب جمعہ حرم مبارک میں بسر کر کے دیکھو کہ میرا پارہ دوز رفیق وہاں نظر آتا ہے یا نہیں۔ جب وہ چلا گیا تو چہار شنبہ کے روز وقت غروب میں اُداس چہرے کے ساتھ پارہ دوز کے پاس پہونچا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا ایک اہم معاملہ جس کی اطلاع اسی وقت اپنے رفیق فلاں طالبِ علم کو پہونچانا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ کربلائے معلیٰ جا چکا ہے اور فی الحال اس کے پاس رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس نے کہا پوری بات بتاؤ، خدا اس پر قادر ہے کہ تمہارا پیغام آج ہی شب میں اس کو پہونچ جائے۔ میں نے وہ

خط جو پہلے سے لکھ رکھا تھا اس کے سپرد کیا اور وہ خط لے کر وادی السلام کی طرف چلا گیا، اس کے بعد میں نے اسے نہیں دیکھا یہاں تک کہ شنبہ کے روز میرا رفیق آیا۔ اور وہ خط مجھے دیتے ہوئے کہا کہ شب جمعہ میں نماز عشاء کے وقت وہ پارہ دوزحرم میں آیا اور یہ خط مجھے دیا۔

جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو یقین کر لیا کہ پارہ دوز کو طے الارض کی کرامت حاصل ہے اور یہ قصد کر لیا کہ اس سے درخواست کروں گا کہ ایسی کوئی صورت بتائے جس سے مجھ کو بھی یہ صفت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اپنے گھر میں اس کی دعوت کی چونکہ فضا گرم تھی اس لئے ہم لوگ مکان کی چھت پر چلے گئے جہاں سے حضرت۔۔۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کے روضہ اقدس کا گنبد نظر آ رہا تھا۔ رات کا مختصر کھانا کھانے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ اس دعوت سے میرا مقصد یہ ہے کہ مجھ کو یقین ہو چکا ہے کہ تم کو طے الارض کی کرامت حاصل ہے، اور وہ خط جو میں نے تمہیں دیا تھا اسی کا یقین حاصل کرنے کے لئے تھا۔ چنانچہ اب میں تم سے یہی خواہش رکھتا ہوں کہ میری رہنمائی کرو کہ میں کیا تدبیر کروں جس سے مجھے بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے۔

جب اس نے یہ بات سنی اور سمجھ لیا کہ اس کا راز افشاء ہو چکا ہے تو ایک چیخ ماری اور خشک لکڑی کے مانند گر پڑا۔ یہ دیکھ کے میں گھبرا گیا اور سمجھا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکا ہے تھوڑی دیر کے بعد جب وہ ہوش میں آیا تو کہا کہ اے سید جو کچھ بھی ہے وہ انھیں آقا کے ہاتھوں میں ہے اور گنبدِ مطہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ بھی چاہتے ہو انھیں سے مانگو اس کے بعد میرے پاس سے چلا گیا اور دوبارہ نجف اشرف میں نظر نہیں آیا۔ اور جہاں تک میں نے تحقیق کی کسی اور نے بھی اسے نہیں دیکھا۔ یہ داستان میں نے دیگر چند علماء اعلام سے بھی سنی ہے اور سب نے اسے ختی مرحوم کی زبانی نقل کیا ہے۔

اس کا مطالعہ کرنے والا کوئی شخص تعجب نہ کرے اور اسے اس واقعے پر یقین کرنے میں تاثر نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے لئے اپنے کسی دوست کو طے الارض کی طاقت عطا کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اور اس مطلب کے ثبوت

کے لئے روایات کی کتابوں میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ منجملہ ان کے بجا الانوار جلد گیارہ کے اندر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں علی ابن یقظین سے جو بارون رشید کے وزیر اعظم اور خالص شیعوں میں سے تھے منقول ہے کہ ابراہیم جمال کوئی کو ان سے سخت شکایت اور رنج تھا۔ چنانچہ جب یہ مدینہ منورہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے ان سے بے اعتنائی فرمائی اور فرمایا کہ جب تک ابراہیم تم سے راضی نہ ہوں گے میں بھی تم سے راضی نہ ہوں گا۔ انھوں نے عرض کیا کہ ابراہیم کون ہے میں ہیں اور میں مدینہ میں۔ پس حضرت نے انھیں یہ اعجاز ایک لمحے میں مدینہ سے کوفہ کے گھر کے دروازے پر پہنچا دیا۔ انھوں نے ابراہیم کو آواز دی، وہ گھر سے باہر آئے تو علی ابن یقظین کو حیران و پریشان دیکھا، علی نے ان سے صورت حال بیان کی اور انھیں اپنے سے راضی کیا بلکہ اپنا چہرہ زمین پر رکھ کے انھیں قسم دی کہ اپنا پاؤں میرے منہ پر رکھو تا کہ امام مجھ سے راضی ہو جائیں۔ اس کے بعد اسی سطحے مدینہ واپس ہو گئے۔ اور امام ان سے خوش ہو گئے۔ اسی طرح امام محمد تقی علیہ السلام کا دمشق کی مسجد اطرام میں پہنچانا اور پھر اپنی جگہ پر واپس لانا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر نظیریں بھی ہیں لیکن ان کا ذکر اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے کیونکہ اس میں صرف وہی واقعات درج کئے گئے ہیں جو معتبر اور مؤثق حضرات سے سنے یا یاد رکھے گئے ہیں۔ البتہ تائید کے لئے کہیں کہیں کتابوں کے حوالے بھی دے دیئے گئے ہیں۔



موت کے بعد زندہ ہونا

نیز میں نے انھیں مرحوم یعنی آقا میرزا محمود سے سنا کہ نجف اشرف میں مرحوم آقا شیخ محمد حسین قمشہری جو فضلا اور مرحوم سید مرتضیٰ کشمیری کے شاگردوں میں سے تھے ان کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا کہ وہ قبر سے بھاگے ہوئے ہیں اور اس شہرت کا سبب جیسا کہ خود میں نے انھیں مرحوم سے سنا یہ تھا کہ وہ اٹھارہ سال کے سن میں قمشہ کے اندر چھک کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ان کا یہ مرض روز بروز سخت ہوتا گیا۔ اتفاق سے وہ انگور کی فصل تھی اور جس کمرے میں ان کا قیام تھا اس میں کثرت سے انگور جمع کئے جاتے تھے چنانچہ وہ بغیر کسی کو بتائے ہوئے ان میں سے انگور کھاتے رہے اور مرض بڑھتا رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

جو لوگ وہاں موجود تھے وہ گریہ وزاری کرنے لگے اور جب ان کی مال پہنچیں اور اپنے فرزند کو مرہ دیکھا تو کہا جب تک میں واپس نہ آ جاؤں کوئی شخص میرے بیٹے کے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے۔ اس کے بعد فوراً قرآن مجید اٹھایا اور مسکن کی چھت پر جا کے بارگاہ خداوندی میں تضرع وزاری شروع کی اور قرآن مجید اور سید الشہداء و امام حسین علیہ السلام کو شفیع اور وسیلہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ جب تک میرا بیٹا واپس نہ ملے گا میں آپ سے دستبردار نہ ہوں گی۔

ابھی چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ آقا محمد حسین کے جسم میں جان واپس آگئی انھوں نے چاروں طرف دیکھا تو اپنی مال کو نہیں پایا تو کہا، میری والدہ سے کہو کہ آئیے خدا نے مجھے حضرت عبدالحمین کو بخش دیا ہے۔ میری مال کو خبردار کرو کہ تمہارا بیٹا زندہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی سرگزشت بیان کی کہ جب میری موت کا وقت آیا تو دوسفید پوش نورانی

شخص میرے پاس آئے اور کہا کہ تمہیں کیا پریشانی ہے؟ میں نے کہا میرے تمام اعضاء درد کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے میرے پاؤں پر ہاتھ پھیرا تو پاؤں کی تکلیف دور ہو گئی۔ اسی طرح جو قدر اوپر کی طرف ہاتھ بڑھاتا رہا بدن کا درد ختم ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ گھر کے سب لوگ رو رہے ہیں۔ میں نے ہر چند انھیں سمجھانا چاہا کہ اب مجھ کو آرام ہے لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوا۔ بالآخر دونوں نے مجھے عالم بالا کی جانب حرکت دی۔ اس وقت میں بہت خوش و خرم تھا۔ اثنائے راہ میں ایک نورانی صورت بزرگ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ میں نے اس شخص کو مزید تیس سال کی زندگی عطا کی ہے۔ اور چونکہ اس کی ماں نے میرا وسیلہ اختیار کیا ہے لہذا اسے واپس لے جاؤ۔ وہ لوگ مجھے تیزی کے ساتھ واپس لائے۔ اب میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے گرد و پیش لوگوں کو روئے ہوئے دیکھا۔ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ کا تو مسل مقبول ہوا۔ اور مجھے تیس سال کی عمر عطا ہوئی ہے۔ نجف اشرف کے اکثر حضرات جنھوں نے خود ان سے یہ آپ بیتی سنی تھی۔ تیس سال پورے ہونے پر ان کی موت کے منتظر تھے، اور یہی مقررہ مدت تمام ہونے پر نجف اشرف میں ان کا انتقال ہوا۔ اسی سے بتا جلتا ہوا واقعہ وہ ہے جو کتاب دارالسلام کے آخر میں کربلائے معلیٰ کے مجاور مرد صالح اور متقی ملا عبدالحسین سے منقول ہے۔ یہ ایک طولانی داستان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ملا عبدالحسین کا لڑکا گھر کے بالا خانے سے گر کر بڑا لک ہو گیا اس کا باپ اس پریشانی میں نالہ و فریاد کرتا ہوا بے اختیار حرم حضرت سید الشہداء میں پناہ گیر ہوا، اپنے بیٹے کی زندگی طلب کی اور عرض کیا کہ جب تک آپ مجھ کو میرا بیٹا نہ دیں گے میں حرم سے باہر نہ جاؤں گا۔ بالآخر جب ہمسائیے انتظار کے بعد باپ کے آنے سے مایوس ہو گئے تو آپس میں طے کیا کہ اب جنازے کو اس سے زیادہ روکا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ مجبوراً میت کو غسل خانے لے گئے اثنائے غسل میں شفاعت حضرت سید الشہداء سے اس کی روح جسم میں واپس آگئی اور وہ اپنا لباس پہن کے اور اپنے پاؤں چل کے حرم میں واپس آیا اور اپنے باپ کے ساتھ گھر واپس آیا۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ایسے معجزات کثرت سے ہیں جن میں سے کچھ کتاب مدینۃ المعاجز میں بھی مذکور ہیں۔

دُشمن سے نجات

نیز نقل فرمایا ہے کہ شیخ محمد حسین قمی نے عراق کے اندر مدینوں ائمہ طاہرین علیہم السلام کی زیارت کے قصد سے ایک تیز رو الّاغ (سواری کا گدھا) خریدا اور لباس و خوراک اور چند کتابوں پر مشتمل سامان سفر خوجین میں رکھ کر الّاغ کے زین سے باندھ دیا۔ منجملہ اس کے ایک کتابچہ بھی تھا جس میں مناسب اور لازمی مطالب لکھ لئے تھے۔ اور ضمناً کچھ ایسی باتیں بھی درج تھیں جو تقیہ کی منافی اور مخالفین کی لعن اور قدح کے بارے میں تھیں۔ قافلہ روانہ ہو کر بغداد کی چوکی پر پہنچا تو ایک تفتیش کرنے والا دو سپاہیوں کے ساتھ آیا اور کہا کہ شیخ کی خوجین کی تلاشی لی جائے اتفاق سے مفتش نے تمام کتابوں کے درمیان سے وہی کتابچہ اٹھا کے کھولا اور وہی صفحہ پڑھا جس میں تقیہ کے برخلاف مطالب تحریر تھے۔ پھر شیخ پر خشم آو دو نظر ڈالتے ہوئے سپاہیوں سے کہا کہ شیخ کو بڑی عدالت میں لے جاؤ اس نے شیخ کو گرفتار کرنے کے بعد دیگر تمام زائرین کو بغیر تفتیش کے رہا کر دیا۔ اور خود بھی چلا گیا۔

پہلے اس چوکی اور شہر کے درمیان ایک لمبی مسافت ایسی تھی جو آبادی سے خالی تھی۔ اُن دونوں سپاہیوں نے شیخ کے سامان کو الّاغ پر بار کیا اور انھیں چوکی سے نکال کے آگے روانہ ہوئے۔

تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد الّاغ اس طرح سے راستہ چلنے سے عاجز ہو گیا کہ وہ دونوں سپاہی سخت پریشان ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں تو تھک گیا ہوں یہ شیخ کہیں بھاگ تو سکتے نہیں۔ میں آگے چل رہا ہوں تم پیچھے سے آنا۔ تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد بالآخر تیز دھوپ اور گرم ہوا کے باعث دوسرا سپاہی بھی خستہ حال اور پیاس کی وجہ سے محبور ہو گیا اور شیخ سے کہا کہ میں آگے چل رہا ہوں تاکہ سائے اور پانی تک پہنچ سکوں، تم پیچھے سے آگے مجھ سے مل جانا۔

شیخ نے جب اپنے کوتاہ اور قید سے آزاد پایا اور خستہ بھی ہو چکے تھے لہذا الّاغ پر سوار ہو گئے۔ ان کے سوار ہوتے ہی الّاغ کی حالت بدل گئی اُس نے اپنی دونوں کنوتیاں کھڑکی کیں اور عربی گھوڑے کی مانند انتہائی تیزی سے دوڑنے لگا۔ یہاں تک کہ پہلے سپاہی کے پاس پہنچ گیا۔ جو نہیں شیخ نے اس سے کہنا چاہا کہ الّاغ ٹھیک ہو گیا ہے آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ تو معلوم ہوا کہ کسی نے ان کا منہ دبا دیا ہے اور یہ کچھ بھی نہ کہہ سکے چنانچہ اُسی تیزی کے ساتھ سپاہی کے پہلو سے گزر گئے۔ اور وہ بھی کچھ سمجھ نہیں سکا۔ شیخ نے سمجھ لیا کہ یہ لُطفِ خداوندی ہے۔ اور انھیں نجات ملنے والی ہے۔ یہاں تک کہ دوسرے سپاہی کے پاس بھی پہنچ گئے۔ لیکن اس سے کچھ کہا نہیں اور وہ بھی اندھا بہرہ ہو گیا۔ اور شیخ کو دیکھ نہیں سکا اس مقام سے آگے بڑھنے کے بعد انھوں نے الّاغ کی لگام چھوڑ دی تاکہ یہ جہاں خدا چاہتا ہے لے جائے۔ الّاغ بغداد کے اندر پہنچا اور سرعت کے ساتھ شہر کے کوچوں سے گزرتا ہوا کاظمین علیہ السلام میں وارد ہوا پھر اس کی گلیوں کو طے کرتا ہوا اپنے کو اس گھر تک پہنچایا جس میں شیخ کے رفقاء موجود تھے اور اپنے سر کو دروازے سے ٹکراتا شروع کیا۔ اپنے رفیقوں سے ملنے کے بعد یہ عجلت کے ساتھ کاظمین سے روانہ ہو گئے اور اس عظیم شر سے نجات پر خدا کا شکر ادا کیا۔

ضریح امیر المومنین کی نورافشانی اور دروازہ نجف کا کھلنا

نیز جناب شیخ محمد حسین موصوف سے نقل فرمایا ہے کہ ایک شب دو گھنٹے رات گئے میں ترشی (اچار) خریدنے کے لئے گھر سے باہر نکلا اور ترشی فروش کی دوکان شہر کی دیوار سے قریب ہی تھی۔ (سابق زمانے میں شہر نجف اشرف کے گرد حصار اور اس میں ایک دروازہ تھا یہ دروازہ بڑے بازار سے متصل، بڑا بار صحن مقدس کے دروازے سے متصل اور صحن مقدس کا دروازہ اس طرح سے ایوان طلا اور دروازہ رواق کے مقابل تھا کہ اگر تمام دروازے کھلے ہوتے تو ایک شخص اس دروازہ شہر سے ضریح اقدس کو دیکھ سکتا تھا۔) شیخ کہتے ہیں، میں نے وہاں سے گزرتے ہوئے سنا کہ چند اشخاص دروازے کے پیچھے سے دروازہ پیٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں، ”یا علی! اَنْتَ فُلُقُ الْبَابِ“، یعنی یا علی! آپ دروازہ کھول دیجئے۔ اور پہرہ دار لوگ اس پر کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے کیونکہ جب وہ رات شروع ہوتے ہی دروازہ بند کر دیتے تھے تو صبح تک اس کا کھولنا ممنوع تھا۔ شیخ موصوف آگے بڑھ گئے اور ترشی خریدنے کے بعد واپس ہوتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچے تو اس بار سنا کہ جو اسٹریٹ دروازے کی پشت پر تھے نالہ و فریاد کر رہے تھے اور پاؤں کو شدت سے زمین پر ٹکاتے ہوئے عرض کر رہے تھے کہ یا علی! دروازہ کھول لے۔ شیخ اپنی پشت دیوار سے لگا کر آنکھ کی داہنی جانب سے دروازے کو دیکھ رہے تھے ایک بار دیکھتے ہیں کہ قبر مبارک کی طرف سے نانگی کے برابر آبی رنگ کا ایک نور خارج ہوا اس میں دو طرح کی حرکت تھی ایک اپنے گرد اور دوسری صحن اور بڑے بازار کی جانب، اور وہ پورے سکون و وقار کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اور شیخ بھی پوری کوشش سے اس پر نظر جمائے ہوئے تھے۔ وہ انتہائی آرام کے ساتھ آہستہ آہستہ شیخ کے سامنے سے گزرتا ہوا دروازے سے ٹکرایا۔ دفعتاً دروازہ اور اس کا جو کھٹا دیوار سے اکھڑ کر زمین پر گر پڑا۔ اور وہ عرب لوگ انتہائی مسرت اور شادانی

کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں داستان سے اکثر اہل نجف بالخصوص اہل علم حضرات واقف ہیں۔ اور ابھی بعض علماء جنھوں نے مرحوم محمد حسین کو دیکھا اور ان مطالب کو بلا واسطہ ان کی زبان سے سنا ہے بقید حیات ہیں۔ اگر ان نقل کرنے والوں کے نام نقل کئے جائیں تو بلا ضرورت طول دینا پڑے گا۔



(۹)

امام رضا کا معجزہ، بیمار کی شفا

نیز جناب میرزا مرحوم جناب شیخ محمد حسین موصوف سے نقل کرتے ہیں کہ وہ شہر مقدس میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے عراق سے روانہ ہوئے جب شہر مقدس پہنچے تو ان کے ہاتھ کی انگلی میں ایک دانہ نکل آیا جس سے انھیں شدید تکلیف پیدا ہو گئی۔ چند اہل علم افراد انھیں شفا خانے لے گئے۔ نصرانی جراح نے کہا کہ اس انگلی کا فوراً کاٹ دینا ضروری ہے۔ ورنہ یہ مادہ اوپر کی طرف سرایت کر جائے گا۔

جناب شیخ نے اُسے قبول نہیں کیا اور انگلی کٹوانے پر تیار نہیں ہوئے۔ طبیب نے کہا اگر کل آؤ گے تو گتے پر سے ہاتھ کاٹنا ہو گا شیخ واپس آگئے درد بڑھتا رہا اور یہ رات بھر نالہ فریاد کرتے رہے۔ صبح کو انگلی کاٹنے پر راضی ہوئے چنانچہ جب انھیں۔۔۔ شفا خانے لے گئے تو جراح نے معائنہ کر کے کہا کہ اب گتے پر سے ہاتھ کاٹنا ہو گا۔ یہ آمادہ نہیں ہوئے اور کہا میں صرف انگلی کٹوانے پر راضی ہوں۔ جراح نے کہا اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اور اگر آج ہاتھ گتے پر سے نہ کاٹا گیا تو زہر اور اوپر تک سرایت کرے گا اور کل

امام رضا کی عنایت اور صلہ

ہاتھ کو شانے پر سے کاٹنا پڑے گا۔ شیخ واپس آئے اور درد اتنا بڑھا کہ یہ صبح کو ہاتھ کاٹنے پر راضی ہو گئے۔ جب انھیں پھر جراح کے پاس لے گئے تو اس نے دیکھ کے کہا کہ اب زہر اور پھر پہنچ چکا ہے۔ اور ہاتھ شانے پر سے کاٹنا لازمی ہو گیا ہے۔ اب گٹے پر سے کاٹنے سے کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ اور اگر آج شانے سے نہ کاٹا گیا تو کل تک تمام اعضاء میں پھیل جائے گا یہاں تک کہ قلب تک پہنچ جائے گا اور ہلاکت واقع ہو جائے گی۔ شیخ نے شانے سے ہاتھ کاٹنے کی اجازت نہیں دی اور واپس آ گئے۔ درد شدت بکڑتا گیا۔ یہ صبح تک چھتے اٹھ نالہ کرتے رہے۔ اور بالآخر شانے سے ہاتھ کٹوانے کو منظور کر لیا۔ ان کے رفقاء اسی مقصد سے انھیں جراح کے پاس لے کر چلے۔ اثنائے راہ میں شیخ نے کہا۔ دوستو! ہو سکتا ہے کہ میں شفا خانے میں ہی مر جاؤں لہذا مجھے پہلے حرم مطہر میں لے چلو۔

لوگوں نے انھیں حرم اقدس کے ایک گوشے میں بٹھا دیا۔ شیخ نے شدت سے گریہ و زاری کی، اور امام کی خدمت میں شکایت کرتے ہوئے کہا۔ آیا یہ مناسب ہے کہ آپ کا زائر ایسی بلا میں گرفتار ہو اور آپ اس کی فریاد کو نہ پہنچیں؟ **وَ اَنْتَ الْاِمَامُ الدَّوْعِيُّ** (عالمانکہ آپ بہت مہربان امام ہیں۔) بالخصوص اپنے زائر کے حق میں؟ اس کے بعد ان پر شی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی عالم میں انھوں نے امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی، حضرت نے اپنا دست مبارک ان کے شانے سے انگلیوں تک کھینچا اور فرمایا "تم نے شفا پائی" شیخ اپنے ہوش میں آئے تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں قطعہ درد نہیں ہے ان کے رفقاء اگر انھیں شفا خانے لے گئے انھوں نے اپنے رفیقوں سے بھی حضرت کے دست مبارک کی برکت سے اپنی صحت کا حال بیان نہیں کیا۔ جب انھیں نصرانی جراح کے سامنے پیش کیا اور جراح نے ان کے ہاتھ پر نظر ڈالی تو اس دانے کا کوئی بھی نشان نہیں ملا۔ اس نے اس احتمال سے کہ شاید دوسرا ہاتھ ہو اس ہاتھ کو بھی دیکھا۔ تو اُسے بھی صحیح و سالم پایا۔ اس نے کہا اے شیخ! ایاتم نے حضرت مسیح سے ملاقات کی ہے؟

انھوں نے فرمایا، میں نے انھیں دیکھا ہے جو مسیح سے بھی بالاتر ہیں۔ اور انھیں نے مجھے شفا بخش ہے۔ اس کے بعد امام کے شفا دینے کا ماجرا بیان کیا۔

میں نے عالم عامل اور فاضل کابل جناب حاج شیخ محمد رازی مؤلف کتاب آنالوجیہ وغیرہ سے سنا، کہ میں نے جناب سید العلماء مرحوم حاج آقا یحییٰ (امام جماعت مسجد حاج سید عزیز اللہ تہران) اور دیگر اہل علم سے سنا ہے جنھوں نے مرحوم حاج شیخ ابراہیم شہرہ صاحب الزمان سے نقل کیا ہے کہ میں نے گمراہ ذقینہ یوم ولادت امام علی رضا علیہ السلام میں ایک قصیدہ ان حضرت کی ولادت اور مدح کے بارے میں کہا۔ اور اس ارادہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلا کہ نائب التولیعہ سے ملاقات کر کے یہ قصیدہ سناؤں گا۔ جب میں صحن مقدس سے گزر رہا تھا تو اپنے دل میں کہا کہ نادان! حقیقی بادشاہ تو یہ ہیں۔ تو کہاں جا رہا ہے۔ ایسا قصیدہ خود انھیں حضرت کے سامنے کیوں نہیں پڑھتا؟

چنانچہ اپنے پہلے قصد سے پشیمان اور تائب ہو کر حرم مطہر میں مشرف ہوا اور صریح اقدس کے پاس اپنا قصیدہ پڑھا۔ اس کے بعد عرض کیا کہ اے آقا میں اپنے معاشی حالات سے بہت دلتنگ ہوں، آج بھی روز عید ہے اگر آپ کچھ صلہ عنایت فرمادیں تو بہتر ہے ناگاہ داہنی جانب سے کسی نے دس تومان میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ میں نے انھیں لے لیا اور عرض کیا کہ یا مولانا! یہ کم ہیں، فوراً بائیں طرف سے کسی نے مزید دس تومان میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ کم ہیں، تو سہ بارہ دس تومان میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ خلاصہ یہ کہ یکے بعد دیگرے چھ مرتبہ اضافے کی درخواست کی اور ہر مرتبہ دس تومان عطا ہوئے۔ (درحقیقت اس دور میں دس تومان کی رقم کافی وزن اور قدر قیمت رکھتی تھی) جب میں نے ساٹھ تومان اپنی ضرورت کے لحاظ سے کافی پائے تو مزید مطالبہ کرنے میں شرم محسوس ہوئی۔ چنانچہ یہ روپے اپنی جیب میں رکھ کے شکر ادا کیا اور حرم مطہر سے باہر آ گیا کفش داری میں عالم ربانی مرحوم حاج شیخ حسن علی تہرانی کو دیکھا کہ حرم اقدس سے مشرف ہونے کا قصد رکھتے ہیں جیسے

ہی میرے اوپر انکی نظر پڑی مجھے اپنی بغل میں لے لیا اور فرمایا، حاج شیخ! تم بہت ہوشیار ہو گئے ہو۔ امام رضا علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے اور براہ راست حضرت سے ملاقات کی تم شعر کہتے ہو اور حضرت تمہیں انعام عنایت فرماتے ہیں۔ یہ بتاؤ تم نے صلے میں کتنی رقم حاصل کی؟ میں نے کہا ساٹھ تومان (ایرانی روپے) فرمایا، کیا تم تیار ہو کہ ساٹھ تومان دیکران کی دو گنی رقم حاصل کرو؟ میں نے اس پیشکش کو منظور کیا۔ اور ساٹھ تومان دیکران کو ایک سو بیس تومان لے لئے۔ بعد کو پشیمان ہوا کہ امام نے جو پیسے مجھے عنایت فرمائے تھے وہ کچھ اور ہی چیز تھے چنانچہ شیخ کی خدمت میں واپس گیا۔ اور بہت کچھ اصرار کیا لیکن وہ معاملہ فسخ کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

الحمد للہ

امام حسین علیہ السلام کی عنایت

زاہد عابد اور واعظ متعظم مرحوم حاج شیخ غلام رضا طبسی تقریباً ۳۵ سال قبل شیراز تشریف لائے اور چند ماہ مدرسہ آقا بابا خاں میں قیام فرمایا میں بھی ان سے شرف ملاقات کے لئے پہنچا تو انھوں نے فرمایا کہ میں چند دوستوں کے قافلے کے ساتھ عتبات عالیات سے مشرف ہوا۔ جس روز ایران سے واپس ہونا تھا اس کی شب میں خیال آیا کہ میں نے اس شب میں مشاہدہ مشرفہ اور مقامات متبرکہ کی زیارت کی سو مسجد سرائے کے۔ اور افسوس ہے کہ ہمارے حال پر اگر ہم اس مکان مقدس کا فیض حاصل کرنے سے محروم رہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ آؤ مسجد سرائے چلیں۔ لیکن وہ تیار نہیں ہوئے اور کہا کہ ہمارے پاس موقع نہیں ہے۔ جب انھوں نے ساتھ نہیں دیا تو میں تنہا کاغذین سے روانہ ہو کر مسجد پہنچا، دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور معلوم ہوا کہ لوگ دروازے کو اندر سے بند کر کے چلے گئے ہیں اور کوئی یہاں موجود نہیں ہے۔ میں حیران ہوا کہ کیا کروں کیونکہ بڑی امید کے ساتھ یہ راستہ طے کیا تھا مسجد کی دیوار پر غور کیا تو دیکھا کہ دیوار کے ذریعے اوپر جا سکتا ہوں بہر حال جس طرح ممکن ہوا دیوار پر چڑھ کے مسجد میں داخل ہوا۔ اور اس خیال سے اطمینان کے ساتھ نماز اور دعائیں مشغول ہو گیا کہ دروازہ اندر سے بند کیا گیا ہے اس کا کھولنا آسان ہے جبکہ مسجد کے اندر کوئی دوسرا شخص موجود بھی نہیں تھا۔ اعمال سے فراغت کے بعد میں دروازہ کھولنے کے لئے بڑھاتا تو دیکھا کہ ایک بہت مضبوط قفل لگانے کے بعد لوگ سیڑھی یا کسی دوسری چیز کے ذریعے باہر نکل گئے ہیں۔ میں بہت حیرت زدہ تھا کہ کیا کروں اس لئے کہ اندر کی طرف سے دیوار بھی ایسی تھی کہ اس پر چڑھنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کا دم بھرتے ہوئے ایک عمر گزاری ہے۔ اور امید رکھتا ہوں کہ جب بہشت کے دروازے پر پہنچوں گا تو وہ حضرت کی

برکت سے کھل جائے گا۔ باوجودیکہ بہشت کا دروازہ یقیناً اس دروازے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کا کھلنا بھی حضرت امام حسینؑ کی برکت سے آسان ہے اس کے بعد پورے یقین کے ساتھ قفل پر ہاتھ رکھا اور یا حسینؑ کہہ کے اسے کھینچا تو فوراً کھل گیا۔ میں دروازہ کھول کے مسجد سے باہر نکلا اور شکر خدا بجا لایا۔ اس کے بعد قافلے والوں کا ساتھ بھی مل گیا۔

مسجد برائنا

محدث قمی علیہ الرحمہ نے مفتاح میں فرمایا ہے کہ مسجد برائنا مشہور و معروف متبرک مساجد میں سے ہے۔ اور بغداد و کاظمین کے درمیان زائرین کے راستے میں واقع ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کے فیض سے محروم رہتے ہیں اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ اس کے فضائل و کمالات کثرت سے منقول ہیں۔

دعویٰ واقع

میں نے مدرسہ سید نجف اشرف میں مرحوم حاج شیخ مرتضیٰ طالقانی سے سنا کہ میں نے مرحوم آقائے سید محمد کاظم ہمدانی کے زمانے میں اسی مدرسے کے اندر دو عجیب اور متضاد واقعے دیکھے۔ ایک یہ گرمی کے موسم میں کچھ طالب علم صحن میں اور کچھ عمارت کی چھت پر سوتے تھے ایک رات طالب کے شور و غل کی آوازوں سے میری آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ سارے طالب علم صحن کی طرف جا رہے ہیں۔ اور ایک شخص کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ تو بتایا کہ فلاں خراسانی طالب علم (میں اس کا نام بھول گیا ہوں) چھت کے اوپر سو رہا تھا اور کروٹ بدل کے نیچے گر پڑا۔

میں بھی اس کے سرہانے پہنچا تو دیکھا کہ بالکل صحیح سالم ہے۔ اور اب نیند سے بیدار ہو رہا ہے۔ میں نے کہا اسے یہ نہ بتانا کہ چھت سے نیچے گرا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم اُسے حجرے میں لے گئے۔ اور اسے تھوڑا گرم پانی پلایا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اور ہم اس کے ساتھ مرحوم سید کے درس میں حاضر ہوئے اور ان سے یہ ماجرا بیان کیا۔ سید بہت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ ایک پیڑ خرید کر مدرسہ میں ذبح کی جائے۔ اور اس کا گوشت فقراء و مساکین میں تقسیم کیا جائے۔

چند روز کے بعد اسی مدرسہ میں وہی طالب علم یا کوئی دوسرا (یہ شبہ میری طرف سے ہے) عمارت کے تہہ خانے میں ایک ایسے تخت پر سو رہا تھا جس کی بلندی دو بالشت بھی نہیں تھی۔ وہ نیند کی حالت میں کروٹ بدل کر زمین پر گر ا اور فوراً مر گیا۔ اس کا جنازہ تہہ خانے سے نکالا گیا۔

یہ دو اور انھیں جیسے دیگر صد عجیب واقعات ہیں سبق دیتے ہیں کہ ہر سبب کی

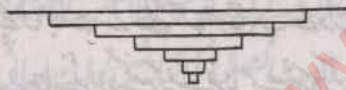
تاثير اُسی خدا کی مرضی پر موقوف ہے جس نے اسباب کو مؤثر قرار دیا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قوی سبب کے تحت جس کی تاثير یقینی ہے جیسے مدرسہ سید کی دو منزلہ عمارت کی چھت سے نیچے گرنا، قاعدے کے مطابق ہڈیاں پسلیاں چور ہو جانا چاہیئے اور گرنے والے کو مر جانا چاہیئے۔ لیکن اس کا ہلکا سا اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ کیونکہ خداوند عالم نے ایسا نہیں چاہا۔ اس کے برعکس صرف ایک بالشت بلن پھوٹے سے سخت سے گرنا موت کا سبب بن جاتا ہے۔ جبکہ قاعدے کی بناء پر اس سے کوئی صدمہ نہ پہونچنا چاہیئے۔



ہلاکت سے ہزاروں افراد کی نجات

تین سال قبل مجھ کو تہران میں چند روز تک جناب آقائے حاج سید محمد علی قاضی تبریزی کی زیارت اور ان کی مصاحبت سے بہرہ اندوزی کی توفیق حاصل رہی۔ میں نے ان بزرگوار سے چند واقعات سنے جن میں سے ایک یہ ہے۔

تبریز کی مسجد شیش گلاں جس کی امامت جناب آقائے میرزا عبداللہ مجتہدی سے متعلق ہے چار سال قبل جب ماہ مبارک کی شب بیداری کی رات (شب قدر) میں جمع کی کثرت سے چھلک رہی تھی تو آقائے مجتہدی نے بے اختیار اور بغیر کسی توجہ کے دو گھنٹے کے قبل ہی شب بیداری تمام کر دی اور مزید بٹھرنے کی ضرورت نہ سمجھتے ہوئے مسجد کے حال سے باہر چلے گئے۔ ان کے جانے سے تمام اہل مجلس بھی باہر آگئے جب جمع کی آخری فرسہ بھی باہر نکل گئی تو دفعتاً اس کی پوری طویل و عریض چھت نیچے آگئی۔ اور کسی ایک شخص کو بھی کوئی صدمہ نہیں پہونچا۔ ورنہ اگر جمع کی موجودگی میں ایسا ہوتا تو شاید ایک نفر بھی زندہ نہ بچتا۔



غرق سے نجات

نیز جناب شیخ حسین تبریزی سے نقل فرمایا کہ میں نجف اشرف میں بروز جمعہ تفریح کے قصد سے کوفہ گیا اور نہر کے کنارے چل رہا تھا اس جگہ پہنچا جہاں بچے مچلی کا شکار کھیل رہے تھے نجف اشرف کے باشندوں میں سے ایک شخص وہاں موجود تھا اس نے شکار کیلئے جال پھینکنے والے لڑکے سے کہا کہ اس مرتبہ میری قیمت پر جال ڈالو جب اس نے جال پانی میں ڈالا تو ایک لمحے کے بعد اس میں جنبش پیدا ہوئی جب اسے اوپر کھینچا تو کافی وزن محسوس ہوا اس نے کہا تمہاری قیمت کتنی اچھی ہے۔ میں نے آج تک اتنی وزنی مچھلی نہیں دیکھی جب جال کو باہر نکالا تو دیکھا کہ ایک لڑکا ہے جو ڈوب چکا تھا اور اب جال کے سہارے باہر آیا ہے۔ جب اس شخص نے بچے کو دیکھا تو بیچ اٹھا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے۔ یہاں کیسے آگیا۔ پس اس کے علاج اور خبر گیری کے بعد بچے نے کہا کہ میں نہر کے اٹھلے حصے میں چند بچوں کے ساتھ تیر رہا تھا ناگاہ پانی کی ایک موج نے مجھے اس طرح سے نیچے کھینچ لیا کہ میں اوپر نہ آسکا۔ اور بالکل مجبور ہو گیا۔ یہاں تک کہ جال میرے ہاتھ میں آگیا اور میں اس کے سہارے اُبھر آیا۔

سُبْحَانَ اللہ اس بچے کی نجات کے لئے کس طرح باپ کے دل میں الہام ہوتا ہے کہ گھر سے نکل کر نہر کے کنارے جائے اور کہے کہ میرے نام سے شکار کرو۔

اس داستان اور اس سے قبل کی داستان کی نظیریں کثرت سے موجود ہیں جن میں سے چند کتاب انوار نعمانیہ کے اواخر باب اجل میں مذکور ہیں۔ اسی طرح کتاب خزینۃ الجواہر مرحوم نہاوندی میں بھی منقول ہیں۔ اُن کی طرف رجوع کیا جائے۔

امیر المومنین کی عنایت

عالم متقی مرحوم حاج میرزا محمد صدر لوشہری نے نقل فرمایا کہ ایک بار میرے والد مرحوم حاج شیخ محمد علی نے نجف اشرف سے ہندوستان کا سفر فرمایا تو اس وقت میری اور میرے بھائی شیخ احمد کی عمریں چھ سات سال کے اندر تھیں اتفاقاً میرے باپ کا سفر اتنا طویلانی ہو گیا کہ انھوں نے گھر بلو اخراجات کے لئے جو رقم میری ماں کے سپرد کی تھی وہ ختم ہو گئی۔ اور ہم لوگ پریشان حالی میں مبتلا ہو گئے۔ ایک روز عصر کے بعد ہم بھوک کی وجہ سے اپنی ماں سے پلٹے اور رہے تھے۔ پس میری ماں نے مجھ سے اور میرے بھائی سے کہا کہ وضو کرو، ہمارے لباس کو طہا ہر کیا اور ہمیں گھر سے باہر لائیں۔ یہاں تک کہ ہم صحن مقدس میں پہنچے۔ ہم سے کہا کہ میں ایوان میں بیٹھتی ہوں تم لوگ حرم کے اندر جاؤ اور جناب امیر سے عرض کرو کہ ہمارا باپ یہاں موجود نہیں ہے اور ہم آج کی شام بھوکے ہیں۔ اس کے بعد حضرت کی طرف سے جو کچھ عطا ہوا کرنا تاکہ تمہارے لئے رات کے کھانے کا انتظام کر دیں ہم دونوں حرم میں داخل ہوئے۔ اور ضرع اقدس پہ سر رکھ کر عرض کیا کہ ہمارا باپ یہاں نہیں ہے اور ہم بھوکے ہیں اس کے بعد اپنے ہاتھ ضرع کے اندر داخل کر کے کہا کہ ہمیں کچھ خرچ دیجئے تاکہ میری ماں رات کے کھانے کا انتظام کرے تھوڑی ہی دیر کے بعد مغرب کی اذان ہوئی۔ اور جب میں نے قدامت الصلوٰۃ کی آواز سنی تو اپنے بھائی سے کہا، حضرت امیر غفرلہ پڑھانا چاہتے ہیں۔ (نیز بچپن کے لحاظ سے کہا کہ حضرت نماز جماعت پڑھتے ہیں۔) چنانچہ ہم حرم کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک شخص اگر ہمارے سامنے کھڑا ہوا۔ اور پیوں کی ایک تفصیل مجھے دیکر فرمایا کہ اپنی ماں کو دے دو اور کہہ دو کہ تمہارا باپ جب تک سفر سے واپس ہو جس چیز کی ضرورت ہو فلاں مقام کی طرف رجوع کرو (میں اس مقام کا نام بھول گیا ہوں) منجملہ کہتے ہیں کہ میرے

باپ کی مسافرت نے کئی ماہ تک طول کھینچا اور اس مدت میں ہم لوگوں نے نجف اشرف کے شرفاء اور رؤسا کی طرح بہترین ساز و سامان کے ساتھ زندگی بسر کی یہاں تک کہ میرے والد سفر سے واپس آ گئے۔



(۱۶)

علماء کی فضیلت اور بزرگی

نیز نقل فرمایا ہے کہ میرے جد مرحوم آخوند ملا عبد اللہ بہبہانی شیخ اعظم یعنی شیخ مرتضیٰ انصاری اعلیٰ اللہ مقامہ کے شاگرد تھے۔ اور حادثات زمانہ کے نتیجے میں بہت زیادہ زبیر بار ہو گئے تھے، یہاں تک کہ قرض کی مقدار پانچ سو تومان تک پہنچ گئی تھی جس کی ادائیگی عام حالات میں ناممکن نظر آتی تھی۔ (کیونکہ سو سال پہلے یہ بہت بڑی رقم ہوتی تھی) چنانچہ انھوں نے اپنے استاد کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا۔ شیخ نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمایا کہ تم تبریز کا سفر اختیار کرو انشاء اللہ فارغ البالی حاصل ہوئی۔

یہ روانہ ہوئے اور تبریز پہنچنے کے بعد مرحوم امام جمعہ کے مکان پر گئے جو اس زمانے میں تبریز کے مشہور ترین عالم تھے۔ لیکن امام مرحوم نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ اور انھوں نے مکان کے بیرونی حصے میں رات بسر کی۔ اذان صبح کے بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ خادم نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ تبریز کے رئیس التجار کہہ رہے ہیں کہ مجھے امام صاحب سے کچھ کام ہے۔ انھوں نے کہا آیا آج شب میں اہل علم میں سے کوئی شخص آپ کے یہاں دار ہوا ہے امام نے کہا۔ ہاں نجف اشرف کے ایک عالم آئے ہیں۔ لیکن میں نے

ابھی ان سے معلوم نہیں کیا ہے کہ وہ کون ہیں اور ان کی آمد کا مقصد کیا ہے؟ رئیس التجار نے کہا کہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنا مہمان میرے سپرد کر دیجئے۔ امام نے کہا کوئی حرج نہیں، وہ شیخ اس حجرے میں ہیں۔ پس رئیس التجار آگے بڑھے اور پورے احترام کے ساتھ جناب شیخ کو اپنے گھر لے گئے اور اس روز اپنے یہاں دن کے کھانے پر کم از کم چپاس تاجروں کو مدعو کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد کہا حضرات! گذشتہ رات میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھنا خواب میں دیکھا کہ میں شہر کے باہر ہوں۔ ناگاہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے جلال مبارک کی زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ایک سواری پر شہر کی طرف تشریف لارہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر رکاب مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ، یا مولاً! آج کیا باعث ہے کہ آپ نے قدم مبارک سے ہمارے تبریز کو رونق بخشی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میرے ذمہ قرض بہت ہو گیا ہے اس لئے یہاں آیا ہوں تاکہ تمہارے شہر میں اس کی ادائیگی ہو جائے۔ نیند سے میری آنکھ کھل گئی اور میں خواب پر غور و فکر کرنے لگا۔ پس میں نے اس کی یہ تعبیر دی کہ یقیناً کوئی حضرت کا مقرب درگاہ شخص بہت مقروض ہے اور وہ ہمارے شہر میں آیا ہے۔ اس کے بعد مزید غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ اس درگاہ کے بدرجہ اولیٰ مقرب سادات اور علماء ہیں۔ پھر سوچنے لگا کہ کہاں جاؤں اور اسے کہاں ڈھونڈھوں میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر وہ اہل علم میں سے ہے تو لا محالہ کسی عالم ہی کے یہاں پہنچا ہو گا۔ چنانچہ نماز صبح ادا کرنے کے بعد اس قصد کے ساتھ گھر سے نکلا کہ پہلے علماء کے گھروں پر تلاش کروں گا اس کے بعد سافر خانوں اور کارواں سرائوں میں پتہ لگاؤں گا۔ حسن اتفاق سے پہلے جناب امام جمعہ کے مکان پر پہنچا۔ اور ان شیخ صاحب کو وہاں پایا۔ معلوم ہوا کہ یہ علمائے نجف میں سے ہیں۔ اور جناب امیر کے جوار سے ہمارے شہر میں آئے ہیں تاکہ ان کا قرض ادا ہو سکے۔ یہ پانچ سو تومان سے زیادہ کے قرضدار ہیں اور میں خود سو تومان دے رہا ہوں اسکے بعد دیگر تاجروں نے بھی فردا فردا قرض ادا کیے جن سے ان کا تمام قرض ہو گیا۔ اور اسکے بعد بھی اتنے پیسے بچ رہے کہ انھوں نے ان سے نجف اشرف میں ایک مکان خرید لیا مرحوم صاف فرماتے تھے کہ وہ مکان آج بھی موجود ہے اور وراثت میں میری طرف منتقل ہوا ہے۔

علماء کی کرامت

جناب آقائے حاج معین شہ رازی ساکن تہران نے نقل فرمایا کہ ایک روز میں اپنے ایک ابن عم کے ہمراہ تہران کی ایک شاہراہ پر کھڑا ہوا ایکس کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ جس معینہ منزل تک جانا تھا وہ زیادہ فاصلے پر تھی۔

ہملوگ تقریباً آدھا گھنٹہ کھڑے رہے۔ جو ٹیکسی آتی تھی وہ یا تو مسافروں سے بھری ہوتی تھی یا ہماری طرف توجہ نہیں کرتی تھی۔ یہاں تک کہ ہم تھک گئے۔ ناگاہ ایک ٹیکسی آئی اور خود ہی ٹھہر گئی۔ ڈرائیور نے ہم سے کہا کہ حضرات آئیے بیٹھئے اور جہاں جانا ہو بتائیے تاکہ وہاں پہنچا دوں۔ ہم لوگ سوار ہو گئے اور اس سے اپنی منزل مقصود بتا دی اثنائے راہ میں میں نے اپنے ابن عم سے کہا کہ شکر ہے خدا کا کہ تہران میں ایک مسلمان ڈرائیور بھی پیدا ہوا۔ جس نے ہمارے حال پر رحم کھایا اور ہمیں سوار کیا۔ ڈرائیور نے یہ بات سن لی اور کہا، حضرات! میں اتفاق سے مسلمان نہیں بلکہ اثنی ہوں۔ ہم نے کہا پھر تم نے ہمارا اتنا لحاظ کیوں کیا؟ اس نے کہا اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں، لیکن جو اشخاص مسلمانوں کے عالم ہیں اور اہل علم کا لباس پہنتے ہیں ان کا عقیدہ متن ضرور ہوں۔ اور جو ماجرا میں دیکھ چکا ہوں اسکی بنا پر اس کا احترام فرض سمجھتا ہوں۔

میں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے کہا جس سال مرحوم آقائے حاج میرزا صادق مجتہد تبریزی کو تبریز سے کردستان (سنندج) جلاوطن کیا گیا تو ان کی گاڑی کا ڈرائیور میں ہی تھا۔ اثنائے راہ میں ہم ایک درخت اور پانی کے چشمے کے قریب پہنچے تو آقائے تبریزی نے فرمایا کہ یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ تاکہ میں ظہر عصر کی نماز پڑھ لوں۔ لیکن جو فوجی افسران پر متعین تھا اس نے کہا ان کی بات کی پروا نہ کرو اور آگے بڑھو۔ چنانچہ میں نے بھی کوئی اعتنا نہیں کیا اور گاڑی آگے بڑھادی جب میں چشمے کے برابر پہنچا تو دفعتاً

گاڑی کا انجن بند ہو گیا میں نے ہرچیز کو شش کی لیکن اسمیں جنبش پیدا نہ ہوئی۔ بالآخر میں نے اتر کر خرابی کی جانچ پڑتال شروع کی لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا مرحوم آقائے فرمایا اب جب کہ گاڑی رکی ہوئی ہے مجھے اتنا موقع دید کہ میں نماز پڑ لوں۔

وہ افسہ چپ ہو گیا تو آقائے نماز میں مشغول ہو گئے اور میں بھی انجن کے پُزے کھولنے اور ان کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ جب آقائے نماز سے فارغ ہوئے اور قریب آئے تو فوراً گاڑی خود بخود اسٹارٹ ہو گئی۔

اس روز سے میں نے جان لیا کہ اس لباس والے خداوند عالم کے نزدیک محترم اور آبرو مند ہوتے ہیں

شرافت علماء اور ان کے اکرام و احترام کے ضروری ہونے کے بارے میں بہت سی ضروری روایتیں اور داستانیں منقول ہیں جن کا تذکرہ اس رسالے کے موضوع سے خارج ہے۔ ان کے لئے مرحوم نوری کی کتاب کلمہ طیبہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

مشتبہ لقمہ سے پرہیز

نیز جناب آقائے ایمانی نے فرمایا کہ آقائے بید آبادی جس روز تشریف لائے ، اُسی روز والد مرحوم سے فرمایا کہ میری خوراک کے لئے صرف وہی غذا ہونا چاہیے جس کا تم خود انتظام کرو اور جو چیز کوئی دوسرا شخص لائے اسے قبول نہ کرنا۔

اتفاق سے ایک روز مرحوم آقائے حاج شیخ الاسلام اعلیٰ الشہداء مکیہ (چکور) کا ایک جوڑا لائے اور والد مرحوم کو دے کر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ انھیں کباب کر کے آقا کے سامنے پیش کرو۔ والد مرحوم نے اُسے منظور کر لیا۔ اور مرحوم بید آبادی کی ہدایت سے غافل ہو گئے۔ چنانچہ انھیں کباب کر کے کھانے میں آقا کے سامنے رکھا۔ جب آقائے کبک کو ملاحظہ فرمایا تو دسترخوان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور والد مرحوم سے فرمایا کہ میں نے تم سے سفارش کی تھی کہ کسی سے کوئی ہدیہ قبول نہ کرنا غرض کہ اس میں سے کوئی ذرہ تناول نہ فرمایا۔

اس پر تعجب ہونا چاہیے کہ مرحوم بید آبادی نے کبک کا گوشت نہیں کھایا۔ جب کہ اسکے لارنے والے مرحوم شیخ الاسلام تھے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ مرحوم شیخ کے لئے کبک مہیا کرنے والے شخص نے انھیں شکر کرنے والے کو راضی نہ کیا ہو۔ یا یہ شکر کاری نے ان کا شرعی تذکیہ نہ کیا ہو، مثلاً بسم اللہ نہ کہی ہو۔ ان کے علاوہ دوسرے احتمالات بھی ہو سکتے ہیں۔ اور چونکہ مشتبہ لقمہ مکمل طور سے قلب کی قسارت اور سختی کا باعث ہوتا ہے لہذا وہ نیز گوار اس سے پرہیز فرماتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ جو لقمہ انسان کھاتا ہے وہ ایک تخم کے مانند ہے جسے زمین میں بویا جاتا ہے اگر تخم بہتر ہو تو اس کا پھل بھی بہتر ہو گا ورنہ بیج کے ساتھ پھل بھی خراب ہو گا۔ اسی طرح لقمہ اگر حلال اور پاکیزہ ہو تو اس کا ثمرہ قساوت قلب دنیا اور شہوات نفسانی کی طرف میلان اور روحانیت سے محرومیت ہے۔ اس میں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اُن بزرگوار

نے کبک کی خباثت اور مشتبہ حالت کو جان لیا کیونکہ انسان کو تقویٰ اور مکمل پرہیز گاری بالخصوص مشتبہ لقمہ سے پرہیز کی برکت سے دل کی ایسی صفائی اور روح کی ایسی لطافت نصیب ہو جاتی ہے کہ وہ باطنی اور محسوسات سے ماوراء امور کا بھی ادراک کر لیتا ہے اسی واقعے جیسے اس سے بالاتر واقعات علمائے ربانی اور مبراگان دین سے منقول ہیں لیکن چونکہ انھیں نقل کرنا اس مختصر کتاب کے موضوع سے خارج ہے لہذا صرف تائید کے لئے ایک داستان کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے۔ جسے مرحوم حاجی نوری نے کتاب دارالسلام جلد اول صفحہ ۲۵۳ پر سید بحر العلوم کے بھائی عالم ربانی مرحوم حاج سید محمد باقر قزوینی کی کرامات کے بیان میں مرد صالح و متقی سید مرتضیٰ نجفی سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جناب سید قزوینی کی ہمراہی میں ایک صالح و پرہیزگار بزرگ کی ملاقات کے لئے گئے جب سید نے اٹھنا چاہا تو اس مرد صالح نے عرض کیا کہ آج ہمارے گھر میں تاز روٹیاں پکی ہیں میری خواہش ہے کہ ان میں سے آپ بھی نوش فرمائیں۔ سید نے دعوت قبول کر لی۔ چنانچہ جب دسترخوان بچھایا گیا تو سید روٹی کا ایک لقمہ منہ میں رکھتے ہی پیچھے ہٹ کے بیٹھ گئے۔ اور مزید غذا کی طرف مائل نہیں ہوئے۔

صاحب خانہ نے عرض کی کہ آپ کس لئے نوش نہیں فرما رہے ہیں؟ تو فرمایا یہ روٹی حائلۂ عورت نے پکائی ہے۔ انھیں تعجب ہوا۔ اور اندر جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ سید درست فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دوسری روٹی لائے تو سید نے تناول فرمائی۔

جب حائلۂ عورت کے ہاتھوں، روٹی کا پکنا اس امر کا باعث ہوتا ہے کہ اسمیں ایک قسم کی باطنی گندگی اور کثافت پیدا ہو جاتی ہے جسے لطیف روح اور صاف و پاکیزہ قلب کا حامل انسان محسوس کر لیتا ہے۔ تو کیا حالت ہوگی اس روٹی کی جس کا پکالنے والا ظاہری اور باطنی نجاستوں کی آلودگیوں میں مبتلا ہو۔

جب سید ابن طاووس علیہ الرحمہ کے حالات میں بتایا گیا ہے کہ جس غذا کی تیلدی کے وقت اس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو، آپ اسے نوش نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے کہ خدا کا ارشاد ہے، ”وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْإِسْمِ اللّٰهِ عَلَیْہِ“ (یعنی ایسی غذا میں سے نہ

کھاؤ جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو)

افسوس ہے ایسے زمانے پر جس میں پکانے کے وقت خدا کا نام لینے کے عوض سستی اور آلات لہو و لعب کا استعمال کیا جاتا ہے اور خدا کی نعمت کے ساتھ اس کی نافرمانی اور معصیت کو شامل کیا جاتا ہے۔

اور اس سے بدتر وہ روٹی ہے جس کے گندم یا جو میں سے زکوٰۃ اور فقراء و مساکین کا حق ادا نہ کیا گیا ہو یا جس زمین میں اس کی زراعت کی گئی ہو۔ وہ غصبی ہو۔

ہر چیز کے بچاؤ اس کا کھانے والا امور سے بے خبر ہو لیکن اس کا بنیادی اور حقیقی اثر اپنی جگہ پر ہے۔ اسی جگہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں کس وجہ سے دلوں نے ایسی فتاوے پیدا کر لیے کہ ان پر وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور ان پر شیطان و دوسو سے اس طرح سے مسلط ہو چکے ہیں کہ یقین و ایمان کی منزل پر فائز اور قلب سلیم کا حامل انسان بہت ہی کمیاب ہو چکا ہے۔

اس صورت حال میں اگر کوئی شخص دنیا سے با ایمان جائے تو بہت ہی تعجب

آئندہ حالات کی خبریں

مرحوم آقا ثناء ضوی نے فرمایا کہ مرحوم بید آبادی مدینہ منورہ کی زیارت کے قصد سے بوشہر کے راستے شیراز تشریف لائے اور یہاں تقریباً دو مہینے قیام فرمایا۔ ان ایام میں عام طور سے لوگوں کے درمیان دو گروہ قائم ہو گئے تھے یعنی کچھ لوگ جمہوریت چاہتے تھے اور کچھ آمریت کے خواہاں تھے۔ مرحوم بید آبادی دو طبقوں کے درمیان صلح و آتش کے قیام و فساد اور اختلاف کی روک تھام کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اور اس بارے میں کوشاں رہتے تھے، چنانچہ اس اختلاف کو رفع کرنے میں بھی کافی کوشش فرمائی۔ یہاں تک کہ ہذا ات خود علامہ حاج شیخ محمد باقر اصطہبانانی کے گھر تشریف لے گئے جو جمہوریت کے حامی تھے۔ اور ہر چند سنی فرمائی، اس فتنے اور تفرقہ کو برطرف کر دیں لیکن کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد دفعۃً شیراز سے روانگی کا عزم کر لیا۔ ہم نے ہر چند اصرار کیا کہ ابھی اور توقف فرمائیں لیکن اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ غریب اس شہر میں فتنہ و فساد کی آگ شعلہ زن ہوگی جس میں لوگوں کی ایک تعداد قتل ہوگی اور خون بہائے جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ سفر شروع ہو گیا اور چند نیک اور صالح افراد بھی آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ منجملہ ان کے مرحوم حاج سید عباس معروف بہ دلال اور مرحوم آقا میرزا مہدی حسن پور بھی تھے۔ یہ دونوں حضرات جامع مسجد سے متعلق تھے۔ انھوں نے مجھ سے نقل کیا کہ ہم لوگ دست ارشاد تک آقا بید آبادی کی خدمت میں رہے، اس مقام پر پہنچ کر ہم سے فرمایا کہ شیراز میں فتنہ کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ حاج شیخ محمد باقر اصطہبانانی قتل کر دیئے گئے ہیں اور چند دیگر لوگ بھی تمھارے گھر والے پریشاں ہیں لہذا تمھیں چلے بیٹے کہ واپس چلے جاؤ، لہذا ہم دونوں اور چند دیگر اشخاص (جن کے نام مجھے یاد نہیں رہے) شیراز واپس آئے اور ان جناب کے قول کا مشاہدہ کیا۔

رہزنوں سے نجات

نیز جناب آقائے ایمانیہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی سفر میں آقائے بید آبادی سے رخصت ہونے کے موقع پر انھوں نے فرمایا کہ اس سفر میں رہزن تمھارے قافلے پر حملہ اور لوٹ مار کریں گے لیکن اس سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔ اس کے بعد معصومین علیہم السلام کے مبارک عدد کے مطابق جھکوبلے چوڑے تومان سفر خرچ کے طور پر عنایت فرمائے جب ہم سیوند کے نزدیک پہونچے تو لیٹروں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ اس وقت جس خچر پر میرا سامان لادھا تھا اس نے تیزی بکڑی اور قافلے سے باہر نکل کے سیوند کی جانب دوڑنے لگا۔ ساتھ ہی میں جس سواری کے کجاوے میں سوار تھا اس نے بھی حرکت کی یہاں تک کہ خود میں اور میرا سارا مال واسباب صحیح و سلامت سیوند پہونچ گیا، اور باقی تمام قافلہ حملے اور تاخت و تاراج کی زد میں آگیا۔

موت سے نجات

نیز جناب آقائے ایمانیہ نے نقل فرمایا کہ (آقائے ایمانی کے بھوپھی زاد بھائی) جناب حسین آقا مژدہ سلمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی والدہ دونوں سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ موت کے قریب پہونچ گئے۔

مرحوم حاجی بید آبادی اعلیٰ اللہ مقامہ شریف لائے اور فرمایا کہ ان دونوں مرنے والوں میں سے ایک کو جانا ہے یعنی ایک کی موت لازمی ہے۔ میں نے خدائے تعالیٰ سے حسین آقا کی شفا طلب کی ہے۔ اور وہ صحتیاب ہو جائیں گے۔

بید آبادی کے اس ارشاد کے بعد اسی شب میں حسین آقا کی والدہ نے انتقال کیا اور حسین آقا کو خدا نے شفا مرحمت فرمائی۔ اور وہ آج بھی صحیح سلامت اور بخیریت ہیں۔

صدقے کے ذریعے وبائے نجات

جب آقائے ایمانیہ سابق الذکر نے مرحوم حاج غلام حسین ملک التجار بوشہری سے نقل کیا ہے کہ میں جس سفر میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوا اس میں عالم ربانی مرحوم حاج شیخ محمد جوادی آبادی بھی شامل تھے۔ اس سفر میں رہنوں نے حاجیوں کا بہت سامان لوٹ لیا اور ساتھ ہی وبائی بیماری نے بھی سبھی کو خوفزدہ کر رکھا تھا۔ مرحوم حاجی بید آبادی نے فرمایا جو شخص وبائے خطرے سے محفوظ رہنا چاہتا ہو وہ اپنی استطاعت کے مطابق مبلغ ۱۴۰ یا ۱۴۱ تومان صدقہ دے۔ (وہ مرحوم ۱۲، اور ۱۴، کے اعداد کے سختی سے معتقد تھے۔) تو میں اس کی سلامتی کے لئے حضرت حجتہ العصر عجل اللہ فرجہ کے وسیلے سے خدا کی بارگاہ میں دعا کروں گا۔ اور اس کی سلامتی کی ضمانت لوں گا۔

مرحوم حاج ملک نے بتایا کہ میں نے اپنے لئے مبلغ ۱۴۰ تومان دیئے اور اسی طرح دیگر چند حاجیوں نے بھی رقمیں ادا کیں۔ چونکہ یہ رقم اس زمانے میں بڑی چیز تھی لہذا بہت سے تجار نے نہیں دی۔ جناب مرحوم نے جمع شدہ پیسوں کو ان حاجیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جن کا مال و اسباب رہنوں نے لوٹ لیا تھا۔ اور وہ لوگ بہت پریشان تھے۔ اس سفر میں جس شخص نے مذکورہ رقم ادا کی تھی وہ بیماری سے محفوظ رہا۔ اور صحت و سلامتی کے ساتھ اپنے وطن واپس پہنچا۔ اور جن لوگوں نے نخل سے کام لیا وہ سب کے سب وبائی گرفتار ہو کر ہلاک ہوئے۔ منجملہ ان کے میرے بھانجے اور کاتب بھی ادائیگی پر تیار نہیں ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔

بیماری سے جسم کی حفاظت، موت کے خطرے سے بچنے (بشرطیکہ حتمی موت کا وقت نہ آگیا ہو) اور ہر آفت سے مال و اسباب کی نگہداشت کے لئے صدقے کی تاثیر

مسلمات اور عجربات میں سے ہے۔ اور اس بارے میں اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے متواتر حدیثیں مروی ہیں۔ مرحوم حاجی نوری نے ان میں سے اکثر حدیثوں کو کتاب کلمہ طیبہ میں نقل فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان صدقے کے ذریعے اپنے بدن، اپنی جان، اپنے متعلقین اور اپنی املاک کا الہی بیمہ کر سکتا ہے اور اگر صدقے کے آداب و شرائط کا اس تفصیل کے ساتھ لحاظ رکھے جو اس کتاب مذکور میں بیان کئے ہیں۔ تو یقین رکھے کہ خدا نے تعالیٰ بہترین حفاظت کرنے والا اور تمام مددگاروں میں سب سے زیادہ دانا اور توانا ہے۔ اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اس مقام پر مختصر ناظرین کی بصیرت میں اضافے کے لئے مذکورہ کتاب سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔ صدقے کے آداب و شرائط کی دسویں شرط کے ضمن میں ۱۹۰ ص پر تفسیر امام حسن علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک راستے پر سفر فرما رہے تھے اور ایک جماعت آپ کی ہمراہ تھی۔ وہ لوگ اپنا مال و اسباب اپنے ہمراہ لائے تھے۔ انھیں خبر ملی کہ اس راہ میں چور اور راہزن لگے ہوئے ہیں۔ جو مسافروں کے اموال لوٹ لیتے ہیں وہ لوگ خوف سے کانپنے لگے۔ حضرت نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ انھوں نے کہا ہمارے اموال ہمارے ساتھ ہیں۔ ہمیں خوف ہے کہ ہم کو لوٹ لیں گے۔ آیا آپ یہ سامان ہم سے لے لیں گے تاکہ رہنوں کو معلوم ہو کہ یہ آپ کی ملکیت ہے۔ تو آپ کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا، تمہیں کیا معلوم شاید وہ لوگ صرف مجھے کو لوٹنا چاہیں۔ اور اس طرح تمہارا سارا مال تلف ہو جائے۔ لوگوں نے عرض کیا کیا ہم اس زمین میں دفن کر دیں؟ آپ نے فرمایا اس میں اور زیادہ تلف ہونے کا خطرہ ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی دوسرا شخص وہاں پہنچ جائے اور سب مال نکال کے لے جائے۔ یا یہ کہ تم دفن کا مقام تلاش نہ کر سکو۔ لوگوں نے عرض کیا، پھر ہم کیا کریں فرمایا یہ تمام مال و زر ایسی ذات کے سپرد کرو جو اس کی حفاظت کرے۔ آفتوں کو اس سے دور کرے، اس میں کافی اضافہ کرے۔ اور ہر ایک شے کو دنیا سے اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے عظیم تر قرار دینے کے بعد تمہیں اس موقع پر واپس کرے جب تم اس کے انتہائی محتاج ہو۔ عرض کیا، وہ کون سی شخصیت ہے؟ فرمایا، پروردگار عالم

لوگوں نے پوچھا، ہم اپنے اموال کس طرح اس کے سپرد کریں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم ان کو ضعیفوں اور مسکینوں پر صدقہ کرو۔ انھوں نے کہا یہاں تو کوئی فقیر محتاج موجود نہیں ہے۔ فرمایا کہ اس بات کا عزم کرو کہ اپنے مال کا ثلث (یا حصہ) صدقہ کرو گے تاکہ خدا باقی مال کی اس خطرے سے حفاظت کرے جس سے تم ڈر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا ہم نے عزم کر لیا۔ تو آپ نے فرمایا پس اب خدا کی امان میں سفر کرو۔ چنانچہ سب آگے کو روانہ ہو گئے۔ جب راسخ نظر آئے تو سب بہت خوفزدہ ہوئے۔ حضرت نے فرمایا تم کس لئے ڈر رہے ہو۔ حالانکہ تم خدا کی امان میں ہو۔ راسخ سامنے آئے تو پاؤں پیادہ ہو گئے۔ حضرت کے ہاتھوں پر بوسے دیئے اور کہا کہ ہم نے کل خواب میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آنحضرت نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے کو آپ کے سامنے پیش کریں چنانچہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کی ہمراہی میں رہیں گے تاکہ آپ کی اور اس قافلے کی دشمنوں اور چوروں سے حفاظت کریں۔ حضرت نے فرمایا ہمیں تمھاری کوئی احتیاج نہیں ہے۔ کیونکہ جس ذات نے تمھیں ہم سے دفع کیا ہے وہ دوسرے چوروں اور ریزنوں کو بھی دفع کرے گی۔ پس سب لوگ امن و سلامتی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور جب اپنی اپنی منزلوں پر پہنچے تو اپنے اموال کا ثلث صدقے میں دیدیا اس کے بعد ان کی تجارت میں برکت پیدا ہوئی اور ان کے ہر درہم پر دوں درہم کا نفع ہوا۔ انھوں نے کہا حضرت صادق علیہ السلام کی برکت کتنی عظیم تھی۔

حضرت نے فرمایا کہ تم نے خدا کے ساتھ معاملہ کرنے کی برکت دیکھ لی لہذا اس پر پابندی سے قائم رہو۔ خدا کی راہ میں صدقہ دینے کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ نہ صرف صدقہ مال کے کم ہونے کا باعث نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں اضافے اور برکت کا سبب بنتا ہے۔ اور صدقہ دینے والے کو اس سے کئی گنا زیادہ نصیب ہوتا ہے۔ اس امر کے شواہد بہت ہیں۔ کتاب مذکور کی طرف رجوع کیا جائے۔

موت سے نجات

میر جناب آقائے ایمانیہ نے فرمایا کہ جس سفر میں ہم اصفہان سے شیراز واپس ہو رہے تھے آقائے حاجی بید آبادی موصوف اعلیٰ الشہ مقامہ کی خدمت میں مشرف ہوئے انھوں نے ہم سے فرمایا کہ جناب میرزائے عملائی نے (جن کا ذکر پہلی داستان میں ہو چکا ہے) مجھ کو لکھا ہے کہ میں نے انھیں دُعا میں فراموش کر دیا ہے۔ انھیں میر اسلام پہونچا دینا اور عرض کرنا کہ میں نے آپ کو فراموش نہیں کیا ہے۔ چنانچہ فلاں شب میں تین مرتبہ موت کا خطرہ آپ کی جانب بڑھا۔ اور میں نے حضرت ولی عصر علیہ السلام فرجہ سے آپ کی سلامتی کی درخواست کی اور خدا نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

آقائے ایمانیہ نے فرمایا کہ شیراز پہونچنے کے بعد ہم نے جناب میرزا کو آقائے بید آبادی کا پیغام پہونچایا تو انھوں نے فرمایا درست ہے اسی شب میں جس کا حوالہ موصوف نے دیا ہے میں تنہا اپنے گھر آ رہا تھا۔ جب صدر دروازے پر پہونچا تو وہاں ایک شخص کھڑا ہوا تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے چھینک آئی، پس اس نے سلام کیا اور کہا، ایک استخارہ کر دیجئے۔ میں نے تسبیح سے استخارہ کیا جو منع آیا، اس نے کہا ایک استخارہ اور کر دیجئے، وہ بھی بد آیا اس نے کہا ایک استخارہ اور کر دیجئے، جب تیسرا استخارہ بھی بد آیا تو اس نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور عزت کرتے ہوئے کہا کچھ لوگوں نے مجھے آمادہ کیا تھا کہ آج کی رات آپ کو اسلحے سے قتل کر دوں، جب میں نے آپ کو دیکھا تو مجھے بے اختیار چھینک آئی اور میں تردد میں پڑ گیا۔ میں نے سوچا استخارہ کر لوں اگر تبہ آئے تو آپ کو قتل کروں چنانچہ تین مرتبہ استخارہ کر لیا اور ہر مرتبہ منع آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا اس پر راضی نہیں ہے۔ اور آپ اس کی بارگاہ میں باعزت ہیں۔

چشمے کا جاری ہونا

سادات نجف آباد اصفہان میں سے چنانچہ اشخاص مرحوم بید آبادی اعلیٰ الش مقامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ پانی کا ایک چشمہ جو پہاڑ کے دامن سے جاری ہوتا تھا اور اس سے ہم لوگ فائدہ اٹھاتے تھے چند روز سے خشک ہو گیا ہے جس سے ہم پریشانی میں پڑ گئے ہیں۔ دعا کیجئے کہ خدا اس رحمت کو دوفرمائے۔

ان بزرگوار نے آیت مبارکہ "وَاَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ" (آخر سورہ حشر) ایک رقعہ پر لکھ کے انھیں دی اور فرمایا کہ رات شروع ہونے کے بعد اسے پہاڑ کی چوٹی پر رکھ کے واپس چلے آؤ۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا جب اپنے گھروں میں پہنچے تو پہاڑ سے ایک مہیب آواز بلند ہوئی جسے سب کے تمام باشندوں نے سنا۔ جب صبح ہوئی اور لوگ گھروں سے باہر نکلے تو چشمے کو جاری پا کر شکر خدا بجا لائے۔

چند داستانیں جو مرحوم بید آبادی اعلیٰ الش مقامہ نیز دیگر حضرات کے لائق توجہ بارے میں درج کی گئیں ناظرین کرام کو ان پر کوئی تعجب یا خدائے استہ ان سے انکار نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اول تو اس طرح کے اور ان سے بالاتر امور اصحاب ائمہ علیہم السلام مثلاً جناب سلمان، میثم، رشید مجہدی اور جابر جعفی اور اسی طرح راویان اخبار اور علمائے اخیر جیسے سید محمد العلوم، سید باقر قزوینی اور ملا مہدی جعفی سے دانائی و توانائی اور سبکت وجود کے مراتب کے مطابق اس قدر نقل ہوئے ہیں اور معتبر کتابوں میں مذکور ہیں کہ ان سے انکار کی گنجائش نہیں (اس موضوع پر مزید اطلاع کے لئے کتاب رجال ماقبانی کی طرف جس میں اصحاب ائمہ اور راویان احادیث کے مفصل حالات ذکر کئے گئے ہیں یا کتاب قصص العلماء کی جانب جس میں بعض علماء کے کرامات منقول ہیں رجوع کیا جاسکتا ہے)

دوسرے بزرگان دین سے کرامات کا ظہور اس امر کا باعث ہوتا ہے کہ انسان ان سے مطلع ہونے کے بعد امام کی عظمت اور بلند ترین منزلت پر غور کرے اور سمجھے کہ ان حضرات کے اعلیٰ مقامات اس سے کہیں بالاتر ہیں۔ کہ کوئی شخص ان سے آگاہی حاصل کر سکے کیونکہ جہاں دیگر اشخاص ان کی مکمل پیروی کے ذریعے دانائی و توانائی اور اجابت دعوات کی ایسی منزلوں تک پہنچ جائیں وہاں امام کی توانائی اور احاطہ علمی کا کیا عالم ہوگا۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ ہر وہ شخص جسے روحانیت میں کوئی خاص درجہ حاصل ہے وہ امام کے خوان احسان کا زینہ فخر ہے۔ جو عالم وجود کا قطب، عالم امکان کا قلب اور تمام امور کا مصدر ہوتا ہے۔ اور مقام امام کو سمجھنے میں عاجزی کا اقرار کرنے سے خداوند رب الارباب اور مجیب الدعوات جلّ جلالہ کے احاطہ علمی اور قدرت بے پایاں کے اور اک سے عاجزی کا یقین ہوتا ہے۔ جو امام کا خالق اور اسے مقام و منصب اور ولایت کا عطا کرنے والا ہے خلاصہ یہ کہ ان داستانوں کا مطالعہ مقام امام کی معرفت اور خدا کے ذوالجلال کی عظمت و جبروت کی بصیرت کا موجب ہے۔

تیسرے یہ کہ ان جیسی دوسری داستانیں اہل تقویٰ کے بارے میں خدا و رسول اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات اور وعدوں کی تصدیق اور ان کی صداقت پر یقین کا سبب بنتی ہیں اور یہ کہ مستعد اور باصلاحیت نفوس جس وقت شرعی تکالیف کو انجام دینے میں مکمل پابندی کا ثبوت دیتے ہیں اور تمام واجبات کو بجالانے اور جملہ محرمات کو ترک کرنے میں کوشاں رہتے ہیں تو ایسے مقامات اور مراتب پر فائز ہو جاتے ہیں جو معمولی انسانوں کی جہڑی عقول کی رسائی اور ادراک سے بلند و ارفع ہوتے ہیں ملائکہ ان کے خدمت گزار بن جاتے ہیں اور وہ خدا سے جس چیز کی خواہش کرتے ہیں وہ انھیں عنایت فرماتا ہے۔

علاوہ ان کے کتب احادیث و روایات میں بالخصوص ابواب کتب الایمان و الکفر، اصول کافی میں جو آثار منقول ہیں ان کا نقل کرنا اس رسالے کے موضوع کے منافی ہے۔

صرف ایک معتبر حدیث جسے عامہ اور خاصہ دونوں فرقوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ محترم ناظرین کی مزید اطلاع کے لئے نقل کی جاتی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے دوستوں میں سے کسی کی اہانت کرے یقیناً اس نے مجھ سے جنگ کرنے کے لئے گھات لگائی اور کوئی بندہ کسی اور ایسے عمل کے ذریعے مجھ سے قریب نہیں ہو سکتا جو میرے نزدیک اس عمل سے زیادہ محبوب ہو جسے میں نے اس پر واجب کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ وہ نوافل (مستحبات) کی بجائے اوری سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے۔ اس حد تک کہ میں اُسے دوست رکھتا ہوں اور جب اسے دوست رکھتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ مستجاب ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے۔ اور دشمن کو دفع کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اور اگر مجھ سے کوئی خواہش کرتا ہے تو اُسے عطا کرتا ہوں۔

اس حدیث مبارک کی شرح میں علماء نے چند جہیں بیان کی ہیں جنھیں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے مرآت القول میں نقل فرمایا ہے۔ حدیث سے جو مطلب متفاد ہوتا ہے اس کا خلا یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ایک شخص واجبات کی پابندی اور مستحبات کی موافقت کے ذریعے درگاہ خداوندی میں محبوب اور مقرب بن جائے اور جب ایسا ہو جائے تو اس کی آنکھ خدا کی چشم بننا بن جاتی ہے۔ پس جو دوسرے نہیں دیکھتے ہیں وہ ہزار پر دوں کے پیچھے سے دیکھ لیتا ہے۔ جو کچھ دوسرے نہیں سنتے ہیں وہ سُن لیتا ہے۔ بلکہ معنوی اور باطنی امور، ملکوتی صورتیں اور غیبی نعم جو دوسروں کی قوت احساس سے پوشیدہ ہیں اس کے لئے ظاہر و آشکار ہو جاتی ہیں۔

۱۔ قال رسول الله قال الله عز وجل من اهان لي وليا فقد اذعن لهما ديني و ما تقرب الي عبيد بشي احب الي مما افترضت عليه و ان الله ليتقرب الي بالنافلة حتى احبه فاذا احبته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ولسانه الذي ينطق به و يده الذي يبطش بها ان دعاني اجبت له و ان سئلني اعطيته (امول کافی باب من اذى المسلمين واحتقرهم۔ جلد ۲ ص ۲۹۳، حدیث ۷۱۔)

بالجمله ناظرین محترم یہ جان لیں کہ جو کچھ وہ ان داستانوں میں پڑھتے یا سنتے ہیں وہ اُن چیزوں کی نسبت جن کا خدا نے مقامات عالیہ اور درجات روحانیت کے ذیل میں اپنے نیکو کار اور مقرب بارگاہندوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ان کے لئے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے کے مانند ہے جیسا کہ حدیث قدسی کے مضمون سے ظاہر ہے۔

۲۔ اعدوا لعبادى الصالحين مالا عين دأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشری۔ "حدیث قدسی"

مفلوج کی شفا

بزرگوار عالم آقائے حاج سید فرج اللہ بہبہانی سلمہ اللہ تعالیٰ سے مجھ کو سفر حج کے سلسلے میں ملاقات کی توفیق نصیب ہوئی تو ان سے سنا کہ ان کے گھر پر عیسیٰ عزا دار حضرت سید الشہداء میں ایک معجزہ ظاہر ہوا ہے پس میں نے ان کی خدمت میں خواہش کی کہ معجزے کا یہ واقعہ میرے لئے تحریر فرمادیں۔ ان بزرگوار نے اس کی تفصیل اپنے قلم سے لکھ کے ارسال فرمائی۔ چنانچہ اس مقام پر ان کا اصل مکتوب پیش کیا جا رہا ہے۔

ایک معماری کا پیشہ کرنے والا شخص عبداللہ جس کی جائے ولادت رامہر نگر کے ملحقات میں سے جاہر نان ہے لیکن اس کی سکونت بہبہان میں ہے۔ یہ تاریخ ۲۸ ماہ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ ایک پانوں سے مفلوج ہو گیا۔ اور ایسا موزور ہوا کہ دونوں بغلوں میں بیساکھیاں لگا کر شکل چند قدم چل سکتا تھا۔ اس کی معاش کا دار مدار مومنین کی اعانت پر تھا۔ یہاں تک کہ اس نے ڈاکٹر غلامی کی طرف رجوع کیا۔ لیکن انھوں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آیا کہ ابوزنک اس کے سفر کے امکانات فراہم کر دوں۔ چنانچہ بحمد اللہ وسائل سفر کا انتظام ہو گیا اور آیتہ اللہ بہبہانی کی خدمت میں ایک سفارشی خط بھی لکھ دیا۔ ان جناب نے بھی پذیرائی فرمائی اور اُسے جزیہا سپور کے شفا خانے کے معالج ڈاکٹر فراد طبیب زادہ کے پاس بھیجا انھوں نے بھی ایک سہرے اور معانے کے بعد مایوس کن جواب دیا۔ اور کہا کہ تمہارا پانوں قابل علاج نہیں ہے۔ اور تمہارے زانو کے درمیان ایک سرطانی غدو بھی نظر آ رہا ہے۔ پھر اُسے اپنے خرچ سے آبادان کی تیل کی کمپنی کے ہسپتال میں منتقل کیا۔ وہاں بھی اس کے پانوں کے چار ایکس رے ہوئے اور ڈاکٹروں نے رائے دی کہ اس کا علاج ممکن نہیں ہے چنانچہ وہ اسی حالت میں بہبہان واپس آ گیا۔

عبداللہ مذکور کہتا ہے کہ میں اس مدت کے دوران امید افزا خواب دیکھتا رہا جن کی وجہ سے دل کو کسی قدر اطمینان حاصل ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک شب دیکھا کہ میں آپ کے مکان کے بیرونی حصے میں وارد ہوا ہوں۔ آپ خود تو وہاں موجود نہیں ہیں لیکن سیب کے اس درخت کے نیچے جو بیرونی باغچے میں نظر آ رہا ہے۔ دو نورانی صورت بزرگوار سید تشریف فرما ہیں اسی اثنا میں آپ بھی آ گئے۔ اور سلام و تحیت کے بعد ان دونوں حضرات نے اپنا تعارف کر دیا انہیں سے ایک بزرگوار امام حسین علیہ السلام اور دوسرے حضرت کے فرزند حضرت علی اکبر علیہ السلام تھے۔ حضرت امام حسین نے آپ کو دو سیب عنایت فرمائے۔ اور فرمایا کہ ایک تمہارے لئے اور دوسرا تمہارے فرزند کے لئے ہے۔ ان دونوں سیبوں کا نتیجہ دو سال کے بعد ظاہر ہوگا۔ اس کے بعد حضرت حجت العصر علیہ السلام فرجیہ کے بارے میں چھ باتیں ارشاد فرمائیں۔ عبداللہ نے بتایا کہ اس عالم میں میں نے آپ سے خواہش کی کہ ان بزرگوار سے میری شفا کی درخواست کیجئے۔ اُن دونوں حضرات میں سے ایک نے فرمایا کہ ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۱۴ھ میں دو شنبہ کے روز اس منبر کے نیچے جو فلاں کے مکان میں عزاداری کے لئے نصب ہے (اور جو میرا بھی دیکھا ہوا تھا) جاؤ اور صحت کے ساتھ واپس آؤ۔ میں شوق کے عالم میں خواب سے بیدار ہوا اور معتین دن کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اسی دو شنبہ کے روز دیکھا کہ عبداللہ دونوں بغلوں میں بیساکھیاں لگائے ہوئے آیا اور زیر منبر بیٹھ گیا۔ وہ خود بیان کرتا ہے کہ تھوری دیر بعد میرے مفلوج پانوں میں تھنخی سی پیدا ہوئی جیسے پانوں میں خون دوڑنے لگا ہو میں نے پانوں پھیلایا اور سیٹا تو معلوم ہوا کہ بالکل صحیح و سالم ہے۔ باوجود اس کے کہ ابھی روضہ خوان نے مجلس تمام نہیں کی تھی میں بغیر سہارے کے کھڑا ہو گیا۔ اور کچھ بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اپنے گرد و پیش والوں سے یہ ماجرا بیان کیا خود میں نے دیکھا کہ عبداللہ نے بیٹھ کے مجھ سے مصافحہ کیا اس کے بعد اہل مجلس کی صلوات کا نعرہ بلند ہوا اس کے فالج کا اثر بالکل زائل ہو چکا۔ چنانچہ شہر میں جشن مسرت کے جلسے منعقد ہوئے۔ اور دوسرے روز ۲۲ مہر ۱۳۱۴ھ کو صبح کے آٹھ بجے سے اکیس بجے تک میرے مکان میں بھی اعجاز حضرت سید الشہداء کے نام سے جشن منایا گیا۔ جہیں بہت کثیر جمع شریک ہوا۔ اور اس کا فوٹو بھی لیا گیا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حررہ الاحقر السید فرج اللہ الموسوی

سچا خواب

عبد صالح و پرہیزگار مرحوم حاج محمد ہاشم سلامی رحمۃ اللہ علیہ کے منہ کے اندر ایک زخم پیدا ہو گیا تھا جس سے خون اور پیپ خارج ہوتا رہتا تھا اور وہ اس سے سخت پریشان تھے۔ وہ اس کے علاج کے لئے جناب ڈاکٹر یادی کی طرف رجوع کرتے تھے یہاں تک کہ ڈاکٹر نے ان سے کہا کہ اس زخم کا علاج بجلی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ لیکن بجلی کی مشین شیراز میں نہیں ہے لہذا تہران جا کر بیمارستان شوروی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔

اُن مرحوم نے مجھ سے کہا کہ میں ڈرنا ہوں کہ اگر تہران جاؤں گا تو ماہ رمضان المبارک کے روزوں اور اس کے فیوض و برکات سے محروم رہ جاؤں گا اور اگر نہ جاؤں تو خوف ہے کہ خون اور پیپ حلق سے نیچے اتر جائے اور اکل حرام کا مرکب ہو جاؤں۔ بالآخر انھوں نے نہ جانے کا فیصلہ کیا۔

ایک روز ڈاکٹر یادی طب کی ایک کتاب لئے ہوئے ان کے گھر پہنچے اور کہا کہ گذشتہ شب خواب میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم محمد ہاشم کا علاج کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ انھیں تہران جانا چاہیئے۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، انکے مرض اور اس کے علاج کا بیان فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر لکھا ہوا ہے۔ جو تمہارے پاس موجود ہے۔ میں نے خواب سے بیدار ہو کر وہ کتاب اٹھا کر کھولی تو وہی صفحہ نکلا جس کا حوالہ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے اندر مندرجہ دوا سے خدا نے انھیں شفا بخشی اور وہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ سے روزہ رکھنے لگے۔ اُن کی رُوح پر خدا کی رحمت بے پایاں نازل ہو۔

ایک لمحے میں سات مریضوں کی شفا

نیز مرحوم سلامی موصوف علیہ الرحمہ نے تقریباً بیس سال قبل ماہ محرم الحرام میں جبکہ شیراز کے اندر چچک کا مرض پھیلا ہوا تھا اور اتفاق ہی سے کوئی ایسا گھر رہا ہو گا جس میں چچک کا کوئی مریض نہ ہو۔ اور اس بیماری میں ہلاکتیں بھی کثرت سے ہوئی تھیں۔ ایک روز فرمایا کہ آقا حاج عبدالرحیم سرفراز کے یہاں بھی سات افراد بیمار تھے۔ لیکن خدا نے انھیں حضرت سید الشہداء کی برکت سے شفا مرحمت فرمائی، پھر اس کی تفصیل بیان فرمائی۔ اس کے بعد میں نے آقائے سرفراز سے ملاقات کر کے اس واقعے کی کیفیت دریافت کی۔ انھوں نے بھی وہی بتایا جو سلامی مرحوم نے فرمایا تھا۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ اس واقعے کو اپنے قلم سے لکھ دیں تاکہ اسے اس کتاب میں شامل کر دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے تحریر فرمایا کہ تقریباً بیس سال قبل جب زیادہ تر لوگ چچک کے مرض میں مبتلا ہو رہے تھے، میرے گھر میں بھی سات نفر بیمار تھے اور سب ایک ہی کمرے کے اندر تھے۔ میں نے محرم کی آٹھویں شب مجلس عزامیں شرکت کی عرض سے مریضوں کو گھر کے اندر انھیں کے حال پر چھوڑا اور پانچ گھنٹے رات گزرنے کے بعد پریشان خاطر کے عالم میں اس اجتماعی مجلس میں چلا گیا۔ جس کے بانی مرحوم حاج ملا علی سیف علیہ الرحمہ تھے۔ عزاداری کے موقع پر سینہ زنی کے ساتھ حضرت قاسم ابن الحسین السلام کے حال میں نوحہ اور مراثی پڑھا گیا۔ مجلس عزاء سے فراغت اور غاڑ صبح ادا کرنے کے بعد میں غلٹ کے ساتھ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا اور اپنے دل میں جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے عظیم وسیلے کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں ساتوں مریضوں کی شفا کے لئے دعا کرتا رہا تھا جب گھر کے اندر پہنچا تو دیکھا کہ سچے آگ کی انگیٹھی کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہ تھوڑی سی روٹی جو ایک شب و روز قبل کی بچی ہوئی تھی آگ پر گرم کر کے پوری اشتہا کے ساتھ کھانے میں مشغول ہیں۔

یہ منظر دیکھ کے مجھ کو غصہ آ گیا کیونکہ روٹی کا اور وہ بھی ایسی روٹی کا کھانا جو ایک دن اور ایک رات پہلے کی بچی ہوئی ہو چمپک کے لٹھ کے لئے مضر ہے۔

میری بڑی لڑکی نے جب میری ناراضگی کا مشاہدہ کیا تو کہا ہملوگ اپنے ہو گئے ہیں۔ ابھی بستر سے اٹھے ہیں اور بھوکے ہیں اس لئے چائے کے ساتھ روٹی کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا چمپک کے مرض میں روٹی کھانا ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے کہا، بابا! بیٹھے تاکہ میں اپنا خواب بیان کروں۔ اور بتاؤں کہ ہم سب لوگ محتیا ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا اپنا خواب بیان کرو تو اس نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے کمرے کے اندر تیز روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایک شخص آیا ہے جس نے کمرے کے اس حصے میں ایک سیاہ فرش بچھایا اور دروازے کے پہلو میں ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا اس کے بعد انتہائی جلالت و بزرگی کے ساتھ پانچ حضرات تشریف لائے جن میں ایک جلیل القدر خاتون بھی شامل تھیں۔ انھوں نے پہلے کمرے کے طاقتوں اور دیوار پر لگے ہوئے کتبوں اور ان میں لکھے ہوئے چارہ معصومین علیہم السلام کے اسمائے گرامی کو خوب غور سے ملاحظہ فرمایا۔ پھر اس فرش سیاہ کے اطراف میں بیٹھ کے اپنی بغلوں سے چھوٹے چھوٹے قرآن مجید نکال کے پڑھ دیے۔ دیر نہ لڑتے فرمائی۔ اس کے بعد ان میں سے ایک بزرگوار نے عربی زبان میں حضرت قائم کے حالات میں روضۂ خوانی شروع کی۔ چونکہ وہ بار بار حضرت قائم کا نام لے رہے تھے لہذا میں نے سمجھ لیا کہ انھیں کے مصائب پڑھ رہے ہیں۔ سبھی حضرات بہت شدت سے گریہ فرما رہے تھے۔ بالخصوص وہ معظّمہ بہت ہی پُرسوز گریہ فرما رہی تھیں۔ مجلس کے بعد وہ شخص جو پہلے آتا تھا چھوٹے چھوٹے ظروف میں قبوہ جیسی کوئی چیز لایا۔ اور ان حضرات کے سامنے رکھ دی۔ عجبو عجب تھا کہ اس جلالت و عظمت کے باوجود سب برسہ برسہ بکیوں ہیں؟۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کے پوچھا، کہ آپ کو خدا کا واسطہ یہ بتائیے کہ آپ حضرات میں کون سے بزرگ حضرت علی علیہ السلام ہیں؟ ان میں سے ایک نے جواب دیا میں ہوں۔ اُن کے چہرے سے بہت ہی عجب اور بہت آشکار تھی۔ میں نے کہا، خدا کے واسطے یہ فرمائیے کہ آپ کے پاؤں برہنہ کیوں ہیں؟ تو انھوں نے روتے ہوئے فرمایا کہ ہم ان ایام میں عزادار ہیں اسی لئے ہمارے پاؤں برہنہ ہیں۔ ان میں سے صرف اُن معظّمہ کے قدم لباس میں پوشیدہ تھے۔ میں نے عرض کیا

کہ ہم سب بچے بیمار ہیں۔ اور ہماری ماں اور خالہ بھی مریض ہیں۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور ہم میں سے ہر ایک کے سر اور چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا، پھر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ سوا تمھاری ماں کے سب اپنے ہو گئے۔ میں نے کہا میری ماں بھی تو بیمار ہیں فرمایا انھیں جانا ہے۔ یمن کے میں نے رونما شروع کیا۔ اور مزید التجا کی۔ میری عاجزی اور گریہ و زاری دیکھ کے آپ اٹھے۔ اور میری ماں کے حواف پر بھی ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد کمرے سے جانے لگے تو میری جانب رخ کر کے فرمایا کہ تم پر نماز لازم ہے کیونکہ جب تک انسان کی پلکیں جھپکتی ہیں اس پر نماز فرض ہے۔ میں گلی کے دروازے تک ان کے پیچھے پیچھے گئی تو دیکھا کہ ان حضرات کے لئے جو سواریاں لائی گئی ہیں ان پر سفید پوش شیشیں پڑی ہوئی ہیں۔ جب وہ حضرات چلے گئے تو میں واپس آ گئی۔ اس وقت نیند سے آنکھ کھلی تو صبح کی اذان سُنی۔ اپنے بھائیوں اپنی ماں اور اپنی خالہ کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا تو دیکھا کہ اب کسی کو بخار نہیں ہے۔ ہم سب اٹھے اور صبح کی نماز پڑھی۔ چونکہ ہم لوگ شدت سے جھوک محسوس کر رہے تھے لہذا چلے بنا کے اس کے ساتھ چلی ہوئی روٹی کھانے میں مشغول ہو گئے اور اس کے منتظر تھے کہ آپ آئیں اور صبح کے ناشتے کا انتظام کریں۔

اس کے بعد سبھی ساتوں افراد صحیح و سالم ہو گئے۔ اور کسی ڈاکٹر یا دوا کی احتیاج ہی نہیں رہی۔

فوری قبولیت

فقہ اور عادل جناب حاج علی آقا سلمان منش (بزاز) سلمہ اللہ تعالیٰ نے جن کی پارسائی اور پڑھنے کی گاری کو عام طور سے سبھی لوگ تسلیم کرتے ہیں، بتایا کہ ایک بار میری بائیں ران کی بغل (گھڑی) میں ایک زخم پیدا ہو گیا جس سے میں سخت اذیت میں تھا۔ اور جراحی کے لئے ہسپتال تک جانا بھی دشوار تھا۔ ایک رات سحر کے وقت نماز شب کے لئے اٹھا تو شدید بلو محسوس ہوئی۔ جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اسی زخم کی جگہ سے آگہی ہے۔ میں بہت پریشان ہوا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے ایک عمر اسلام کے زیر سایہ تیری بندگی، اور محمد آل محمد علیہم السلام کی دوستی میں بسر کی ہے۔ اب تو اس امر پر راضی نہ ہو کہ میں اس بلا میں گرفتار ہو کر ان لوگوں کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جاؤں جو دین اسلام سے خارج ہیں۔ خلاصہ یہ کہ میں شدید رقت کی وجہ سے بالکل بیخود ہو گیا جس وقت اپنے ہوش میں آیا تو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی ہے۔ اس پر اور بھی صدمہ ہوا کہ تہجد سے محروم رہا اس کے بعد طہارت کے لئے بالا خانے کے زینوں سے تیزی کے ساتھ نیچے آیا۔ پھر ایک بار توجہ ہوئی کہ میں پاؤں کے اس درد کے باوجود اتنی سرعت سے کیونکر نیچے آیا۔ اب دیکھا کہ پاؤں میں درد نہیں ہو رہا ہے۔ درد کے مقام پر ہاتھ رکھا پھر بھی درد محسوس نہیں ہوا۔ روشنی میں آکر محل زخم کو دیکھا تو زخم کا کوئی اثر نظر نہیں آیا یہاں تک کہ اس کی جگہ بھی ظاہر نہ تھی اور دابھنے پاؤں سے اس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ آقائے حاج علی آقانے فرمایا کہ اس واقعے کے اندر میرے لئے اور بھی بہت سے مواقع ایسے پیش آئے جب میں خود یا میرے متعلقین کسی سخت مرض یا کسی بڑی پریشانی میں مبتلا ہوئے اور دعا کے وسیلے اوصیائے علیہم السلام کے توسل سے خدا نے اس سے نجات عطا فرمائی جو کچھ بیان کیا گیا یہ انھیں میں سے ایک نمونہ ہے۔

قرآن مجید کا فیض

نیز جناب حاج علی آقانے فرمایا کہ میں بچپن میں مکتب نہیں گیا اور جاہل رہ گیا۔ آغاز جوانی میں قرآن مجید پڑھنے کی شدید آرزو پیدا ہوئی یہاں تک کہ ایک شب یہ تمنا پوری ہونے کے لئے حضرت حجت علی اللہ تعالیٰ فرجہ سے متوسل ہوا۔ خواب میں دیکھا کہ میں کربلائے معلیٰ میں ہوں۔ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا، اس گھر میں حضرت سید الشہداء کی مجلس عزائم پڑھے یہاں آ کے روضہ خوانی سنو۔ میں تیار ہو گیا اور جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ دو بزرگوار سید بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے ایک ظرف میں آگ رکھی ہوئی ہے۔ اور پہلو میں ایک دسترخوان ہے جس میں روٹیاں ہیں۔ پس انھوں نے اس میں سے تھوڑی روٹی گرم کر کے مجھے مرحمت فرمائی اور میں نے اسے کھالیا اس کے بعد روضہ خوان نے مصائب الیبیس کا ذکر کیا۔ مجلس تمام ہونے کے بعد میں خواب سے بیدار ہوا تو محسوس ہوا کہ میری آرزو پوری ہو گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کھولا تو دیکھا کہ میں باقاعدہ پڑھ سکتا ہوں۔ اس کے بعد مجلس قرات قرآن مجید میں حاضر ہوا، وہاں اگر کوئی شخص غلط پڑھتا تھا یا اشتباہ کرتا تھا تو میں اسے ٹوک دیتا تھا۔ یہاں تک کہ قرات کے استاد کو بھی اگر کوئی اشتباہ ہو جاتا تھا تو میں متوجہ کر دیتا تھا۔

استاد نے کہا کہ تم کل تک تو بالکل بے سواد تھے اور قرآن پڑھنے پر قادر نہیں تھے اب کیا ہو گیا ہے۔ کہ ایسے ہو گئے ہو۔ میں نے کہا، حضرت حجت علی اللہ فرجہ کی برکت سے اس مقصد میں کامیاب ہوا ہوں۔

اب حاجی موصوف قرات کے استاد میں اور ماہ رمضان المبارک کی شبوں میں ان کی مجلس قرات کا ناغہ نہیں ہوتا ہے۔

حاجی موصوف کے عجائب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اکثر خواب میں آئندہ امور کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور سمجھ لیتے ہیں کہ کل کیا ہو گا۔ کس شخص سے ملاقات ہوگی، کس سے معاملہ ملے ہو گا۔

اور اس معاملے میں فائدہ کو سقد رہے گا۔

ایک بار مجھ سے کہا کہ خدائے تعالیٰ جلد ہی آپ کے فرزند (آقائے سید محمد ہاشم) کو بیٹا عطا فرمائے گا۔ اس کا نام اپنے والد مرحوم کے نام پر سید محمد تقی رکھیں گے۔ زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ خدائے انھیں بیٹا عنایت فرمایا۔ اور ہم نے اس کا نام محمد تقی رکھا۔

وہ بچہ ولادت کے بعد سخت بیمار ہوا۔ یہاں تک کہ اس کے بچنے کی امید جاتی رہی۔ تو حاجی موصوف نے پھر فرمایا کہ یہ بچہ اچھا ہو جائے گا۔ اور زندہ رہے گا۔ چنانچہ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ خدائے انھیں شفا بخشی اور وہ اب بحمد اللہ پانچ سال کا صحیح و سالم ہے۔ اسے بالجلہ وہ تقویٰ و پرہیزگاری اور مستحبات بالخصوص نوافل یومیہ کی مستقل پابندی کے نتیجے میں صفائے نفس کے حامل اور حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے لطف و عنایت کے اہل و حقا قرار پا چکے ہیں۔

ضمنی طور سے یہ جان لینا چاہیے کہ بعض نفوس کے آئندہ امور سے آگاہ ہو جانے اور اُن کی خبر دینے کا راز یہ ہے کہ خدائے قادر و متعال نے دنیا کی آخر عمر تک پیش آنے والے تمام کئی و جزئی حوادث کو نبیہ اور مقدرات کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی روحانی کتابوں میں سے ایک کتاب اور معنی الواح میں سے ایک لوح میں ثبت فرمادیا ہے، چنانچہ سورہ حدید میں فرماتا ہے۔

”آفاق نفوس میں کوئی مصیبت واقع نہیں ہوتی ہے لیکن یہ کہ اس کے وجود سے قبل وہ کتاب الہی میں درج ہے اور یہ کام (یعنی تمام امور کا ایک لوح میں ثبت ہونا خدا کی بے پایاں قدرت کے نزدیک) اس پر سہل ہے۔ تاکہ تم اپنی چیز کے ضائع ہونے پر رنجیدہ نہ ہو۔ (یعنی یہ جان لو کہ خدا کے نزدیک اسمیں تمہارے لئے بہتر ہی ہے۔ اور اس نے اس چیز کے فوت ہونے کو پہلے ہی معین اور ثبت فرمادیا ہے) اور کسی ایسی چیز پر خوشحال اور نازاں نہ ہو۔ جو تمہیں حاصل

۱۔ اب اس کتاب کے چھپنے کے وقت وہ سات کا ہو چکا ہے۔ اور دبستان فرصت کے پہلے سال میں

تحصیل علم کر رہا ہے۔ ۱۲۔ ناشر نسخہ فارسی

ہو گئی ہو۔ (یعنی یہ سمجھ لو کہ اُسے خدائے تمہارے لئے مقدر اور مقرر فرمایا ہے) ۱۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ بعض صاف اور پاکیزہ نفوس حالت خواب میں مادی قیود سے اس حد تک آزاد ہو جائیں کہ ارواح شریفہ الواح عالیہ اور کتب الہی سے متصل ہو جائیں اور بعض ایسے امور سے آگاہ ہو جائیں جو اُن کے اندر ولایت کئے گئے ہیں۔ پھر بیداری اور جسم کی طرف روح کی مکمل واپسی کے وقت ان کی خیالی قوت ان میں کوئی تصرف نہ کرے، اور جو کچھ انھوں نے دیکھا ہے بعینہ اُن کے حافظے میں باقی رہے تاکہ دوسروں کو اس کی خبر دے سکیں۔

۱۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَ هَآؤُلَآءِ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۚ تَأْتُوا عَلَىٰ مَا فُتِنْتُمْ وَلَا تَفْتَرُونَ عَلَيْنَا مَا أَتَيْنَاكُمْ بِهِ۔

سورہ حدید آیت ۲۳

قرآن مجید سے توسل اور خوشحالی میں عجلت

جناب حاج محمد حسن ایمانی نے بتایا کہ ایک زمانے میں میرے والد مرحوم آقا علی اکبر خاڑہ کے تجارتی کاروبار میں خلل آگیا انکے ذمے مطالبات کی اتنی کثرت ہو گئی کہ وہ انکی ادائیگی سے معذور ہو گئے انھیں اوقات میں جناب عالم ربانی مرحوم حاج شیخ محمد جواد بید آبادی (جن کا پہلی اور چوتھی داستان میں کچھ ذکر ہو چکا ہے) اصفہان سے شیعہ انکے لئے روانہ ہوئے۔ اور چونکہ میرے والد مرحوم کو ان بزرگوار سے بہت ارادت و عقیدت تھی لہذا وہ شیعہ ازم میں ہمارے ہی یہاں مہمان ہوتے تھے جب والد مرحوم کو خبر ملی کہ آقا بید آبادی آبادہ پہنچ چکے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اس معاشی تنگی اور شدید پریشانی حالی کے موقع پر ان کا آنا مناسب نہیں تھا جب موصوف زرقان پہنچے تو مزید پانچ تومان ادا کر کے ایک تیز رفتار سواری کرایہ پر لی تاکہ روز جمعہ کے وقت ظہر سے پہلے شیعہ ازم پہنچ جائیں اور غسل جمعہ بحال لائیں (کیونکہ وہ بزرگوار مستحبات کے سختی سے پابند تھے، بالخصوص غسل جمعہ کے جو سنت موکدہ ہے) خلاصہ یہ کہ وہ ظہر جمعہ سے قبل ہمارے گھر پہنچ گئے اور جب والد مرحوم سے انکی ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ بے موقع اور بے مناسبت نہیں آیا ہوں تیم آج کی شب سے تمام اہل خانہ کے ہمراہ اس تفصیل کے ساتھ سورہ مبارکہ انعام کی تلاوت شروع کرو کہ طلوع صبح اور طلوع آفتاب کے درمیان قراوت میں مشغول ہو جاؤ اور آیتُ الْفَتْحِ ذُو الْحِجَّةِ کی آخر تک اسمائے مبارکہ ”رب“ اور ”محمد (و علی)“ کے اعداد کے مطابق ۲۰۲ مرتبہ تکرار کرو۔ اس کے بعد تمام تشریف لے گئے اور غسل جمعہ کر کے واپس ہوئے۔

ہم لوگوں نے اسی رات سے مذکورہ تلاوت شروع کر دی چنانچہ دو ہفتوں کے بعد ہی فارغ البالی کا دور آگیا، ہفتہم کی تنگی اور پریشانی دور ہو گئی اور ہم نے والد مرحوم کی آخری عمر تک انتہائی خوشحالی اور آسائش کے ساتھ زندگی بسر کی۔

ایک بہت ہی عجیب داستان

تقریباً پندرہ سال قبل میں نے قم اور نجف اشرف کے علمائے اعلام کی ایک جماعت سے سنا کہ ایک ستر سالہ بوڑھے انسان موسوم بہ کر بلائی محمد کاظم کریمی ساروقی ملے کو جو بالکل بے سواد اور پڑھنے لکھنے سے محروم تھے تمام قرآن مجید اس طرح سے تفویض ہوا کہ وہ مندرجہ ذیل ایک عجیب طریقے سے سارے قرآن کے حافظ بن گئے۔

ایک پختہ پنہ کو عصر کے وقت کر بلائی محمد کاظم ایک امام زادے کی زیارت کے لئے گئے جو اسی مقام پر مدفون ہیں۔ جب وہاں پہنچے تو دو نفر بزرگوار سیدوں کو دیکھا جنھوں نے ان سے فرمایا کہ حرم کے اطراف میں جو عبارت لکھی ہوئی ہے اسے پڑھو۔

انھوں نے کہا، حضرات! میں پڑھا لکھا نہیں ہوں اور قرآن نہیں پڑھ سکتا۔ انھوں نے فرمایا، انہیں تم پڑھ سکتے ہو۔ ان حضرات کے التفات اور فرمائش کے بعد ان پر بخودی کی حالت طاری ہوئی۔ اور یہ اسی جگہ گر پڑے اور دوسرے روز وقت عصر تک اسی حالت میں رہے۔ یہاں تک کہ گاؤں کے لوگ امام زادے کی زیارت کے لئے آئے تو انھیں پڑا ہوا پایا۔ چنانچہ انھیں اٹھا کر پیش میں لائے۔ جب ان کی نظر کتابت پر پڑی تو دیکھا کہ سورہ جمعہ ہے۔ اور اسے شروع سے آخر تک پڑھ لیا۔ اس کے بعد اپنے آپ کو تمام قرآن مجید کا حافظ پایا، چنانچہ ان سے جس سورے کے لئے فرمائش کی جاتی تھی اسے اپنے حافظے کی طاقت پر بالکل صحیح طریقے سے پڑھ کے سنا دیتے تھے۔

میں نے مرحوم میرزا سے حجتہ الاسلام شیعہ رازی کے پوتے آقا میرزا حسن سے سنا کہ میں نے ان کا کمر امتحان لیا ہے۔ ان سے جس آیت کے بارے میں پوچھتا تھا فوراً بتا دیتے تھے

کہ یہ فلاں سورے کی آیت ہے۔

اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ہر سورے کو الٹا بھی پڑھ سکتے تھے۔ سورے کے آخر سے شروع کر کے اس کی ابتدا تک پڑھ لیتے تھے۔

موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ کتاب تفسیر صافی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اُسے کھول کے اُن کے سامنے رکھا اور کہا، یہ قرآن ہے۔ اُسے اس کی تحریر کے مطابق پڑھئے انھوں نے کتاب ہاتھ میں لے کے اس پر نظر کی تو کہا کہ جناب یہ پورا صفحہ قرآن نہیں ہے۔ پھر آیہ مبارک پر ہاتھ رکھ کے کہتے تھے، صرف یہ سطر قرآن ہے، یا یہ آدھی سطر قرآن ہے۔ اسی طرح دیگر آیات کی نشاندہی کرنے پر بتاتے تھے کہ باقی قرآن نہیں ہے۔

میں نے کہا آپ یہ کہاں سے کہہ رہے ہیں درحالیکہ آپ عربی اور فارسی سے نا بلد ہیں۔ تو انھوں نے کہا جناب! خدا کا کلام نور ہے۔ یہ حصہ نورانی ہے اور دوسرا حصہ تاریک ہے۔ (نورانیت قرآن کی نسبت سے)

میں نے ایسے چند دیگر علمائے اعلام سے بھی ملاقات کی ہے۔ جو فرماتے تھے کہ ہم سبھی نے ان کا امتحان لیا۔ اور یقین کیا ہے کہ ان کا معاملہ خارق عادت ہے۔ اور مبدی فیاض جبل علی سے ان پر یہ فیضان ہوا ہے۔

سالنامہ نور دانش ۱۳۳۵ھ کے صفحہ ۲۲۳ پر کربلائی محمد کاظم موصوف کی تصویر شائع ہوئی ہے۔ اور ”نمونہ از اشراقات ربانی“ (یعنی خدائی الہامات کا ایک نمونہ) کے عنوان کے تحت ایک مقالہ بھی چھپا ہے جس میں ان کے امور کے غیر معمولی اور خارق عادت ہونے پر چند جلیل القدر علماء کی شہادتیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ لکھتے ہیں، مذکورہ بالا تمام دستخطوں کے پیش نظر کربلائی ساروقی کے حفظ قرآن کا وہی ہونا دو دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) اُن کی بے سوادگی اور لکھنے پڑھنے کی صلاحیت سے محرومی جس کی ان کی لہجہ کی تمام باشندے گواہی دیتے ہیں اور کسی ایک شخص نے بھی اس کے خلاف بیان نہیں دیا ہے میں (یعنی مضمون نگار) نے خود ذاتی طور پر تہران میں مقیم ساروقیوں سے تحقیق کی اور باوجود

اس کے کہ ان کی بے سوادگی کا موضوع کثیر الاشاعت جرائد و اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ آج تک کسی نے اس کی تردید نہیں کی ہے۔

(۲) ان کے حفظ قرآن کے بعض خصوصیات جو تحصیل علم و درس و تدریس کے دائرے سے خارج ہیں۔ مثال کے طور پر۔

۱۔ جب کوئی عربی یا غیر عربی لفظ یا کلمہ ان کے سامنے پڑھا جائے تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ قرآن مجید کے اندر ہے یا نہیں ہے۔

۲۔ اگر کسی قرآنی کلمے کے بارے میں اُن سے پوچھا جائے تو فوراً بتا دیتے ہیں کہ یہ کس پارے اور کس سورے میں ہے۔

۳۔ اگر کوئی کلمہ یا فقرہ قرآن مجید میں چند مقامات پر استعمال ہوا ہو تو بلا تکلف ان تمام مواقع کی تعداد بتا دیتے ہیں اور ہر ایک کے بعد کی عبارت بھی پڑھ دیتے ہیں۔

۴۔ اگر کسی آیت کا ایک لفظ یا ایک حرکت غلط پڑھ دی جائے یا اس میں زیادتی یا کمی کر دی جائے تو بغیر سوچے سمجھے متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسے بتا دیتے ہیں۔

۵۔ اگر چند سوروں سے چند فقرے یکے بعد دیگرے پڑھے جائیں تو بلا اشتباہ ہر ایک کا محل وقوع بیان کر دیتے ہیں۔

۶۔ جو قرآن انھیں دیا جائے اس کی ہر آیت و کلمے کی نور انشاندہی کر دیتے ہیں۔

۷۔ جس وقت ایک عربی یا غیر عربی صفحہ پر دیگر کلمات کے مطابق کوئی آیت لکھ دی جائے تو آیت کا امتیاز کر لیتے ہیں جس کی تشخیص اہل علم و فضل کے لئے بھی دشوار ہے۔ ایک

بہترین حافظ والا انسان صرف بیس صفحات کے فارسی زبان والے ایک جزو کے بارے میں بھی ان خصوصیات کا حامل نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ قرآنی آیات کے بارے میں جن علماء کی شہادتیں نقل کر نیچے لکھتے ہیں۔ کہ کربلائی کاظم کی یہ قرآنی مہریت، ان لوگوں کے لئے حیرت انگیز تھی جن لوگوں نے اپنی محدود فہم و فکر کو مادیات کی چہاردیواری میں قید کر رکھا ہے۔ اور ماورائے طبیعت کے منکر ہیں۔ ساتھ ہی یہ امر عجیب چند گراہوں کی ہدایت کا باعث بھی ہوا۔ لیکن یہ امر اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود اہل توحید کی نظر میں افاضات

خداوند کی پیکر اس شعاعوں میں سے ایک چھوٹی سی شعاع اور کمترین مظاہر قدرت میں سے ہے۔ صوفی نہیں ایسے خارق عادت امور انبیاء اور نمایندگان حق کے ذریعہ بار بار ظہور پذیر ہوتے رہے اور یہ واقعات تواریخ کے صفحات میں درج اور محفوظ ہیں۔ زمانہ حال میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جو مبدئ قدرت سے قرب و ارتباط کے سبب صاحب کرامات ہیں اور انکی اہمیت ہمارے حافظ قرآن سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اس مقالے کے آخر میں ایک نکتے کا تذکرہ لازمی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس حافظ قرآن کا حال مشہور ہونے اور اہل تہران سے ان کی شناسائی کے بعد میں نے بازار کے چند متدین اشخاص سے سنا کہ مرحوم حاج آقا بھٹی کے زمانے میں ایک کے زمانے میں ایک نابینا شخص حاجی عبود کی مسجد سید عذرا اللہ میں آمدورفت تھی۔ وہ اندھا ہونے کے باوجود کربلائی ساروقی کے خصوصیات کے ساتھ حافظ قرآن تھا۔ وہ بھی کوری کے عالم میں مقام آیت کی نشاندہی کرتا تھا۔ اور لوگوں کے لئے قرآن مجید سے استخارہ بھی کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز قرآن مجید کے سائزر کے برابر ایک فرانسیسی لغت استخارے کے لئے اس کے ہاتھ میں دی گئی تو فوراً اسے پھینک دیا اور ناراض ہو کر کہا یہ قرآن نہیں ہے ایک ایسی نشہ ست میں جہاں یہ حافظ قرآن بھی موجود تھا یونیورسٹی کے محترم استاد جناب آقائے ابن الدین نے حاجی عبود کے خصوصیات کی تصدیق کی اور بیان کیا کہ تم میں آقائے مصباح کے گھر پر مرحوم آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم حائری کے حضور میں انھوں نے ان سے ملاقات کی اور ان کی آزمائش کی ہے۔

یہ قدرت کے آثار میں سے ہے جو کبھی کبھی لوگوں کی ہدایت اور حجت ظاہری کے اتمام کے لئے ظاہر ہوتے ہیں۔

إِنَّ إِلَهَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

حُسینی مُعْجزہ

مرد صالح و پرہیزگار مرحوم محمد اسماعیل بیگ نے جن کی نظیر اہلبیت علیہم السلام سے توکل اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے گہری عقیدت کے بارے میں بہت ہی کمیاں ہے اور جنھیں اس باب رحمت سے ظاہری و باطنی فیوض و برکات بھی نصیب ہوئے اور جو ماہ رمضان ۱۲۸۵ھ میں رحمت الہی سے واصل ہوئے۔ بیان کیا کہ میں چند سال کے سن میں آنکھوں کے درد میں مبتلا ہوا۔ اور تین سال تک اس مصیبت میں گرفتار رہا۔ یہاں تک کہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گیا۔ ماہ محرم کے ایام عاشورہ میں میرے محرم ماموں حاج محمد تقی اسماعیل بیگ کے گھر پر روضہ خوانی کی مجلس تھی۔ چونکہ گرمی کا موسم تھا لہذا برف کا شربت تقسیم ہو رہا تھا میں نے اپنے ماموں جان سے خواہش کی کہ میں لوگوں کو شربت دینا چاہتا ہوں فرمایا کہ تم دیکھ نہیں سکتے۔ تم سے یہ کام نہ ہو سکے گا۔ میں نے کہا کوئی دوسرا آدمی میرے ساتھ کر دیجئے۔ جو مجھے مدد دیتا ہے۔ انھوں نے اسے منظور فرمایا اور میں نے خود انھیں کی اعانت سے چند اشخاص کو شربت تقسیم کیا۔

اسی آثار میں مرحوم معین الشریعت اصطہبانانی منبر پر تشریف لے گئے اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے مصائب پڑھنے لگے میں سخت متاثر ہوا۔ اور روتے روتے غش کر گیا۔ اسی بے خودی کی حالت میں ایک معظّمہ نے جو میرے خیال میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا تھیں میری دونوں آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم اچھے ہو گئے اب تمھاری آنکھوں میں کبھی درد نہ ہو گا۔ پس میں نے آنکھیں کھولیں اور اہل مجلس کو دیکھا تو شاد و خرم دوڑتا ہوا اپنے ماموں کے پاس پہنچا۔ تمام اہل مجلس میں جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ اور سب نے مجھے گھیر لیا میرے ماموں کے کہنے پر مجھے ایک کمرے میں لے گئے۔ اور لوگوں کو متفرق کیا۔ نیز انھوں نے نقل کیا کہ چند سال قبل میں ایک تجربے میں مشغول تھا اور اس چیمہ سے غافل تھا کہ میرے

قریب ایک طرف الکول سے بھرا ہوا رکھا ہے۔ میں نے ماچس کی سیلی جلائی تو دفعتاً الکول نے آگ پکڑ لی جس سے آنکھوں کے ہوا یہ لاسار ابدان ٹھلس گیا اور میں کئی مہینے ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری آنکھیں کیسے سچ گئیں۔ میں نے کہا ابا م حنین علیہ السلام کا عطیہ ہے۔ اور یہ وعدہ ہے کہ آخر عمر تک میری آنکھیں درد نہ کریں گی۔

(۳۳)

موت سے نجات

یقین کی منزل پر فائز مرحوم عباس علی مشہور بہ "حاج مومن" بہت سے مسکا شفا کے حامل تھے تقریباً تیس سال تک سفر و حضر میں مجھ کو ان کی مصاحبت کی نعمت حاصل رہی۔ اور دو سال ہوئے وہ مرحوم رحمت ایزدی سے واصل ہوئے ان کے بارے میں متعدد واقعات مشہور ہیں۔ مجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ حکومت کے جاسوسوں نے ان کے ماموں زاد بھائی "عبدالنبی" کے پاس اسلحہ کی موجودگی دکھائی اور انھیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا اور آخر کار انھیں سترائے موت کا حکم سنایا گیا۔ ان کے باپ سخت پریشان، نالاں و گریاں اور مایوسی کا شکار تھے۔ حاجی مومن مرحوم نے ان سے کہا کہ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے آج کے دور میں تمام امور امام دو آندہم حضرت ولی عصر علیہ السلام فرجہ کے ارادے اور اختیار کے ماتحت ہیں۔ آج کی رات شب جمعہ ہے۔ ہم ان حضرت سے توسل ہوتے ہیں۔ خدا قادر ہے کہ ان حضرت کے برکات سے آپ کے فرزند کو نجات بخشے۔ پس اس رات کو حاجی مومن اور اس لڑکے کے ماں باپ نے شب بیداری کی اور نماز امام سے توسل اور حضرت کی زیارت میں سرگرم رہے۔ اس کے بعد آیہ مبارکہ اَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاكَ وَيَكْشِفُ

الضَّوْعَ کی قراوت میں مشغول ہوئے۔ آخر شب تینوں اشخاص نے مشک کی ایک عجیب خوشبو محسوس کی۔ اور ان حضرت کے نورانی جمال کی زیارت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری زیارت قبول ہوئی۔ خدا نے تمہارے فرزند کو نجات بخشی اور وہ کل اپنے گھر آجائے گا۔

حاج مومن مرحوم کہتے تھے کہ عبدالنبی کے ماں باپ جمال مبارک کے دیدار سے بے طاقت ہو گئے۔ اور صبح تک مہوش و بی ہوش رہے۔ جب دن ہوا تو اپنے فرزند کی خبر لینے کے لئے گئے۔ کیونکہ انھیں اسی روز پھانسی دی جانے والی تھی۔ انھیں بتایا گیا کہ ان کی سترائے موت ملتوی ہو گئی ہے۔ اور طے ہوا ہے کہ ان کے مقدسے پر نظر ثانی کی جائے۔ چنانچہ وہ فہر سے پہلے ہی رہا کر دیئے گئے اور وہ صحیح و سالم اپنے گھر آ گئے۔

سخت امراض اور شدید مصائب میں حاضر مومن مرحوم کی استجاب دعا کے بہت سے واقعات ہیں۔ یہ واقعہ ان میں سے ایک نمونہ ہے۔ ان کی پاک روح پر خدا کی بے پایاں رحمت نازل ہو۔



حضرت ولی عصر کی دادرسی

نیز حاجی مومن موصوف علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ محکو نوجوانی کے زمانے میں حضرت حجت علیہ السلام کی زیارت اور ملاقات کے شدید اشتیاق نے اس قدر بے قرار کیا کہ جب تک آقا کا دیدار نہ ہو میں نے کھانا پینا اپنے اوپر حرام کر لیا (در اصل یہ عہد نادانی اور شدت اشتیاق کی وجہ سے تھا) اور دو شبانہ روز کچھ نہیں کھایا۔ تیسری شب اضطراب کے عالم میں تھوڑا سا پانی پی لیا۔ اس کے بعد مجھے غشی طاری ہو گئی۔ اُسی حالت میں میں نے حضرت حجت علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے مجھے متنبہ فرمایا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو، اور اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ میں تمہارے لئے کھانا بھیج رہا ہوں اُسے کھاؤ۔ پس میں اپنے پوش میں آگیا رات کا تہائی حصہ گزارا تو میں نے دیکھا کہ مسجد (مسجد سر دزک) خالی ہے کوئی متنفس اس کے اندر نہیں ہے۔ اور کوئی شخص مسجد کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے اٹھ کے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب اس طرح سے اپنے سر پر عبادا لے ہوئے ہیں کہ پچلے نہ جاسکیں۔ انھوں نے عبا کے نیچے سے ایک ظرف غذا سے پُر نکال کے مجھے دیا۔ اور دو مرتبہ فرمایا کھاؤ، اور اس میں سے کسی کو نہ دینا اور اس ظرف کو منبر کے نیچے رکھ دینا۔ اس کے بعد وہ چلے گئے میں مسجد میں واپس آیا تو دیکھا کہ پتے ہوئے چاول اور ان کے ساتھ ٹھنڈا ہوا مرغ ہے۔ میں نے اس میں سے کھایا اور مجھ کو ایسی لذت حاصل ہوئی کہ اس کو بیان کرنا طاقت سے باہر ہے دوسرے روز غروب آفتاب سے قبل مرحوم میرزا محمد باقر جو اس زمانے کے اختیار و ابرار افراد میں سے تھے تشریف لائے۔ پہلے مجھ سے ظروف کا مطالبہ کیا اس کے بعد ایک کیسے میں کچھ پیسے عنایت کئے۔ اور فرمایا کہ تمہیں سفر کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ پیسے لو اور جناب آقا

سید ہاشم (پیش نماز مسجد سر دزک) کے ہمراہ جو عازم مشہد مقدس ہیں روانہ ہو جاؤ! راستے میں ایک بزرگ سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ جن سے تمہیں فیض حاصل ہوگا۔

حاجی مومن کہتے ہیں کہ میں انھیں بیسوں کے ساتھ مرحوم آقا سید ہاشم کی ہمراہی میں روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ تہران پہنچا۔ جب تہران سے آگے بڑھا تو ایک روشن ضمیر پوڑے مینر گوار نے اشارہ کیا اور گاڑی ٹھہر گئی۔ وہ مرحوم آقا سید ہاشم کی اجازت سے (کیونکہ پوڑے گاڑی انھیں نے کرائے پر لی تھی) سوار ہوئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اثنائے راہ میں مجھے بہت سی نصیحتیں اور ہدایتیں کیں۔ اور ضمناً میری آخری عمر تک پیش آنے والے حالات اور واقعات سے مجھے مطلع کیا۔ اس کے علاوہ جن چیزوں میں میری بھلائی تھی ان سے آگاہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے جن باتوں کی خبر دی تھی وہ سب کی سب پیش آئیں۔ ساتھ ہی مجھے قہوہ خانے (ہوٹل) کے کھانے سے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ مشتبہ لقمہ قلب کے لئے مضر ہے ان کے ساتھ ایک دسترخوان تھا، جب کھانے کی خواہش ہوتی تھی تو اس میں سے تازہ روٹی نکالتے تھے جس میں سے مجھے بھی دیتے تھے۔ اور کبھی سبزر کش پیش نکال کر مجھے دیتے تھے، جب ہم قدم سگاہ میں پہنچے تو فرمایا میری موت قریب ہے۔ اور میں مشہد مقدس تک نہ پہنچ سکوں گا۔ جب میں مر جاؤں تو میرا کفن میرے ساتھ ہے۔ اور مبلغ بارہ تومان بھی ہیں۔ اس رقم سے میرے لئے صحن مقدس کے گوشے میں قبر مہیا کرنا۔ اور میری تجہیز و تکفین کا کام جناب آقا سید ہاشم سے متعلق ہوگا۔ حاج کہتے ہیں کہ سُن کر مجھ پر وحشت طاری ہوئی اور میں مضطرب ہوا تو فرمایا کہ سکون سے رہو۔ جب تک مجھ کو موت نہ آجائے کسی سے کچھ نہ کہنا، اور جو خدا کی مرضی ہے اس پر راضی رہو جب ہم کو ہر طرف پر پہنچے تو (پہلے زائرین کا راستہ اسی طرف تھا) تو گاڑی ٹھہر گئی۔ اور مسافر با پیادہ ہو کر حضرت رضا علیہ السلام کو سلام کرنے میں مشغول ہوئے۔ اور ڈرائیور گنبد نمائی کا انعام طلب کرنے میں مصروف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عزم پیہ مرد ایک گوشے میں گئے۔ قبر مطہر کی طرف متوجہ ہو کر سلام کیا اور شدید گریہ کرنے کے بعد کہا کہ میں اس سے زیادہ لیاقت نہیں رکھتا تھا۔ کہ آپ کے روضہ اقدس تک پہنچ سکوں۔ اس کے بعد رو بہ قبلہ ہو کر لیٹ گئے۔ اور اپنی سسر سے اور بھلی ایک

لحے کے بعد میں ان کے سر پر ہونچا اور عبا کو بٹایا تو دیکھا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میرے رونے پینے سے سب مسافر جمع ہو گئے۔ میں نے ان کے کچھ چشم دید حالات بیان کئے۔ جس پر سبھی لوگ ہنسنے لگے۔ اور ان کے جنازہ مبارک کو اسی گاڑی سے شہر میں لاکر محنت مقدس میں دفن کیا۔



(۲۵)

موت کے وقت کی خبر

حاج مومن موصوف علیہ الرحمہ سید زاہد و عابد جناب سید علی خراسانی کے بارے میں جو چند سال تک مسجد سردک کے حجرے میں معتکف اور مشغول عبادت رہے تھے چند باتیں نقل کرتے تھے۔ منجملہ انھوں نے بتایا کہ انتقال سے ایک ہفتہ قبل سید موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ شب جمعہ میں سحر کے وقت میرے پاس آجانا کیونکہ وہ میری زندگی کی آخری رات ہوگی۔ میں شب جمعہ میں ان کے پاس حاضر ہوا تو کھڑا سادو دھوا لگھٹی پر چڑھا ہوا تھا اس میں سے ایک فحجان خود استعمال کیا اور بقیہ مجھے دیتے ہوئے کہا، کہ اسے پی لو۔ پھر فرمایا کہ آج کی شب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ میری تجہیز و تکفین کا کام جناب آقا سید ہاشم (امام جماعت مسجد سردک) کے ذمے ہو گا۔ صبح کے وقت، عدالت کے جج (جن کا قیام مسجد کے قریب ہی تھا) آئیں گے اور مجھے کفن دینے کی خواہش کریں گے۔ لیکن تم اس کی اجازت نہ دینا۔ البتہ حاج جلال قنناد کے لئے قبول کر لینا کہ وہ مجھے اپنے مال سے کفن دیں۔ اس کے بعد رو قبلہ بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگے۔ ناکاہ ان کی آنکھیں ٹھہر گئیں اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر تقریباً سو مرتبہ کلمہ مرتبہ کہہ کر لا الہ الا اللہ زبان پر جاری کیا۔ اس کے بعد پورے قد کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور کہا،

اَسْلَمْتُ عَلَیْکَ یَا جَدَّ اَجْ پھر رو قبلہ لیٹ گئے اور کہا یا علی یا مولای، اور مجھ سے فرمایا اے جوان ڈرو نہیں اور میرے لئے پریشان نہ ہو مجھ کو راحت مل رہی ہے۔ اور میں اپنے جد کے جوار میں جا رہا ہوں۔ پس اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اور خاموش ہو کر رحمت الہی سے واصل ہو گئے



(۳۶)

خیال سے آگاہی

انھیں حاج مومن موصوف علیہ الرحمہ نے مرحوم عالم کامل جناب حاج سید ہاشم امام جماعت مسجد سردک کے بارے میں نقل کیا کہ ایک روز وہ نماز جماعت کے بعد منبر پر تشریف لے گئے تھے اور نماز میں حضور قلب کے زور اور اس کی اہمیت کے سلسلے میں کچھ مطالب بیان کر رہے تھے۔ اسی ضمن میں فرمایا کہ ایک روز اسی مسجد میں میرے والد ماجد (مرحوم آقائے حاج سید علی اکبر بنودی اعلیٰ الشہ مقامہ) نماز جماعت پڑھانے جا رہے تھے اور میں بھی جماعت میں شامل تھا۔ ناکاہ ایک شخص دیہات والوں کی وضع قطع میں وارد ہوا اور جماعت کی صفوں سے گزرتا ہوا پہلی صف میں میرے والد کے پس پشت آکر کھڑا ہوا مثنیٰ کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی کہ جس مقام پر صاحبان علم و فضل کو ہونا چاہیئے وہاں ایک دیہاتی پہنچ گیا لیکن اس نے کوئی اعتنا نہیں کیا۔ پھر دوسری رکعت میں قنوت کی حالت میں فراوی کی نیت کر کے اپنی نماز تمام کی اور اسی جگہ بیٹھ کے وہ دست خوان کھولا جو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اور روٹی کھانا شروع کر دی جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو سب نے ہر طرف سے اس پر ملغز کر دی اور اعتراض کرنا شروع کیا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میرے والد نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر صورت حال دریافت کی۔ لوگوں نے کہا کہ آج یہ جاہل مسئلہ دیہاتی

شخص اگر پہلی صف میں آپ کے پس پشت جماعت میں شامل ہوا پھر نماز کے درمیان سے
فراوی کی نیت کر لی اور اب بیٹھا ہوا کچھ کھا رہا ہے میرے والد نے اس شخص سے پوچھا تم
نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس کا سبب آہستہ سے آپ کو بتا دوں یا مجمع کے
سامنے بیان کروں؟

میرے والد نے کہا، سب کے سامنے بیان کرو۔ اس نے کہا میں اس مسجد میں
اس امید کے ساتھ آیا تھا کہ آپ کی اقتدا میں نماز ادا کر کے اجر و ثواب حاصل کروں گا۔
لیکن سورہ حمد کے درمیان دیکھا کہ آپ نماز سے باہر ہو گئے۔ اور اس خیال میں پڑ گئے کہ
میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اور مسجد پہنچنے سے عاجز ہوں لہذا ایک الاغ (یعنی سواری کے
گدھے) کی سخت ضرورت ہے تاکہ اس پر سوار ہو کر آیا کروں۔ پھر آپ الاغ بچنے والوں کے
بازار میں پہنچ گئے اور ایک گدھے کا انتخاب کیا۔ دوسری رکعت میں اس کی خوراک اور
اس کو باندھنے کی جگہ کی فکر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں عاجز آ گیا اور دیکھا کہ اب اس سے
آگے اقتدا مناسب نہیں ہے اور اب میں مزید آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا لہذا اپنی نماز الگ
کر کے تمام کی۔

یہ کہنے کے بعد اس نے اپنا دسترخوان سمیٹا اور روانہ ہو گیا۔ میرے باپ نے اپنا
سر پیٹ لیا اور فریاد کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک بزرگ ہستی ہے اُسے بلا کے لاؤ کیونکہ مجھے اس
سے ایک ضرورت ہے۔ لوگ اُسے واپس لانے کے لئے گئے لیکن وہ غائب ہو گیا، اور پھر
آج تک نظر نہیں آیا۔

پس اس امر پر نوجہ رکھنا چاہیئے کہ کسی مومن کو کسی وقت بھی حقارت کی نظر سے
نہیں دیکھنا چاہیئے۔ یا اس کے عمل کو جسے صحت پر محمول کیا جاسکتا ہو محل اعتراض نہ قرار
دینا چاہیئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہی شخص جس کی تحقیر کی جا رہی ہے زندگی کے ان ظاہری،
پہلوؤں سے محرومی کے باوجود جنہیں لوگوں نے میزان شرافت اور احترام و اکرام کا لازمہ
قرار دے رکھا ہے۔ خدا کے نزدیک باعزت اور گرامی مرتب ہو اور ہم دانستہ طور پر خُدا
کے دوست کی اہانت کر کے قہر و غضب الہی کے مستوجب بن جائیں۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ خدا کا دوست کوئی عمل صحیح بجا لائے اور دوسرا شخص اُسے
صحت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مورد اعتراض قرار دے کر اس کی دشمنی کرے۔

(۳۷)

مومن کی تحقیر نہ کرنا چاہیئے

عالم متقی جناب حاج شیخ محمد باقر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
میری عادت تھی کہ ہمیشہ نماز جماعت کے بعد میرے داہنے اور بائیں جو نمازی ہوتے تھے
اُن سے مصافحہ کیا کرتا تھا ایک بار سامرا کے اندر رجوم میرزائے شیرازی اعلیٰ اللہ مقامہ
کی جماعت میں نماز کے بعد اپنی داہنی طرف کے ایک اہل علم بزرگوار سے تو مصافحہ کیا لیکن
بائیں جانب ایک دیہاتی شخص تھا جو مجھے حقیر نظر آیا اور میں نے اس سے مصافحہ نہیں کیا۔
لیکن فوراً اپنے فاسد خیال سے پشیمان ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ شاید یہی شخص جو بھاری
نظر میں کوئی شان و وقعت نہیں رکھتا خدا کے نزدیک محترم و باعزت ہو۔ چنانچہ بلا تاخیر
پورے ادب کے ساتھ اس سے بھی مصافحہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی مشک کی ایک عجیب سی
خوسبو میرے مشام میں پہنچی۔ جو دنیاوی مشکوں سے مشابہت نہیں رکھتی تھی۔ اس سے
میں بہت زیادہ مسرور و خوشوقت اور دلشاد ہوا۔ احتیاطاً اُس سے پوچھا کہ تمہارے پاس

۱۔ مومن کی تحقیر و اہانت اور اسے دل شکستہ کرنے کے گناہ کی شدت معلوم کرنے کے لئے کتاب
گناہان کبیرہ جلد دوم صفحہ ۳۷ تا صفحہ ۴۱ کی طرف رجوع کیا جائے۔

مشک ہے ؟

اس نے کہا نہیں میرے پاس کبھی مشک نہیں رہا۔ اس بات سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ روحانی و باطنی خوشبوؤں میں سے ہے۔ اور یہ بھی یقین ہو گیا کہ یہ ایک روحانی اور جلیل القدر انسان ہے۔

اسی روز سے میں نے طے کر لیا کہ آئندہ کبھی کسی مومن کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔



(۳۸)

خدا کی مہربانی اور بندے کی ناشکری

مرحوم شیخ الاسلام موصوف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے عالم بزرگوار اور سید عالی مقدار امام جمعہ ہبیانی (جن کا نام بھی مرحوم نے بتایا تھا لیکن میں بھول گیا) سے سنا کہ مکہ معظمہ میں حاضری کے زمانے میں ایک روز میں مسجد الحرام میں مشرف ہونے اور اس مقدس مکان میں نماز ادا کرنے کے قصد سے باہر نکلا۔ اثنائے راہ میں ایک شدید خطرہ پیش آگیا۔ لیکن خدا نے مجھے موت سے نجات دی اور میں پوری صحت و سلامتی کے ساتھ مسجد کی طرف روانہ ہو گیا مسجد کے دروازے کے قریب خرلوزوں کے دو بڑے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ اور - دو کا نڈار انھیں فروخت کرنے میں مشغول تھا۔ میں نے ان کی قیمت دریافت کی تو اس نے کہا کہ وہ ڈھیر فلاں قیمت کا ہے۔ اور دوسرا ڈھیر اس سے ارزاں اور فلاں قیمت کا۔ میں نے سوچا کہ مسجد سے واپسی میں خرید کے لے جاؤں گا۔ پس میں مسجد الحرام پہنچ کے نماز میں مشغول ہوا اور حالت نماز میں اس حال میں غرق ہو گیا کہ گراں قیمت والے خرلوزے خریدوں یا سستے ؟ اور کس مقدار میں خریدوں یہاں تک کہ انھیں خیالات کے ساتھ

نماز تمام کی۔ جب نماز سے فراغت کے بعد مسجد سے باہر نکلتا چاہا تو ایک صاحب ، دروازے سے اندر داخل ہوئے اور میرے پاس آکر میرے کان میں کہا، آج جس خدا نے تمھیں موت کے خطرے سے نجات دی آیا مناسب ہے کہ تم اُسی کے گھڑیں خرلوزے کی نماز پڑھو ؟ میں فوراً اپنے عیب کی طرف متوجہ ہوا اور کانپنے لگا۔ اس کے بعد چاہا کہ ان کا دامن تھام لوں لیکن پھر وہ نظر نہیں آئے۔

داستان ۳۷ و ۳۸ کی نظیریں کثرت سے ہیں۔ منجملہ ان کے کتاب قصص العلماء صفحہ ۳۱۱ پر مرحوم تنکا بنی کہتے ہیں کہ سید رضی علیہ الرحمہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ سید رضیؒ نے اپنی نماز میں اپنے بھائی سید رضیؒ علم الہدیٰ - علیہ الرحمہ کی اقتدا کی۔ جب رکوع میں پہنچے تو انھوں نے اپنی نماز کو فردی کر لیا اور اقتدا کو منقطع کر دیا۔ نماز کے بعد لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ جب میں رکوع میں پہنچا تو دیکھا کہ اما جماعت میرے بھائی سید رضیؒ رضی اللہ عنہ کے ایک مسئلے پر غور کر رہے ہیں۔ ان کا دل اسی کی طرف متوجہ ہے اور وہ خون کے دریا میں غوطہ لگا رہے ہیں پس میں نے اپنی نماز کو فردی کر لیا۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ جناب سید رضیؒ نے فرمایا تھا کہ میرے بھائی ٹھیک سمجھے نماز کے لئے آنے سے پہلے ایک عورت نے مجھ سے حیض کے بارے میں ایک مسئلہ پوچھا تھا اور میں اسی کے جواب کے خیال میں غوہو گیا تھا۔ اسی بنا پر میرے بھائی نے مجھے خون کے دریا میں غوطہ زن دیکھا نماز میں حضور قلب ہر چہ کہ اس کی صحت کے شرائط میں سے نہیں ہے یعنی بغیر حضور قلب کی نماز سے بھی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اور نماز کی قضایا اعادہ واجب نہیں ہے لیکن یہ جان لینا ضروری ہے کہ بے حضور قلب کی نماز بے روح کے بدن کے مانند ہے یعنی جس طرح بغیر جان کے جسم کا کوئی اثر و فائدہ نہیں ہے اسی طرح بغیر حضور کی نماز کا بھی کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ اور یہ قرب خدا کی موجب نہ ہوگی۔ سو اس کے اُس حصے کے جو حضور کے ساتھ بجالایا گیا ہو۔ اسی بنا پر بعض نمازوں کا نصف، بعض کا ثلث، اور بعض کا ربع، یہاں تک کہ بعض کا عشر

یعنی صرف دسواں حصہ مقبول ہے۔

کتاب کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، کہ ممکن ہے کسی شخص نے پچاس سال تک نمازیں پڑھی ہوں لیکن اس کی دو کعتیں بھی مقبول نہ ہوں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ صَلَوةٍ لَا تُرْفَعُ وَعَمَلٍ لَا يُنْفَعُ۔

(یعنی خداوند ایں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی نماز سے جو تیری بارگاہ کی جانب بلند

نہ ہو، اور ایسے عمل سے جو کوئی فائدہ نہ پہنچائے۔)

(۳۹)

فوری فسر یاد رسی

استاد محترم آقائے علی اصغر اثنا عشری نے بیان کیا کہ ایک رات میری اہلیہ نکسیر میں مبتلا ہوئیں اور ناک کی دونوں جانب سے مسلسل خون جاری ہو گیا۔ اس وقت کسی ڈاکٹر کے پاس بھی رسائی ممکن نہ تھی۔ میں نے سوچا اگر یہی حالت قائم رہی تو شدید ضعف اور ہلاکت کی نوبت آ سکتی ہے۔ پس بغیر غور و فکر ارادے کے اسم مبارک ”یا قابض“ میری زبان پر جاری ہو گیا اور میں اسے بار بار دہراتا رہا۔ خون فوراً اس طرح سے رک گیا کہ پھر خون کا ایک ذرہ بھی خارج نہیں ہوا۔

ایک ہفتے کے بعد میں رات کو سو رہا تھا کہ مجھ کو جگایا گیا اور کہا گیا کہ اٹھو وہ دوبارہ دماغ کے خون میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ جو کچھ آپ نے اس رات پڑھا تھا وہی پھر پڑھ دیجئے۔ میں اٹھا اور اسی اسم مبارک کی تکرار کی اور خون منقطع ہو گیا۔

احادیث دعا کے اہم شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ خدا کی بے پایاں قدرت پر یقین ہو جو مادیات اور اسباب سے بالاتر ہے، اور جملہ وسائل اس کے ارادے کے پابند اور مستخر ہیں۔ جو شخص شک اور تردید میں مبتلا ہو اس کی دعا قبولیت سے دور ہے۔ کلی طور پر جو شخص اپنے کو صرف اللہ کی طرف مضطر اور حاجتمند پائے اور یقین کر لے کہ سوا خدا کے اس کا کوئی فریادرس نہیں ہے۔ تو اس حالت میں وہ جو کچھ طلب کرے گا اُسے عطا کیا جائے گا۔

بعض متنبہ کتابوں میں نقل ہوا ہے کہ ایک روز ایک عورت اپنے شیعہ خوار بچے کو گود میں لئے ہوئے ایک نہر کے پل پر سے گزر رہی تھی، ناگاہ لوگوں کے ہجوم سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑی اور اس کا بچہ چھوٹ کر نہر میں گر گیا۔ وہ چیخنے لگی مسلمانو! میری مدد کو پہنچو۔

۱۔ نماز میں حضور قلب کے لزوم و اہمیت اور اسے حاصل کرنے کی کیفیت جاننے کے لئے کتاب صلوۃ الحاشین اور مختصر طور پر کتاب گنہان کبیرہ صفحہ ۲۶۲ سے ۲۷۰ تک کی طرف رجوع کیجئے۔

نیچے کا قنداقہ (ایک کپڑا جو شیہ خوار نیچے پر لپیٹا جاتا ہے) پانی کے ساتھ بہتا ہوا نظر آ رہا تھا اور اس کی ماں اس کے پیچھے پیچھے نالہ و فریاد اور لوگوں سے استغاثہ کرتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں نہر کا کچھ پانی اس نشیب میں داخل ہو رہا تھا جو چٹکی کے پتھر کو گردش دینے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اتفاق سے نیچے بھی اسی حصے میں داخل ہو گیا۔ ماں نے دیکھا کہ اب اس کا بیٹا پانی کے ساتھ چٹکی کے پتھر کے نیچے پہنچ کے پاش پاش ہونے ہی والا ہے اور یقین کر لیا کہ اب کوئی شخص اسے بچانے والا نہیں، چنانچہ اسی لمحے جب نیچے اس کے نیچے پہنچ رہا تھا اس نے سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا ”خدا“ فوراً وہ تیزی سے بہتا ہوا پانی ٹھہر گیا اور اسی جگہ جمع ہو کر باہر تھپٹے پڑے کھانے لگا۔ یہاں تک کہ ماں نے ہاتھ بڑھا کر نیچے کو اٹھالیا۔ اور خدا کا شکر بجالائی۔

”اَمْشَرَ يُجِيبُكَ مِنَ الْمُنْظَرِ اِذَا دَعَاكَ وَكَشِفَ السُّوءَ“

(سورہ نمل آیت ۳۲)



MOWLANA NASIR DEVJANI
MAHUVA, GUJARAT, INDIA
PHONE : 0091 2844 28711
MAIL : devjani@rediffmail.com

عنایتِ حسینیٰ اور قاتل سے انتقام

جناب حاج محمد سوداگر جو کئی سال تک ہندوستان میں رہنے کے بعد شیہ از واپس آئے ہیں۔ ایسے چند عجیب واقعات بیان کرتے ہیں جن کا انھوں نے ہندوستان میں قیام کے دوران مشاہدہ کیا ہے۔

مجلہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک روز بمبئی میں ایک ہندو شخص نے جبٹر ارفس میں اپنی جائیداد کا بیعنامہ کیا اور اسکی تمام قیمت خریدار سے وصول کر کے باہر نکلا دو بدعاش اور چور جو مذہب شیعہ سے منسوب تھے اس کی گھات میں تھے تاکہ اس سے یہ رقم چھین لیں۔ ہندو نے ان کا ارادہ بھانپ لیا لہذا بہت تیزی کے ساتھ گھر پہنچا اور فوراً اس درخت کے ذریعہ جو اس کے گھر میں لگا ہوا تھا اوپر چڑھ کے پوشیدہ ہو گیا وہ دونوں لکڑی کے اس کے گھر پہنچے اور اُسے ہر طرف تلاش کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے بالآخر اس کی زوجہ پر سختی شروع کی۔ اور کہا کہ ہم نے اسے گھر کے اندر آتے ہوئے دیکھا ہے لہذا تمہیں بتانا پڑے گا کہ وہ کہاں ہے؟ عورت نے لا علمی ظاہر کی تو اسے مارنا پٹینا اور اذیت دینا شروع کیا یہاں تک کہ وہ مجبور ہو گئی۔ اور کہا کہ تم اپنے حسین کی قسم کھاؤ کہ انھیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤ گے۔ تو بتا سکتی ہوں۔

ان دونوں بے حیاؤں نے امام حسین علیہ السلام کی قسم کھائی کہ ہم کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہے ہم تو صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں ہے؟ عورت نے درخت کی طرف اشارہ کیا تو وہ لوگ اوپر چڑھ کے اسے نیچے لے آئے۔ اور اس سے ساری رقم وصول

امیر المومنین کا انتقال

عالم زہاد اور محب صادق مرحوم حاج شیخ محمد شفیع محسنی جی اعلیٰ الشرف مقامہ نے جن کا تقریباً دو مہینے ہوئے انتقال ہو چکا ہے بیان فرمایا کہ کنکان میں ایک فقیر گھر والے پر جا کر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی مدح پڑھا کر تا تھا اور لوگ اس کے ساتھ نیک سلوک کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے وہ ایک روز سُنی اور نا صبی قاضی کے گھر پہنچ گیا۔ اور دیر تک مدح خوانی کی۔ قاضی سخت ناراض ہوا اور وارزہ کھولا اور کہا، کہاں تک علی کا نام لے گا میں تجھے کچھ بھی نہیں دوں گا۔ البتہ اگر عمر کی مدح کرے تو میرے ساتھ احسان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ فقیر نے کہا اگر تم عمر کے نام پر مجھے کچھ دو گے تو وہ میرے لئے سانپ کے زیرے سے بدتر ہے۔ اور میں اسے نہیں لوں گا۔ قاضی بھپ گیا اور فقیر کو سختی کے ساتھ مارنا پٹنا شروع کر دیا۔ قاضی کی زوجہ درمیان میں آگئی اور قاضی سے کہا کہ اسے چھوڑ دو، ورنہ اگر میرا گیا تو لوگ تمہیں بھی مار ڈالیں گے۔

بالآخر کسی طرح قاضی کو گھر کے اندر واپس کیا اور فقری کا حقہ دلجوئی کی تاکہ کوئی فساد پیدا نہ ہو۔ قاضی اپنے بالا خانے پر چلا گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی عورت نے قاضی کی ایک عجیب بھیانک سی چیخ سُنی۔ جب اس کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ اس پر فالج گر چکا ہے اور وہ گورنگا بھی ہو چکا ہے۔ اس کے اعزاء کو خبر کی اور ان لوگوں نے آکر پوچھا، کیا ہوا ہے؟ جو خود اس کے اشاروں سے سمجھا جاسکا وہ یہ تھا۔ کہ جب میں سو گیا تو مجھ کو ساتویں آسمان پر لے گئے۔ وہاں ایک بزرگ نے میرے منہ پر تھپڑ مارا۔ اور مجھے اوپر سے زمین پر پھینک دیا۔

لوگ اُسے مجین کے ہسپتال لے گئے جہاں وہ تقریباً دو ماہ تک زیر علاج رہا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر اُسے کویت پہنچایا، مرحوم حاج شیخ موصوف نے فرمایا کہ

کرنے کے بعد سراغ نہی اور رسوائی کے خوف سے اس کا سر بھی قلم کر دیا۔ مجبور و بے کس عورت نے سر آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا، اے شیعوں کے حُصین! میں نے تمہارے نام کی قسم سے مطمئن ہو کر اپنے شوہر کا پتہ بتایا تھا۔ ناگاہ ایک بزرگ ہستی ظاہر ہوئی اور اپنی انگشت مبارک سے ان دونوں قاتلوں کی گردنوں کی طرف اشارہ فرمایا، فوراً اُن کے جسموں سے جُدا ہو کر زمین پر جا گرے۔ اس کے بعد مقتول ہندو کا سر اس کے بدن سے ملا دیا اور وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پس وہ بزرگوار نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

جب حکومت کے محکموں میں اس کی اطلاع پہنچی اور انھوں نے تحقیق کے بعد اس معجزے کا یقین کر لیا تو چونکہ محرم کا مہینہ تھا لہذا حکومت کی جانب سے عوامی طور پر دعوت طعام کا اہتمام کیا گیا۔ اور عزاداروں کے لئے ریل کا سفر مفت کر دیا گیا۔ اس موقع پر وہ ہندو اور اس کے متعلقین مسلمان اور شیعہ ہو گئے۔



اتفاق سے جس کشتی پر میں سفر کر رہا تھا اسی پر اس کو بھی لائے اور ہم دونوں ساتھ ہی کویت پہنچے۔ وہ مجھ سے ملتجی ہوا اور دُعا کے لئے التماس کرنے لگا۔ تو میں نے اسے سمجھایا کہ جس ہستی کے ہاتھ سے تم نے تماشچہ کھایا ہے اسی کے وسیلے سے شفا بھی حاصل ہو سکتی ہے لیکن اس بات کا اس بد بخت پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس نے کچھ مدت تک کویت کے ہسپتال میں بھی علاج کرایا مگر کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے گزشتہ سال تک اسی حالت میں اسے بحرین میں دیکھا جو فقر و فلاکت اور ذلت کے ساتھ ایک دوکان میں پڑا بھیک مانگ رہا تھا۔

اس قاضی کے واقعے کی نظیر ابو عبد اللہ محدث کی داستان بھی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینۃ المعجزہ صفحہ ۴۰ میں شیخ مفید علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ میں جعفر صادق کے پاس گیا اور علم تعبیر میں ان سے چار کتابیں خریدیں، جب میں نے اٹھنا چاہا تو انھوں نے کہا ذرا اٹھہریئے، میں آپ سے ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو میرے دوست کے ساتھ گزرا اور آپ کے مذہب کی تقویت کا باعث ہے۔ میرا ایک رفیق تھا جو مجھ سے درس لیتا تھا اور محلہ ”باب البصرہ“ میں ایک شخص تھا جو حدیث بیان کرتا تھا اور لوگ اس کے پاس جا کر سنا کرتے تھے۔ وہ ابو عبد اللہ محدث کے نام سے مشہور تھا۔ میں اور میرا رفیق ایک مدت تک اس کے پاس جاتے اور اس سے حدیثیں سُنانے کے لگھتے رہے۔ اور جس وقت اہلیت کے فضائل میں کوئی حدیث نکھو اتا تھا تو اس کے بارے میں طعن و تشنیع بھی کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز فضائل حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ علیہا کے سلسلے میں ایک روایت الما بکرائی اس کے بعد کہا کہ ان چیزوں سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ علیؑ نے مسلمانوں کو قتل کیا پھر حضرت زہراؑ کی شان میں گستاخیاں کیں جعفر کہتے ہیں میں نے اپنے رفیق سے کہا کہ اس شخص سے کوئی چیز یاد کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بے دین ہے اور ہمیشہ علیؑ و فاطمہؑ کی شان میں جسارت کرتا رہتا ہے جو ایک مسلمان کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ میرے رفیق نے میری باتوں کی تصدیق کی اور کہا۔ بہتر ہے کہ ہم کسی اور کے پاس جائیں اور ان کے پاس نہ آئیں۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں مسجد جامع کی طرف جا رہا ہوں۔ اور ابو عبد اللہ محدث بھی موجود ہیں۔ پھر دیکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام ایک بے زین

استر (خچر) پر سوار ہیں۔ اور مسجد جامع کو جا رہے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کاش آپ اپنی تلوار سے اس کی گردن مار دیں۔ پس جب آپ اس کے نزدیک ہوئے تو اپنی چھڑی اس کی داہنی آنکھ پر ماری اور فرمایا، اے ملعون! تو مجھے اور فاطمہؑ کو دشنام کیوں دیتا ہے۔ پس محدث نے ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھ لیا اور کہا، اف تم نے مجھے اندھا کر دیا۔ جعفر کہتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو قصہ کیا کہ اپنے رفیق کے پاس جا کر اسے خواب کی خبر دوں۔ ناگاہ دیکھا کہ وہ خود ہی میری طرف آ رہا ہے۔ اس حالت میں اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ آیا تم جانتے ہو کہ کیا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ بتاؤ۔ اس نے کہا میں نے شب میں محدث کے بارے میں ایک خواب دیکھا ہے۔ اور اس نے بلا کم و کاست وہی خواب بیان کیا جو میں نے دیکھا تھا۔ میں نے اس سے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ اور اس کی خبر دینے کے لئے میں تمہارے پاس آنے والا تھا۔ آؤ قرآن مجید لے کے محدث کے پاس چلیں۔ اور اسے قسم کھا کے بتائیں کہ تم دونوں نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ اور آپس میں کوئی سازش نہیں کی ہے پھر اُسے سمجھائیں کہ اپنے اعتقاد سے باز آئے۔

چنانچہ ہم لوگ اس کے گھر پر گئے دروازہ بند تھا۔ ایک کینز آئی اور اس نے کہا، اس وقت اس سے ملنا ممکن نہیں ہے۔ ہم نے دوبارہ دروازہ کھٹکھٹایا اور ہر بار یہی جواب ملا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ شیخ اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے آدھی رات سے فریاد کر رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ علی ابن ابیطالبؑ نے میری آنکھ پھوڑ دی۔ وہ درِ چشم سے بہت بیتاب ہے۔ ہم نے اس سے کہا ہم لوگ اسی سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا ہم لوگ اندر داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ وہ بدترین شکل و صورت کے ساتھ چیخ رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ مجھے، علی ابن ابیطالب سے کیا کام کہ انھوں نے مجھے اپنی چھڑی مار کے اندھا کر دیا۔

جعفر کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا اس نے وہی بیان کیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ اپنے اعتقادات سے توبہ کرو۔ اور اب دوبارہ ان حضرت کی مقدس بارگاہ میں جسارت نہ کرنا۔ اس نے کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ اگر علیؑ میری دوسری آنکھ بھی پھوڑ دیں تو بھی میں انھیں ابو بکر اور عمر پر مقدم نہ کروں گا۔ ہم اس کے پاس سے اُٹھ کر چلے آئے اور تیسرے روز

بھرا سے دیکھنے لگے تو دیکھا کہ وہ دوسری آنکھ سے بھی اندھا ہو چکا ہے۔ لیکن اپنے اعتقاد سے باز نہیں آیا ہے۔ ہم نے ایک ہفتے کے بعد بھرا اس کا سراغ لگایا تو معلوم ہوا کہ وہ خاک کا پیوند ہو چکا ہے۔ اور اس کا اکل اعلیٰ ابن ابیطالب کی ناراضگی سے مرتد ہو کر روم چلا گیا ہے۔



(۲۲)

امیر المومنین کی عنایت

فاضل محقق آقائے میرزا محمود شہ ازی نے جن سے ۷۵ سے ۷۶ تک داستانیں نقل کی گئی ہیں فرمایا کہ مرحوم شیخ محمد حسین جہمی جو نجف اشرف کے فضلاء اور مرحوم آقا سید مرتضیٰ کشمیری اعلیٰ الشرف کے شاگردوں میں سے تھے، ان کا نجف اشرف کے ایک عطار سے کچھ معاملہ تھا۔ یعنی اس سے بہ دفعات قرض حسنہ لیتے رہتے تھے اور انھیں جب انھیں کچھ رقم حاصل ہوتی تھی تو اس کی ادائیگی کر دیتے تھے ایک بار طولانی مدت تک انھیں اتنی رقم دستیاب نہیں ہوئی کہ عطار کو دے سکیں۔ ایک روز عطار کے پاس گئے اور کچھ قرض کی خواہش کی۔ عطار نے کہا آقائے شیخ! آپ کے ذمے قرض بہت ہو چکا ہے اور اب میں اس سے زیادہ نہیں دے سکتا۔

شیخ اس بات سے بہت رنجیدہ ہوئے اور حرم مطہر میں حاضر ہو کر حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا، یا مولا! میں آپ کے جوار اور آپ کی پناہ میں ہوں۔ میرا قرض ادا فرما دیجئے۔ چند روز کے بعد ایک جہمی شیخ کے پاس آتا ہے اور ایک پیسوں کی تھیلی شیخ کو دیتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ رقم مجھے دی گئی ہے کہ آپ کو پہونچا دوں۔ اور

اب یہ آپ کی ملکیت ہے۔ شیخ وہ کیسہ لے کر فوراً عطار کے پاس پہونچے اور دل میں قصد کیا کہ اپنا تمام قرض ادا کرنے کے بعد بقیہ رقم کو اپنی فلاں اور فلاں ضرورت میں صرف کر دوں گا۔ پھر عطار سے کہا، تمھارا کیا مطالبہ ہے۔ اس نے کہا زیادہ ہے۔ شیخ نے کہا جتنا بھی ہو میں سب بیباق کرنا چاہتا ہوں۔

پس عطار نے اپنے حساب کا رجسٹر لا کر ساری رقم جمع کی اور کہا، اتنے پیسے ہوتے ہیں۔ (مرحوم میرزا نے قرض کی مقدار بھی بتائی تھی جسے میں بھول گیا۔) شیخ نے کیسہ اس کے سپرد کیا اور کہا، اپنا مطالبہ لے لو اور باقی پیسے مجھے واپس کر دو۔ عطار نے ان کے سامنے پیسوں کو شمار کیا تو دیکھا کہ رقم ان کے مطالبہ کے مطابق ہی ہے۔ نہ ایک پیسہ کم ہے نہ ایک پیسہ زیادہ۔ شیخ خالی ہاتھ اور انتہائی پریشان حالی کے ساتھ پھر حرم مطہر میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مولا! میری گزارش کا ظاہری مفہوم حجت نہیں ہے۔ (یعنی جو میں نے عرض کیا تھا کہ میرا قرض ادا فرما دیجئے، اس سے میرا مفہوم اور میری مراد یہ نہیں تھی کہ میں اس سے زیادہ نہیں چاہتا، یا مولا! میں فلاں اور فلاں حاجت رکھتا ہوں۔

اس کے بعد جب وہ حرم سے باہر آئے تو انھیں ان کی خواہش کے مطابق اتنے پیسے اور مل گئے جن سے ان کی احتیاج پوری ہو گئی۔

شیطان اپنی ظاہری شکل میں

جناب حاج علی آقا سلمان منش نے (جی سے ۲۹ اور ۳۰ نمبر کی داستانیں نقل کی جا چکی ہیں) فرمایا کہ میں ایک رات سحر کے وقت تہجد میں مشغول تھا چنانچہ نماز وتر کے قیامت کے لئے جس میں تین سو مرتبہ اَلْعَفُو کا ورد کیا جاتا ہے اپنے مُصلے سے تسبیح اٹھائی تاکہ کھڑے ہو کر پڑھنے میں مشغول ہوں۔ لیکن دیکھا کہ اس میں اس کثرت سے گرہیں پڑی ہوئی ہیں کہ ان کا کھولنا اس وقت ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے دانوں پر شمار نہیں کیا جاسکتا میں نے سمجھ لیا کہ یہ شیطان کا فعل ہے۔ اور وہ مجھے آج کی شب اس عمل خیر سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ ناگاہ وہ میری نگاہوں کے سامنے ظاہر ہو گیا۔ میں نے کہا، ملعون تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کوئی اعتنا نہیں کی۔ میں نے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے خدا کی نگاہ لطف ہے۔ لیکن اس نے پھر بھی کوئی پروا نہیں کی۔ میں نے سر بلند کر کے عرض کیا، خداوند عالم! تو میرے بارے میں اپنے لطف و کرم کو ظاہر فرمادے اور اس ملعون کو رو سیاہ فرما فوراً میرے قلب میں الہام ہو کہ اپنی تسبیح اٹھاؤ خدا نے اسے درست فرمادیا ہے۔ جب میں نے تسبیح اٹھائی تو دیکھا کہ اب اس میں ایک بھی گرہ نہیں ہے۔ اور وہ ملعون بھی میری نظر سے غائب ہو گیا۔ یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ شیطان لعین بارگاہِ خداوندی کے لئے سدا رہ اور اس درگاہ میں ایک گتے کے مانند ہے جس وقت کوئی انسان قرب الہی حاصل کرنے کے لئے نیک عمل انجام دینا چاہتا ہے تو یہ اسے روکنے کے لئے پوری کوشش کرتا ہے۔ اس پر فتح پانے کا واحد راستہ اپنے پروردگار کے حضور میں اس کے لطف و کرم، التجا اور اس کی قدرتِ قاہرہ پر بھروسہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اخلاص، توکل اور عاجزی کے ساتھ خدا کو پکارے اور اس سے پناہ طلب کرے تو قہر الہی کی

ہیبت اور جلال اس ملعون کو دفع کر دے گا۔ اور اس مطلب کا قرآن مجید میں صریح طور سے وعدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ ۱۶ آیت ۹۹ میں ارشاد ہے کہ جب قرآن پڑھو تو شیطان کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرو جو خدا کے یہاں مردود بارگاہ ہے۔ بجز اس کے نہیں ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی تسلط نہیں ہے۔ جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر توکل رکھتے ہیں۔

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ جلیلیہ جیسے حضرت یحییٰ، حضرت موسیٰ (منیٰ میں) حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ اور حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام کے سامنے شیطان لعین کا ظاہری شکل میں نمودار ہونا اور ان حضرات کی مزاحمت کرنا بھی ثاب ہے۔ مثال کے طور پر جو وقت امام زین العابدین علیہ السلام نماز میں مشغول تھے اس نے اڑدہرے کی شکل اختیار کر کے حضرت کے پاؤں کا انگوٹھا چبانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ قہر الہی کی ہیبت اور جلال نے اسے دفع کیا۔ اسی طرح دیگر اہل ایمان کے بارے میں بھی کافی داستانیں کتب روایات میں منقول اور درج ہیں۔

میرا مقصود یہ بتانا ہے کہ انسان کے لئے استعاذہ لازم ہے یعنی جو وقت کوئی مومن کوئی کار خیر انجام دینا چاہے تو پہلے خدا کی بارگاہ میں تہذیب کے شر سے پناہ طلب کرے اس کی تفصیل مرحوم نورانی نے کتاب دار السلام جلد ۳ میں بیان کی ہے۔ مروی ہے کہ جو وقت کوئی شخص خدا کی راہ میں صدقہ دینا چاہتا ہے تو ستر شیطان اس کے ہاتھ سے لپٹ جاتے ہیں اور اُسے فقیری سے ڈراتے ہیں تاکہ وہ اس عظیم نیک سے محروم رہے۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ إِنَّهُ لِيَسْ لُ الشَّيْطَانِ عَلَى الْبَاطِنِ الْآمِنُونَ۔ (سورہ غل آیت ۹۸، ۹۹۔)

مُجَل کے بُرے اثرات

ایک بزرگ عالم نے نقل فرمایا کہ ایک بار صفہان کے ایک بڑے اور محترم تاجر جو مرحوم حاجی محمد جواد بید آبادی سے (جن کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے) عقیدت و رادت رکھتے تھے سخت بیمار ہوئے۔ مرحوم بید آبادی ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور انھیں مرض کی شدت سے بیہوش دیکھ کر ان کے لئے موت کا خطرہ محسوس کیا چونکہ وہ کثیر دولت کے مالک تھے لہذا ان کے فرزندوں سے فرمایا کہ چودہ ہزار تومان صدقہ نکال کے فقراء کے درمیان تقسیم کرو تاکہ میں حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ کے وسیلے سے ان کی شفا کے لئے دُعا کروں۔ لیکن وہ لوگ اس پر تیار نہیں ہوئے۔ مرحوم بید آبادی افسوس کے عالم میں گھر سے باہر نکلے اور اپنے ایک مصاحب سے فرمایا کہ ان لوگوں نے مُجَل سے کام لیا۔ اور صدقہ نہیں دیا، لیکن چونکہ یہ شخص ہمارا رفیق ہے۔ اور ہمارے اوپر اس کا ایک حق ہے لہذا ہمیں اس کے بارے میں دعا کرنا چاہیئے تاکہ خدا اسے صحت عطا فرمائے پس یہ دونوں گھر پر آئے اور نماز مغرب کے بعد مرحوم بید آبادی نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ اور مریض کی شفا طلب کرنے کے عوض عرض کیا کہ خدایا انھیں بخش دے۔ ان کے رفیق نے پوچھا کیا ہوا جو آپ نے ان کی شفا کے لئے دعا نہیں کی؟ تو فرمایا جب میں نے دعا کرنی چاہی تو اَسْتَغْفِرُ اللہ کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ میں نے سمجھ لیا کہ ان کی رحلت ہو چکی ہے۔ چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اسی وقت ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

کتنا بڑا نقصان اور گھناٹا ہے اس شخص کے لئے جو اس چیز پر تو آمادہ ہے کہ اپنی دولت میں سے ایک بڑی رقم ہوا دوس کے کاموں میں خرچ کرے لیکن اس کے لئے تیار نہیں کہ اتنے یا اس سے کم پیسے خدا کی راہ میں صرف کر دے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ہسپتال میں حاجی

دیکھا اچھی خاصی رقم پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ بند نامہ بھی لکھ کے سپرد کر دیتا ہے کہ اگر وہ مر جائے تو کسی دوسرے پر اس کی ذمہ داری نہ ہوگی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہسپتال سے اس کا جنازہ باہر لایا جاتا ہے۔ پھر بھی اسے گوارا نہیں ہے کہ اتنی یا اس سے کم دولت اس یقین کے ساتھ راہ خدا میں صدقہ دیدے۔ کہ اگر موت کا حتمی وقت نہیں آیا ہے تو شفا حاصل ہوگی اور اگر حتمی موت پہنچی ہے تو اس نے جو پیسے دیئے ہیں وہ اس کے عالم آخرت کے لئے ذخیرہ ہوں گے۔

اس نصیبی کا باعث فقط اللہی وعدوں پر ایمان کی کمزوری اور دنیا کی محبت ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ”ادوا امرضاکم بالصّدقۃ یعنی علاج کرو اپنے مریضوں کا صدقے کے ذریعے سے۔“

یہ بھی بتا دیا جائے کہ یہاں یہ مقصود نہیں ہے کہ علاج کے لئے ڈاکٹر کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ یا دوا کا استعمال نہ کیا جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ دعا اور صدقے کے وسیلے سے ڈاکٹر کے علاج اور دوا کو مؤثر اور مفید بنانے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ دوا کی تاثیر صرف خداوند عالم کی مرضی پر منحصر ہے۔ اور جس طرح ہم ڈاکٹر اور دوا کو اہمیت دیتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بیشتر دعا اور صدقے کو بھی اہمیت دینا لازمی ہے۔ اور یہ مطلب ترک گناہان کبیرہ کی بحث میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

عزاداری سید الشہداء کا اثر

سید جلیل مرحوم اسماعیل مجاہد (دندان ساز) کچھ ایسے عجیب حالات بیان کرتے تھے جن کا انھوں نے ہندوستان میں اپنے قیام کے دوران مشاہدہ کیا تھا۔ منجملہ ان کے کہتے تھے کہ ہندو تاجروں کی ایک جماعت حضرت سید الشہداء سے عقیدت اور محبت رکھتی ہے۔ وہ لوگ اپنے اموال میں برکت کے لئے حضرت کو اپنے کاروبار میں شریک کرتے ہیں یعنی سال بھر میں اپنی منفعات کی ایک مقدار آپ کی راہ میں صرف کرتے ہیں انھیں میں سے بعض افراد روزہ عاشورہ شیعوں کے ذریعہ شربت، فالودہ، اور آکس کریم تیار کر کے عزاداروں میں تقسیم کرتے ہیں اور خود سو گوار انداز میں کھڑے رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ وہ رقم جو حضرت سے منسوب ہوتی ہے شیعوں کو دیتے ہیں تاکہ وہ اسے عزاداری کے مراکز میں صرف کریں۔ ان میں سے ایک شخص کی عادت یہ تھی کہ سینہ زنی کرنے والے ماتمی دستوں کے ہمراہ ماتم میں شریک رہتا تھا جب وہ مر گیا تو اہل ہنود کی مذہبی رسم کی بنا پر لوگوں نے اس کے جسم کو آگ میں جلایا یہاں تک کہ اس کا سارا بدن خاکستہ ہو گیا لیکن دامنہ ہاتھ اور سینے کا ایک حصہ جلنے سے محفوظ رہا۔ اس کے گھر والے ان دونوں حصوں کو شیعوں کے قبرستان میں لائے اور کہا یہ دونوں عضو تمھارے حسین کی ملکیت ہیں۔

جب آتش جہنم جسے دنیا کی آگ پر قیاس کیا جاسکتا ہے نہ اسے اس سے کوئی نسبت ہے اہم حسین علیہ السلام کے وسیلے سے خاموش اور برہد سلام ہو جاتی ہے تو دنیا کی اس ضعیف آگ کا حضرت کی برکت سے نہ جلانا کیونکر باعث تعجب ہو سکتا ہے۔

نینر یہ ام بھی مشہور اور مسلم ہے کہ اہل ہنود کی ایک جماعت ہر سال شہبائے عاشورہ میں آگ پر چلتی ہے اور جلتی نہیں ہے۔

امیر المومنین کا مجذہ

نجف اشرف میں میرے قیام اور مجاورت کے دوران ماہ محرم ۱۳۵۷ھ میں حکومت عراق کی جانب سے قمہ لگانے سینہ زنی کرنے اور ماتمی دستوں کے نکلنے پر شدید پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ شب عاشورہ اس غرض سے کہ حرم مطہر اور صحن مبارک میں سینہ زنی نہ ہونے پائے حکومت کی طرف سے اول ہی شب سے حرم اور رواق نینر صحن کے دروازے مقفل کر دیئے گئے تھے۔ اور آخری دروازہ جس کے بند کرنے میں ابھی مشغول تھے وہ باب قبلہ تھا۔ اس کا ایک پلہ بند کر چکے تھے کہ دفعتاً سینہ زنی کرنے والا پورا دستہ ہجوم کر کے صحن میں داخل ہو گیا۔ اور حرم مطہر کا رخ کیا لیکن دروازوں کو بند پا کر اسی ایوان میں عزاداری اور سینہ زنی میں مشغول ہو گیا۔ ناگاہ چند پولیس والے اپنے افسر کے ساتھ آگئے وہ افسر جو لانگ بورٹ پہنے ہوئے تھا اسی حالت سے ایوان میں داخل ہو گیا اور لوگوں کو زد و کوب کرتے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انھیں گرفتار کر لو۔ اس پر دستے والوں نے اسے گھیر لیا۔ اور اٹھا کے صحن میں پھینک دیا، پھر اسے مار مار کر سخت مجروح اور بے دم کر دیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ممکن ہے کہ حکومت کے کاندھے اپنی طاقت استعمال کرتے ہوئے مزاحمت اور انتقام کی کوشش کریں تو انتہائی عاجزانہ اور ملتجیانہ انداز میں شکستہ دلی کے ساتھ حرم کے بند دروازے کی طرف متوجہ ہوئے اور سینہ زنی کرتے ہوئے کہنے لگے ”یا علیٰ فُدَّکَ الْبَابُ“ (یا علیٰ دروازہ کھول دیجئے) ہم آپ کے فرزند کے عزادار ہیں۔

پس ایک ہی لمحے میں حرم و رواق اور صحن کے تمام دروازے کھل گئے۔ بعض مؤثوق اور معتمد حضرات نے جو موقع پر موجود تھے مجھ سے چشم دید حال بیان کیا کہ لوہے کے وہ سیچھے جو دروازوں اور دیواروں کے درمیان نصب تھے درمیان سے کٹ کے جدا ہو گئے تھے۔

ماتمی دستہ فوراً حرم اقدس کے اندر داخل ہو گیا۔ نیز نجف اشرف کے دیگر باشندوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو سبھی لوگ صحن اور حرم کے اندر جمع ہو گئے۔ اور پولیس والے غائب ہو گئے۔

جب اس واقعے کی رپورٹ بغداد بھیجی گئی تو وہاں سے حکم ہوا کہ ان لوگوں کی مزاحمت نہ کی جائے اُس سال نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ میں گذشتہ برسوں سے زیادہ اہلک کے ساتھ عزاداری کا قیام عمل میں آیا۔ اور شعرا نے اس کھلے ہوئے معجزے کو اپنے اشعار میں نظم کر کے شائع کیا۔ چنانچہ فضلاء عرب میں سے ایک بزرگ نے ان میں سے ایک شاعر کے اشعار کو ایک تختی پر لکھ کے حرم مطہر کی دیوار پر چسپال کر دیا تھا اور میں نے بھی اس میں سے چند شعرا سی وقت یاد کر لئے تھے۔

جیسا کہ ان کے آخری شعر میں اشارہ کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام یہ عنایت نہ فرماتے تو ایک عظیم فتنہ برپا ہو جاتا۔ اور بہت خونریزی ہوتی۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ۔

(۴۷)

دفن کے بعد قبر سے نجات

فاضل محترم آقا میرزا محمود شیرازی نے جن سے اور بھی کئی داستانیں نقل کی جا چکی ہیں۔ فرمایا کہ کربلائے معلیٰ میں مرحوم آقا سید زین العابدین کا شی اعلیٰ اللہ مقامہ کا ایک تبریزی خادم تھا۔ (میں اس کا نام بھول گیا ہوں) جو ایک مرد صالح و متقی اور صاحب رشد و ہدایت انسان تھا۔ اس نے بیان کیا کہ مجاورت کربلا سے قبل شہر تبریز سے باہر قبرستان کے نزدیک میرا ایک قہوہ خانہ تھا، اور میں راتوں میں وہیں سوتا تھا۔ ایک رات ہوا بہت سرد تھی میں قہوہ خانہ کا دروازہ مضبوطی سے بند کر کے لیٹ گیا، ناگاہ کسی نے سختی سے دروازہ پٹینا شروع کیا میں نے اٹھ کے دروازہ کھولا تو وہ شخص بھاگ گیا۔ دوسری مرتبہ اس نے اور تیز دستک دی میں نے بڑھ کے دروازہ کھولا تو وہ شخص پھر بھاگ گیا۔

میں نے کہا آج کی شب تو اس نے مجھے پریشان کر دیا۔ پس ایک لکڑی ہاتھ میں لے کر دروازے کے پچھلے بٹھ گیا۔ اور تیار رہا کہ اس بار اسے اس کی سزا دے کے رہوں گا۔ یہاں تک کہ اس نے تیسری بار دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے دروازہ کھول کے اس کا پیچھا کیا تو وہ بھاگ کر قبرستان پہنچا اور ایک مقام پر نظروں سے غائب ہو گیا، میں اسی جگہ ٹھہر گیا اور ادھر ادھر غور کر کے اسے تلاش کرنے لگا۔ پھر سوچا کہ شاید یہیں کہیں چھپ گیا ہو لہذا اس خیال سے اسی جگہ لیٹ گیا کہ اگر یہاں چھپا ہو گا تو خود ہی ظاہر ہو گا۔

یہ سننے کے بعد جب اپنا کان زمین پر رکھا تو ناگاہ ایک خفیف سی آواز سنائی دی جیسے کوئی شخص مٹی کے نیچے رو رہا ہو۔ میں نے دیکھا کہ ایک تازہ قبر ہے جس میں غالباً شام کے قریب کسی کو دفن کیا گیا تھا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ اُسے سکتہ رہا ہو گا۔ اور اب قبر کے اندر پوش میں آیا ہے۔

مجھے اس کے حال پر سخت افسوس ہوا۔ اور اسے بچانے کے لئے قبر کی مٹی ہٹانا شروع کی یہاں تک کہ جب لکھلکھائی تو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے، میں کہاں ہوں۔ میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میں نے اسے اپنا لباس پہنایا اور اسے نکال کر قبوہ خانے میں لایا۔ لیکن اسے پہچان نہیں سکا تاکہ اس کے گھر والوں کو خبر دے سکتا۔ آہستہ آہستہ اس سے سوالات کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے محلے اور مکان تک کاپتہ معلوم ہو گیا۔

میں نے اسی شب قبوہ خانے سے نکل کر اس کے ماں باپ کاپتہ لگایا اور انھیں صورتحال سے مطلع کیا۔ چنانچہ وہ لوگ آئے اور اپنے بیٹے کو صحت و سلامتی کے ساتھ گھر لے گئے۔ اس رو داد سے میں نے جان لیا کہ وہ دروازے پر دستک دینے والی کوئی غیبی ہی شخصیت تھی جو اس جوان کو نجات دلانے پر مامور تھی۔

ایک عجیب نصیحت

خالص ولایت اہلبیت کے حامل جناب آقا میرزا ابوالقاسم عطار تہرانی سلمہ اللہ نے عالم بر گوار مرحوم حاج شیخ عبدالنبی نوری سے جو حکیم الہی مرحوم حاج ملا ہادی سبزواری کے شاگردوں میں سے تھے نقل کیا کہ مرحوم حاجی کی عمر کے آخری سال میں ایک روز ایک شخص انکی مجلس درس میں آیا۔ اور خبر دی کہ قبرستان میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس کا آدھا جسم قبر کے اندر اور آدھا جسم قبر کے باہر ہے۔ اس کی نظر برابر آسمان پر جمی ہوئی ہے۔ اور بچے ہر چند اُسے چھوڑتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ ان کی طرف کوئی اعتنا نہیں کرتا۔

مرحوم حاجی نے کہا مجھے خود اس سے ملاقات کرنا چاہیے۔ چنانچہ جب مرحوم نے اسے دیکھا تو بہت تعجب کیا اس کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہ ان کی طرف بھی کوئی اعتنا نہیں کرتا انھوں نے کہا تم کون ہو اور کس کام میں لگے ہوئے ہو؟ میں تمھیں دپوانہ نہیں پاتا اور دوسری طرف تمھارا عمل بھی عقلمندوں کا سا نہیں ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں ایک نادان اور بے خبر شخص ہوں میں نے صرف دو چیزیں پر یقین اور اعتماد کیا ہے۔ ایک یہ کہ میں نے جان لیا ہے کہ میرا اور کائنات کا ایک عظیم الشان خالق ہے جس کی معرفت اور بندگی میں مجھے کوئی کوتاہی نہیں کرنا چاہیے۔

اور دوسری یہ کہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ مجھے اس عالم میں نہیں رہنا ہے بلکہ دوسرے عالم میں جانا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ اس عالم میں میری حالت کیا ہوگی؟

جناب حاجی! میں ان دو باتوں کے علم سے اس حد تک بدحواس اور پریشان حال ہو چکا ہوں کہ لوگ مجھے دپوانہ سمجھنے لگے ہیں آپ جو اپنے کو مسلمان کا عالم جانتے اور اس قدر علم رکھتے ہیں کسی کے لئے دل میں ذرہ برابر در نہیں رکھتے؟ کیا آپ کو کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہے؟

یہ نصیحت مرحوم حاجی کے دل میں تیر کی طرح بیٹھ گئی اور وہ اس حالت میں واپس ہوئے کہ ان کے اندر ایک انقلاب آچکا تھا۔ وہ اپنی بقیہ مختصر سی زندگی میں مستقل طور پر سرفراخت اور اس خطرناک راستے کے لئے توشہ مہیا کرنے کی فکر میں لگے رہے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے جو شخص جس مقام پر بھی ہو وعظ و نصیحت سننے کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ وہ جو کچھ سنتا ہے اگر اس کے بارے میں پہلے سے واقفیت رکھتا ہے تو وہ وعظہ اس کے لئے یاد دہانی کا کام کرتا ہے۔ اس لئے کہ انسان بھولنے کا عادی ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ یاد آوری کا محتاج رہتا ہے۔ اور اگر جاہل ہے تو یہ نصیحت اس کے لئے دانشمندی اور کسب معرفت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں دوسروں کی خیر خواہی اور یہ نصیحت کو مسلمان کا فرضیہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے "وَلَوْ اَصْحٰۤاۤ اِبٰۤنُۤحٰۤی وَاَصْحٰۤاۤ اِلٰہُۤیۡنَ" (سورہ عصر آیت ۳)۔

جس طرح دوسروں کو نصیحت کرنا ضروری ہے اور فرمان الہی کا منظر ہے اسی طرح اسکو سننا اور اسے قبول کرنا بھی لازم ہے کیونکہ وعظ و نصیحت کا حکم اسے سننے اور قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے ہی کے لئے ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں کمر ارشاد ہے "فَهَلْ یٰۤرٰی مُذٰکِرٌ" یعنی آیا ہے کوئی شخص جو الہی نصیحتوں کو سننے اور قبول کرے۔

ضمناً یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ وعظ بے اثر نہیں ہوتا۔ یہ سننے والے پر ایک اثر چھوڑتا ہے۔ ہر چند یہ اثر وقتی اور جزئی ہو۔ انسان کو چاہیئے کہ مجالس وعظ میں حاضری اور جس شخص سے بھی ہو وعظہ اور نصیحت سننے میں کوتاہی نہ کرے۔

مسلمہ سے منقول ہے کہ میں ایک صبح عمر ابن عبدالعزیز کے گھر گیا۔ وہ نماز صبح پڑھنے کے بعد مکان کے ایک حصے میں تنہا تھے۔ ایک کینہر تھوڑے سے خرمے لائی پس انھوں نے انہیں سے کچھ مقدار میں اٹھا کر کہا۔ اے مسلمہ! اگر کوئی شخص اس کو کھالے اوپر سے تھوڑا سا پانی پی لے تو کیا اس کے لئے کافی ہوگا۔

میں نے کہا نہیں جانتا پس انھوں نے مزید کچھ حصہ اٹھایا اور کہا، اس کے بارے میں خیال ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ کافی ہے بلکہ اگر اس سے کچھ کم بھی کھالے تو رات تک کسی دوسری رات نہ ہوگی۔ انھوں نے کہا پھر آدمی کس لئے جہنم میں جائے، یعنی جس انسان کے لئے

دن بھر میں ایک مٹھی خرما اور تھوڑا سا پانی کافی ہو وہ کس لئے مال دنیا کی طلب میں حرص اختیار کرے اور محرمات الہی سے پرہیز نہ کرے، یہاں تک کہ جہنم میں پہنچ جائے مسلمہ کہتے ہیں کہ اور کسی وعظ نے مجھ پر اتنا گہرا اثر نہیں ڈالا تھا۔ عرض یہ آدمی نہیں جانتا کہ کون سی بات اُسے کس قدر متاثر کرے گی۔ مسلمہ نے بہت سے وعظے سنے تھے لیکن اس کے مانند کسی نے بھی اسے متنبہ نہیں کیا تھا۔

نیز مشہور ہے اور بعض تفسیر وں میں بھی تذکرہ ملتا ہے۔ کہ فیصل عیاض نے اپنی عمر کا بڑا حصہ سرکشی اور معصیت میں گزارا تھا۔ یہاں تک کہ ایک رات ایک قافلے کو لوٹنے کے لئے اس کا تعاقب کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک قرآن کی تلاوت کرنے والے کی آواز اس کے کان میں پہنچی جو یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ اَللّٰہُ یَاکُنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَحْشَعَ قُلُوْبُہُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ (سورہ حدید آیت ۱۷) یعنی آیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے دل یاد خدا سے خفوع و خشوع اختیار کریں۔ اس آیت مبارکہ نے فوراً اس کے دل کو سیر کر دیا۔ اس نے کہا یقیناً اس کا وقت آپہنچا ہے۔ چنانچہ اسی مقام سے واپس آگیا، مکمل توبہ کی حقوق ادا کئے، جس کسی شخص کا اس پر کوئی حق تھا اسے اپنے سے راضی کیا۔ اور بالآخر زمانے کے نیک لوگوں میں شمار ہوا۔

نیز منقول ہے کہ ایک دولتمند شخص کا گذر ایک واعظ کی طرف سے ہوا۔ جو کہہ رہا تھا کہ "عجبت من ضعیف یقصی قریاً" یعنی مجھ کو حیرت ہے اس غریب بندے پر جو خدا کے قادر و توانا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس بات نے اس پر ایسا اثر کیا کہ وہ تمام گناہوں کو ترک کر کے اعمال خیر میں منہمک ہو گیا۔ اور زمانے کے نیک اور صالح افراد میں سے قرار پایا ہو سکتا ہے اس نے اکثر وعظے اور حکمت کے کلمات سنے ہوں لیکن اس کی مکمل نجات اور بیداری خدا نے انھیں الفاظ میں قرار دی تھی۔ لوگوں نے عبداللہ مبارک سے کہا کہ آپ کب تک حدیث اور علم کی تلاش میں سرگروں رہیں گے؟ انھوں نے کہا، میں نہیں جانتا ہو سکتا ہے میں نے ابھی تک وہ بات نہ سنی ہو جس میں میری نجات اور رہنمائی پنہا ہے۔ اسی وجہ سے عالم ربانی مرحوم شیخ جعفر شوستری بالائے نمبر دعا کرتے تھے اور عرض کرتے تھے کہ پروردگار! ہماری مجلس کو مجلس وعظہ قرار دے نیز فرماتے تھے کہ حقیقتاً مجلس وعظہ اسی وقت ہے جب سننے والا اگر معصیت میں مبتلا ہے تو پشیمان ہو اور

گناہ کو ترک کرے اور اگر اطاعت گزاروں میں سے ہے تو اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے اس کا شوق بڑھ جائے اور وہ اخلاص و روحانیت میں اضافے کے لئے مزید کوشش کرے۔ غرض کہ عالم اور غیر عالم سبھی کو نصیحت حاصل کرنے، متنبہ ہونے اور اس پر عمل کرنے کے قصد سے مجلس وعظ میں شریک ہونا ضروری ہے۔ ناواقف کو جاننے کے لئے اور واقف کو یاد آوری کی غرض سے مجلس وعظ کی فضیلت میں اخبار و احادیث کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ اس کی اہمیت سمجھنے کے لئے اتنا جان لینا کافی ہے کہ موعظہ غذائے روح اور قلب کو زندگی عطا کرنے والا ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے فرزند امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے فرماتے ہیں: "اَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ" (یعنی اپنے دل کو موعظے کے ذریعے زندہ کر) یہ نفس اور شیطان کو رسوا کرنے والا، ان کے شر سے نجات دینے والا، وسوسوں اور اضطرابی کیفیتوں کو برطرف کرنے والا، امن و اطمینان کے حصول اور تسکین خاطر کا باعث ہے۔ اَلَاذْكُرُ اللّٰهَ قَطْمُومُ الْعُلُوبِ" (یعنی آگاہ رہو ذکر خدا سے دل مطمئن ہوتے ہیں) کتنے ہی لوگ وسوسوں اور شیطانی خیالات کے دباؤ سے خودکشی پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن موعظہ سُنیے کے بعد ان کے دلوں کو سکون اور قرار مل گیا۔ یہ بتا دینا ضروری بھی ہے کہ اگر کوئی شخص مجلس وعظ یا کسی ایسے شخص تک رسائی نہ رکھتا ہو جو اسے موعظہ کرے تو اسے چاہیے کہ ان مواعظ سے فائدہ اٹھائے جو کتابوں میں درج اور مسنون ہیں۔ ان کے سلسلے میں سہر فہرست قرآن مجید ہے جس کے آیات کی تفسیر میں غور و فکر اور تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے اس کے بعد بیچ ابلاغہ کا ترجمہ اور شرح اور حضرت امیر المومنین کے وہ بلیغ خطبے جو قرآن مجید کی آیتوں کی تشریح اور تفسیر کرنے والے ہیں۔ ان کے بعد بحار الانوار جلد ۱ کا ترجمہ جس میں حضرت رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مواعظ جمع کئے گئے ہیں۔ پھر وہ کتابیں ہیں جو اخلاق کے موضوع پر لکھی گئی ہیں مثلاً معارج السعد ترقی عین الحیوۃ علامہ سحیح اور دیگر وہ کتابیں جن میں بزرگان دین کے مواعظ نقل کئے گئے ہیں۔

توبہ کی توفیق

نیز آقا میرزا ابوالقاسم نے (جن کا ذکر اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے) مرحوم اعتماد الواعظین تہرانی سے نقل کیا کہ ایک سال جب تہران میں روٹی مشکل سے دستیاب ہوتی تھی ایک روز فاطمہ الدین شاہ کے میزبانی پر (سنائے موت کے ذمہ دار یا جلاذ) ایک بختہ آبی ذخیرے کی محراب کے پاس پہنچے تو چند کتے کے بچوں کے چپخنے کی آوازیں سنیں۔ توجہ کرنے پر نظر آیا کہ ایک کتیا نے بچے دیئے ہیں۔ اور وہ بچے اس کے جسم سے چمٹے ہوئے ہیں اور چونکہ اس کے پستانوں میں دودھ نہیں ہے لہذا وہ بھوک کی وجہ سے نالہ و فریاد کر رہے ہیں۔ میزبانی پر بہت رحم آیا چنانچہ انھوں نے ایک نانباہی کی دوکان سے جو قریب ہی واقع تھی کچھ روٹی خرید کے کتیا کے سامنے ڈال دی۔ اور اسی مقام پر کھڑے رہے یہاں تک کہ روٹی کھانے کے بعد اس کے پستانوں میں دودھ اُتر آیا اور بچے سکون کے ساتھ اُسے پینے میں مشغول ہو گئے۔

میزبانی پر کتیا کی ایک مہینے کی خوراک کی قیمت طے کر کے نانباہی کو نقد پیسے ادا کر دیئے۔ اور کہا روزانہ تمھارے کارندے کو اسی مقدار میں روٹی کتیا کو پہنچانا ہوگی۔ اگر ایک روز بھی اس میں غفلت برتی گئی تو میں تمھیں اس کی سزا دوں گا۔

ان ایام میں میزبانی پر کتیا اور ان کے چند رفقاء کی جماعت روزانہ عصر کے وقت سیر و تفریح کے لئے نکلتی تھی اور واپسی پر آپس میں کسی ایک کے گھر مہمان ہو کر شام کا کھانا کھاتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک رات میزبانی پر کتیا کی میزبانی کا نمبر آیا ان کی ایک زوجہ کا مکان شہر تہران کے وسط میں تھا۔ جہاں ضیافت کے تمام وسائل موجود تھے۔ اور انھوں نے ایک عورت سے تازہ عقہ بھی کیا تھا۔ جس کی قیام گاہ دروازہ شہر کے قریب تھی۔ انھوں نے اپنی سابقہ زوجہ کو کچھ پیسے دیئے اور کہا آج شب میں اتنے مہمان میرے ساتھ آئیں گے۔ ان کے کھانے کا مکمل انتظام رکھنا، عورت نے یہ ذمہ داری قبول کی۔ وہ لوگ عصر کے وقت تفریح کے لئے شہر سے باہر نکل گئے۔

اتفاق سے اس روز چہل قدمی میں دیر لگ گئی اور رات کا اچھا خاصہ حصہ گزر گیا۔ واپسی کے وقت ان کے رفیقوں نے کہا دیر کافی ہو گئی ہے۔ اور ہم بہت خستہ ہو چکے ہیں لہذا تمہارے اسی مکان پر ٹھہر جاتے ہیں۔ جو شہر کے کنارے ہے۔

میر غضب باشی نے کہا یہاں کچھ بھی نہیں ہے یہیں شہر کے درمیان والے مکان پر چلنا ہو گا کیونکہ وہاں پورا انتظام کیا جا چکا ہے۔ لیکن ان کے رفقاء اس پر راضی نہیں ہوئے۔ اور کہا کہ آج ہم یہیں رہیں گے۔ اور مختصر غذا پر قناعت کر لیں گے۔ اور تم نے دوسرے مکان پر جو اہتمام کیا ہے اس کے لئے کل دیکھا جائے گا۔ میر غضب باشی نے مجبوراً اسے قبول کیا۔ اور کچھ روٹی اور کباب خرید کے انھیں کھلایا پھر سب نے وہیں آرام کیا۔ سحر کے وقت میر غضب باشی کے بے اختیار نالہ و بکا کی آواز سے سب لوگ جاگ اٹھے۔ اور ان سے اس انقلاب اور گریہ کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے بھی امام چہارم حضرت سیدنا علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم نے جو اس گتیا کے ساتھ احسان کیا ہے اُسے خداوند عالم نے قبول فرمایا ہے خدا نے اس نیکی کے باعث آج کی شب تمہاری اور تمہارے رفیقوں کی جانوں کو موت سے محفوظ رکھا کیونکہ تمہاری سابقہ زوجہ نے تم سے اپنی ناراضگی کی بنا پر ایک زہر مہیا کر کے باوچی خانے کے فلاں مقام پر رکھ چھوڑا تھا تاکہ تمہاری غذا میں شامل کرے، صبح کو جا کر اس زہر کو اٹھا لو۔ لیکن اس عورت کو کوئی اذیت نہ پہنچانا۔ بلکہ اگر وہ چاہے تو اسے خوشی آؤلو کر دینا۔ دوسری بات یہ کہ خدا تمہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اور تم چالیس روز کے بعد کر بلا میں میرے پدر بزرگوار کی قبر پر کی زیارت سے مشرف ہو گے۔

پس انھوں نے صبح کو اپنے رفیقوں سے کہا کہ آؤ اپنے وسط شہر والے مکان پر چل کے خواب کی تصدیق کریں۔ چنانچہ وہ سب لوگ وہاں پہنچے تو عورت نے شکایت کی کہ تم لوگ رات کو کیوں نہیں آئے۔ لیکن انھوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اور اپنے رفقاء کے ساتھ باوچی خانہ میں پہنچ کر اسی نشانہ ہی کے مطابق جو امام نے فرمائی تھی وہاں سے زہر اٹھالیا۔ اور عورت سے کہا کہ رات کو ہمارے بارے میں تیری کیا نیت تھی۔ اگر امام کا حکم نہ ہوتا تو میں تجھ سے اس کا عوض لیتا لیکن اب مولائے فرمان کے مطابق تیرے ساتھ احسان کروں گا۔ اگر تو چاہے تو اسی گھر میں رہ، میں تیرے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گا جیسے تو نے میرے خلاف کوئی کام ہی نہ کیا ہو۔ اور اگر

علاج کی چاہتی ہو تو طلاق دیدوں گا جو تیری خواہش ہوگی اسے پوری کروں گا۔ عورت نے دیکھا کہ وہ رسوا ہو چکی ہے اور آئندہ ان کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ لہذا طلاق کا مطالبہ کیا۔ اور انھوں نے بھی پوری رضامندی کے ساتھ اسے طلاق دیدیا اور اسے خوش کر کے آزاد کر دیا۔

انھوں نے اپنی ملازمت سے بھی استعفا دیدیا جو منظور کر لیا گیا۔ اس کے بعد توبہ و حقوق و مظالم کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ اور چالیس روز کے بعد کر بلائے محلے کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور وہیں مقیم ہو گئے یہاں تک رحمت خداوندی سے واصل ہوئے۔ غلوقات خداوندی کے ساتھ احسان کے اثرات و روایتوں میں کثرت کے ساتھ منقول ہیں خواہ وہ کتے ہی جیسا کوئی حیوان ہو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ نیکی انجام بخیر ہونے اور مغفرت الہی کا سبب بن جاتی ہے۔

اس مطلب کے شواہد بہت سے ہیں۔ منجملہ ان کے بجا الانوار جلد ۱۴ میں کتاب۔۔۔۔۔ حیوۃ الحیوان دیری سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ایک عورت ایک بیابان میں سفر کر رہی تھی اور سخت پیاسی تھی یہاں تک کہ ایک ایسے کنوئیں پر پہنچی جس میں پانی موجود تھا۔ وہ کسی طرح اس میں اتری اور پانی پی کر سیراب ہوئی۔ جب باہر آئی تو دیکھا ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے وہ مٹی کھا رہا ہے جس میں کچھ نمی موجود ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کتا پیچارہ میری ہی طرح پیاسا ہے۔ چنانچہ اس پر رحم کھا کر دوبارہ کنوئیں میں اتری اپنے پاؤں کا مونہ پانی سے لبریز کر کے دانتوں میں دبایا اور اوپر آکر کتے کو سیراب کیا۔

خدا نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا، اور اسے بخش دیا۔

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہم بھی حیوانات کے ساتھ نیک سلوک کریں تو کیا ہمیں بھی اس کا اجر ملے گا؟ فرمایا، ”نعم فی کل کبیر حریحی اجرو“

یعنی ہاں، ہر تشنہ جگر کو خنگی پہنچانے اور اسے پانی پلانے کا ایک اجر ہے۔ نیز اسی کتاب میں ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ ”میں شب معراج جب بہشت میں داخل ہوا تو وہاں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس نے ایک پیاسے کتے کو سیراب کیا تھا“ جہاں ضرورت کے وقت ایک جانور کے ساتھ احسان کرنا مغفرت و آمرزش اور عاقبت بخیر ہونے کا سبب ہو وہاں ایک

انسان اور بالخصوص مومن کے ساتھ نیکی اور اس کی داد دینی کرنے کا کتنا ثواب ہوگا؟
اس بارے میں جو روایتیں اور داستانیں کتاب کلمہ طیبہ مرحوم نوری میں منقول
ہیں ان کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۵۰)

سپا خواب

ایک صاحب یقین و ایمان اور متقی بزرگ نے جنھوں نے عالم ربانی مرحوم
حاج شیخ محمد جوادی بید آبادی (جن سے متعلق چند داستانیں اس کتاب میں نقل ہو
چکی ہیں) کا زمانہ دیکھا ہے بیان کیا کہ ایک بار وہ بزرگوار حضرت امام رضا علیہ السلام
کی زیارت اور مشہد مقدس میں چالیس روز قیام کرنے کے قصد سے اپنی بہن کے ساتھ
اصفہان سے روانہ ہوئے۔ اور مشہد مقدس سے مشرف ہوئے۔

جب اس مبارک مقام پر ان کے قیام کو اٹھارہ روز گزرے تو رات کو امام رضا
علیہ السلام نے خواب کے عالم میں انھیں حکم دیا کہ کل صبح تمھیں اصفہان واپس جانا ہے
انھوں نے عرض کیا مولا! میں نے آپ کے جوار میں چالیس روز ٹھہرنے کی نیت کی ہے اور
ابھی تو صرف اٹھارہ دن گزرے ہیں۔

امام نے فرمایا چونکہ تمھاری بہن اپنی ماں کی جدائی سے پریشان ہے اور ہم سے واپس
جانے کی خواہش کی ہے۔ لہذا تمھیں اس کی خاطر سے واپس جانا چاہیے۔ کیا تم نہیں جانتے
کہ میں اپنے زائرین کو عزیز رکھتا ہوں۔

جب مرحوم حاجی بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنی بہن سے پوچھا کہ تم نے گزشتہ روز

حضرت رضا علیہ السلام سے کیا خواہش کی ہے؟ انھوں نے کہا، چونکہ میں اپنی ماں کی
مفارقت سے بہت بے چین تھی لہذا حضرت سے اس کا شکوہ اور واپسی کی درخواست کی تھی
عام طور پر شیعوں اور خاص طور سے اپنی قبر کے زائرین کے ساتھ آپ کی محبت اور
مہربانی مسلمات میں سے ہے۔ چنانچہ آپ کی زیارت میں ہے۔ السلام علیہ اجمعین
المرؤف۔ اس بارے میں متنبہ کتابوں کے اندر کافی واقعات موجود ہیں۔ جن کو نقل کرنا اس
کتاب کے موضوع سے الگ ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص بھی حضرت کی قبر مبارک کا رُخ کرتا ہے وہ ان حضرت کی
محبت و عنایت سے سرفراز ہوتا ہے۔

سچی خواب

سین جلیل جناب آقائے ذوالنور (معمار) نے جو مومنین میں تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے مشہور ہیں بیان کیا ہے کہ میں نے ایک شب خواب کے عالم میں ایک بہت وسیع باغ اور ایک پُر شکوہ محل دیکھا، دربان سے اجازت لے کے اس میں قدم رکھا تو ہر طرف شاہانہ ساز و سامان نظر آیا۔ میں سیر و تفریح کرتا ہوا اور اس آراستہ بارگاہ کی شان و شوکت پر حیرت زدہ اس کے مرکزی حصے میں پہنچا جہاں ہر طرف نہریں جاری تھیں ہر طرف یاسمین کے درختوں کے جھنڈ ایک دوسرے سے پیوستہ تھے۔ اور ان میں سے مسرت کر دینے والی بھیجی بھیجی خوشبو نکلتی رہی تھی۔ ان کے سائے میں ایک شاہی تخت بچھا ہوا تھا جو طرح طرح کی زینتوں اور بہترین فرش سے مزین تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس پر جناب آقائے شیخ محمد قاسم طلاق (واعظ) انتہائی عزت و جلال کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے دربان سے پوچھا کہ یہ بارگاہ کس کی ملکیت ہے۔ اس نے کہا آقائے طلاق کی جو شاہی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اذنِ حضوری حاصل کر کے ان کی خدمت میں پہنچا۔ اور کافی تعظیم و تکریم کے بعد کہا کہ آقائے طلاق میں آپ کا رفیق رہ چکا ہوں۔ اور آپ کے حالات سے باخبر تھا۔ ایسی کون سی بات ہوئی کہ خدا نے آپ کو ایسا مرتبہ عنایت فرمایا ہے۔؟

انھوں نے جواب دیا کہ جیسا تم کہہ رہے ہو بات ایسی ہی ہے۔ حقیقتاً میرے پاس کوئی عمل ایسا نہیں تھا جو مجھے اس منزل تک پہنچا دے۔ لیکن ہوا یہ کہ میرا ایک اٹھارہ سال کا لڑکا بیٹا تھا جس کے گلے میں ایک مرض پیدا ہوا اور وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ خداوند کریم نے اس مصیبت کے عوض میں مجھ کو ایسا مقام عطا فرمایا ہے۔ آقائے ذوالنور کہتے ہیں، میں آقائے طلاق کے فرزند کی موت سے آگاہ نہیں تھا۔

میں نے سوچا، ان سے ملاقات کر کے اپنا خواب بیان کر دوں، لیکن پھر خیال ہوا کہ شاید ان کے فرزند کا انتقال نہ ہوا ہو۔ اور خواب کی تعبیر کچھ اور ہو۔ چنانچہ ان سے نہیں پوچھا بلکہ ایک صاحب علم شخصیت سے جو کہ ان کی دوست اور رفیق تھے ان کے بیٹے کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے بتایا کہ، ہاں چند روز قبل ان کا ایک اٹھارہ سال کا فرزند چوبیس گھنٹوں کے اندر داغ مفارقت دے گیا۔

اولاد اور بالخصوص بیٹے کی موت کے بدلے میں خداوندی الطاف و کرم اور اجر و ثواب کے موضوع پر کافی روایات و واقعات پائے جاتے ہیں۔ جو کتاب لسانی الاخبار مرحوم تولیسر کافی کے اوائل میں نقل ہوئے ہیں۔ علاوہ اس کے مزید اطلاع کے لئے کتاب مسکن الفوائد فی موت الالاء مولفہ شہید ثانی علیہ الرحمہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ اس مقام پر صرف ایک روایت نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "فرزند کی موت پر مومن کا اجر بہشت ہے۔ خواہ وہ اس پر صبر کرے یا نہ کرے"۔

باجوہ اس کے کہ ہر مصیبت اور بلا کا اجر و ثواب اس پر صبر کرنے پر موقوف ہے۔ لیکن اولاد کی موت کا اجر یقینی ہے، ہر چند اس پر صبر نہ کر سکے۔

۱۰۔ فی مؤثقتہ ابن جبرئیل عن ابن عبد اللہ قال ثواب المؤمن من ولدہ اذا مات الجنة صبرا اولاً یصبر۔

سچا خواب

ایمان و یقین کے حامل اور ولایت الہیہ طاہر بن علیہم السلام میں مخلص مرحوم حاج شیخ محمد شفیع جمیع نے (جن سے داستانِ مرام نقل ہو چکی ہے) فرمایا کہ میں ایک سال عید غدیر کے موقع پر نجف اشرف سے مشرف تھا۔ زیارت کے بعد اپنے شہر (ہجم) کی طرف مراجعت کی اور ایام عاشورہ میں اپنے اماں باپ کے اندر عزاداری حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی مجلسیں قائم کیں۔ روز عاشورہ میرے دل میں ان حضرت کی زیارت کا شدید اشتیاق پیدا ہوا۔ اور میں نے اس آرزو کی تکمیل کے لئے انھیں حضرت سے مدد طلب کی، جب کہ اسباب کے لحاظ سے بظاہر یہ امر محال نظر آتا تھا۔

اُسی شب عالم خواب میں حضرت امیر المؤمنین اور حضرت سید الشہداء علیہما السلام کے جمال مبارک کی زیارت کی۔ جناب امیر نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ محمد شفیع کی سندیوں نہیں دیتے ہو آپ نے فرمایا میں اپنے ہمراہ لایا ہوں، پس ایک ورق مجھے محبت فرمایا جس میں دو سطرین نور سے نکھی ہوئی تھیں اور جس کے دونوں رخ یکساں تھے۔ جب میں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ دو شعر لکھے ہوئے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ میں شاعری سے شغف نہیں رکھتا ہوں وہ مجھے ایک ہی نظر میں یاد ہو گئے۔ وہ شعر یہ تھے۔

از غلصال در گہ اس شاہ کو کشف
آہش محمد است و شفیع از رہ شرف
توفیق شد رفیق رو دسوئے کربلا
با آنکہ اند کے است کہ برگشتہ از نجف
(یعنی یہ شاہ کو کشف (حضرت امیر المؤمنین) کی درگاہ کے مخلصین میں سے ہیں۔ ان کا نام شرف اور بزرگی کے لحاظ سے محمد اور شفیع ہے۔ اس امر کی توفیق ان کے ساتھ ہے۔ کہ یہ کربلا کی طرف روانہ ہوں۔ باوجود اس کے کہ چند روز قبل ہی نجف سے واپس آئے ہیں۔)

فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو مجھے انتہائی مسرت و شادمانی کے ساتھ اپنی حاجت پوری ہونے کا یقین تھا۔ چنانچہ فجر اللہ اُسی روز سحر کے وسائل مہیا ہو گئے اور میں روانہ ہو کر اس آستانہ اقدس سے مشرف ہوا۔

مرحوم حاج شیخ محمد شفیع تقریباً تیس سال تک میرے رفیق رہے اور مجھے چن مرتبہ انکی ہمراہی میں حج اور عتبات کی زیارتیں نصیب ہوئیں۔ وہ ایک باعمل عالم دین و شریعت کے مروج مخلص، مرد خلیق اور محبت صادق تھے وہ جس شہر میں پہنچتے تھے وہاں کے نیک اور صالح افراد سے کھل مل جاتے تھے۔ وہ جس مجلس میں ہوتے تھے اس کے شرکاء اور حاضرین کو خدا اور آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد دلاتے رہتے تھے۔ وہ ان حضرات کے مناقب اور ان کے دشمنوں کے مثالب اور معایب بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہ حقیقت ملکات فاضلہ اور صفات حمیدہ، بالخصوص تواضع، حیا، ادب، مہذب گاہن خدا سے محبت، سخاوت، اور خلق خدا کی خیر خواہی میں بہت ہی کم اپنا جواب رکھتے تھے۔

اَعْلَى اللّٰهِ مَقَامُهُ وَحُشْرُهُ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الطَّاهِرِينَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ۔

جناب سیدہ کی عنایت

جناب حاجی علی اکبر سروروی تہرانی نے بتایا کہ میری ایک علویہ خالہ ہیں جو بہت عباد گزار اور سہارے خاندان کے لئے باعث برکت ہیں۔ مصائب و شدائد میں ہم سب کی پناہ لیتے ہیں اور ان کی دعا سے ہماری پریشانیاں برطرف ہوتی ہیں ایک بار وہ معظمہ دل کے درد میں مبتلا ہوئیں۔ اور چند ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کی جانب رجوع کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بالآخر انھوں نے حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا سے توسل کے لئے ایک زنانی مجلس منعقد کی۔ اور اہل مجلس کو کھانا بھی کھلایا۔ اسی شب خواب میں دیکھا کہ جناب معصومہ سلام اللہ علیہا ان کے گھر میں تشہیف لائی ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہماری جھوٹری بہت حقیر ہے اور چونکہ میں اس لائق نہیں تھی لہذا گزشتہ روز آپ کو دعوت نہیں دے سکی آپ نے فرمایا کہ ہم خود ہی آئے تھے اور یہاں موجود تھے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے درد اور اس کی دوا کی نشاندہی کر دیں۔ پس اپنی مبارک ہتھیلی ان کے چہرے کے مقابل کر کے ارشاد فرمایا کہ میری ہتھیلی پر نگاہ کرو! جب انھوں نے دیکھا تو انھیں اسمیں اپنے جسم کی ساری اندرونی کیفیت نظر آئی۔ منجملہ اپنے رحم کو دیکھا کہ اس میں بہت میل جمع ہو گیا ہے۔ فرمایا تمہارے درد کا تعلق رحم سے ہے۔ فلاں ڈاکٹر کی طرف رجوع کر وٹھیک ہو جاؤ گی۔

چنانچہ صبح کو اسی ڈاکٹر کے پاس گئیں۔ اور اپنے درد کا حال بیان کیا۔ اس کے علاج سے جلد ہی درد برطرف ہو گیا۔

ضمنی طور پر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ممکن تھا آپ بغیر ڈاکٹر کی طرف رجوع اور دوا کے استعمال کے اسی لمحے شفا بخش دیتیں لیکن چونکہ خدا نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر درد و مرض کے لئے ایک دوا خلق فرمائی ہے تاکہ خداوند عالم نے اس کے اندر جو خاصیت قرار دی ہے

وہ ظاہر ہو لہذا ضروری ہے کہ ریض وقت ضرورت طبیب کی طرف رجوع اور دوا کے استعمال سے پرہیز نہ کرے اور یہ جان لے کہ شفا خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن طبیب اور دوا کے وسیلے سے۔ علاوہ ان بعض مواقع کے جن میں مصلحت الہی براہ راست شفا کی مقتضی ہو۔

چنانچہ شاید مذکورہ علویہ کے بارے میں ایسی کوئی مصلحت نہیں تھی لہذا انھیں خدا کی جاری سنت یعنی طبیب اور دوا کی طرف رجوع کے حوالے فرمایا گیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گزشتہ پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر بیمار ہوئے تو انھوں نے کہا میں دوا استعمال نہیں کر دوں گا۔ تاکہ جس خدا نے مجھ کو بیمار کیا ہے وہی شفا بخشے۔ پس خداوند عالم نے انھیں وحی فرمائی کہ جب تک تم دوا استعمال نہ کرو گے۔ میں تمہیں شفا نہ دوں گا۔ اس لئے کہ شفا میری طرف سے ہے (ہر چہ کہ دوا کے وسیلے سے ہو)۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ نَبِيَّائِ بْنِ الْأَنْبِيَاءِ مَرَّ مِنْ فَقَالَ لَا أَتَدْرِي خُتْمُ الْيَوْمِ الَّذِي
أَمْرُ صَبِيٍّ يُشْفِي بَنِي فَادُوخِي اللَّهُ الْيَوْمَ لَا أَشْفِيكَ خُتْمُ الْيَوْمِ فَإِنَّ الْيَوْمَ مَوْجِدٌ ۝

سچا خواب

مومن متقی ملا علی کا زونی ساکن کویت ایک نیک انسان تھے اور انھیں سچے خوابوں اور صحیح مکاشفات کی خصوصیت حاصل تھی۔ مجھے حج کے سفر میں ان کی ملاقات اور مصاحبت نصیب ہوئی۔ انھوں نے نقل کیا کہ ایک شب میں نے خواب کے عالم میں ایک ایسا وسیع باغ دیکھا کہ نگاہ اس کی آخری حد تک پہنچنے سے قاصر تھی۔ اس کے وسط میں ایک عظیم اور پر شکوہ قصر نظر آیا میں حیرت میں تھا کہ یہ کس کی ملکیت ہے۔ چنانچہ ایک دربان سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ محل حبیب نجا شیرازی کے لئے ہے۔ میں انھیں پہچانتا تھا اور ان کا رفیق بھی تھا۔ میں ان کی خوش نصیبی پر غبطہ کر رہا تھا کہ ناگاہ آسمان سے ایک بجلی گری جس سے دفعتاً وہ پورا قصر اور باغ جل کر خاکستر ہو گیا جیسے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا میں وحشت اور اس کی ہولناکی سے بیدار ہو گیا۔ اور سمجھ لیا کہ ان سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے۔ جس نے ان کی منزلت کو ختم کر دیا ہے۔ میں صبح کو ان کی ملاقات کے لئے گیا۔ اور پوچھا کہ گزشتہ شب میں تم سے کون سا عمل سرزد ہوا ہے؟ انھوں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ میں نے انھیں قسم دی اور کہا یہ ایک ایسا راز ہے جس کا انکشاف ہونا ضروری ہے۔ انھوں نے بتایا کہ گزشتہ شب فلان وقت میرے اور میری ماں کے درمیان ایسی گفتگو ہوئی کہ بالآخر انھیں مارنے کی نوبت آگئی پس میں نے ان سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ تم نے اپنی ماں کو اذیت دی اور ایسے بلند مرتبہ کو اپنے ہاتھوں سے گوندیا۔

روایات اور آیات سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ بعض گناہان کبیرہ اعمال صالحہ اور نیک کاموں کو ضبط اور فنا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ کتاب عد الدرائی میں منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے تو اس کے لئے بہشت

میں ایک درخت نصب کیا جاتا ہے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! پھر میں تو بہشت میں بہت سے درختوں کا مالک ہوں۔ آنحضرت نے کہا کہ دور و اس چیز سے کہ ایک آگ بھج کے انھیں جلا ڈالو۔

اس قسم کے گناہان کبیرہ میں عقوق والدین بھی ہے۔ یعنی باپ یا ماں کو اذیت اور آزار پہنچانا۔

کتاب گناہان کبیرہ میں اس مطلب کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، اس طرف رجوع کیا جائے۔

امیر المومنین کی عنایت

جناب حاج شیخ محمد باقر شیخ الاسلام علی اللہ مقامہ نے (جن سے سنی مسیوین اور اہل سنت و جماعت کی جاکلی ہیں) فرمایا کہ جس زمانے میں مرحوم حاج قوام الملک شیرازی عزافانے کی تعمیر میں مشغول تھے۔ اس میں کام آنے والے پتھروں کے لئے ایک سید سنگتراش کو جو اس زمانے میں شیراز کے سنگتراشوں کے استاد تھے ٹھیکہ دیا گیا۔ اتفاق سے اس معاملے میں انھیں سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ یہاں تک کہ وہ مبلغ تین سو تومان کے مقروض ہو گئے جو اس دور میں ایک بڑی رقم تھی۔ اور اس کی وجہ سے وہ پریشان حالی اور محتاجی میں مبتلا ہو گئے انھوں نے شب جمعہ میں نماز جعفر تیار پڑھی۔ اور اس مشکل حل کے لئے بارگاہ الہی میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو وسیلہ قرار دیا۔ اسی طرح دوسری اور تیسری شب جمعہ میں بھی یہی عمل جاری رکھا جعفر نے انھیں ہدایت فرمائی کہ کل صبح کو حاج قوام کے پاس جاؤ۔ میں نے انھیں ذمہ داری سپرد کر دی ہے جب یہ بیدار ہوئے تو حیرت میں پڑ گئے۔ میں حاج قوام سے کس طرح گفتگو کروں در حالیکہ میرے پاس کوئی نشانی اور ثبوت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں۔

بالآخر وہ عزافانے میں آکر اُداسی اور رنج و غم کے عالم میں ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ ناگاہ دیکھتے ہیں کہ حاج قوام الملک اپنے عمال اور ملازمین کے ساتھ آئے ہیں جبکہ اس موقع پر انکی آمد غیر متوقع تھی۔ وہ اسی طرح آگے بڑھتے ہوئے سید سنگتراش کے قریب پہنچے تو کہا کہ مجھے تم سے ایک کام ہے، میرے گھر پر آجانا۔ حاج قوام کی واپسی کے بعد سید بھی اُن کے یہاں پہنچے تو ملازمین نے پورے احترام کے ساتھ انھیں حاج قوام کے پاس پہنچا دیا۔

جب یہ پہنچے تو سلام کیا، حاج قوام نے بغیر ان کا حال پوچھے فوراً تین کیسے جن میں سے ایک اندیشہ تو مانی اشرفیاں موجود تھیں ان کے سامنے پیش کر دیئے۔ اور کہا جاؤ اپنا

قرض ادا کرو۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کی۔

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگلے زمانے کے دولتمند اور بااقتدار لوگ امور خیر میں کتنے صدق دل اور اخلاص کے حامل تھے۔ اس حد تک کہ بزرگان دین کی عنایت اور التفات کے حقدار بن جاتے تھے۔ اور اسی خصوصیت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتے تھے۔ اس دور میں تو دولتمند اشخاص زیادہ تر اپنی دولت و ثروت میں اضافہ کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور کارہائے خیر میں صرف کرنے کی توفیق انھیں نصیب نہیں۔ دوسرے اگر کبھی اپنی دولت کا مختصر سا حصہ کسی نیک کام میں صرف بھی کر دیتے ہیں تو اس بارے میں صدق و اخلاص سے محروم ہوتے ہیں۔ اور عمل لوگوں کی مدد و شناسا اور دوسروں کی ستائش کی غرض سے انجام دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ خدا کے لئے خالص نہیں ہوتا لہذا اس کا کوئی باقی رہنے والا نتیجہ بھی ہر آمد نہیں ہو سکتا۔

اعمال خیر میں ریاکاری جو عمل کے بطلان کا سبب ہوتی ہے اس کے بارے میں تفصیلی بحث کتاب گناہان کبیرہ میں پیش کی گئی ہے۔ خدا ہمارے شروتمندوں کو توفیق دے کہ اپنے سرمایہ سے نتیجہ حاصل کریں اور جو کچھ انھوں نے جمع کر رکھا ہے اس کے ذریعے باقی رہنے والے فوائد پہنچا دیں۔

مال راکز بہر حق باشی حمل نعم مال صالح گفتش رسولے
یعنی جو مال تم نے راہ حق میں صرف کرنے کے لئے جمع کیا ہو اسے رسول اللہ نے بہترین اور صالح مال فرمایا ہے۔

سچا خواب

جناب حاج سید محمد علی ناجی مرحوم حاج سید محمد حسن کے فرزند اور ان کے بھی بھی ہیں مرحوم نے جن امور کے بارے میں وصیتیں کی تھیں ان میں بڑا حصہ اجرت پر نمازیں۔ پڑھوانے اور روزے رکھوانے کے لئے تھا۔ وصی موصوف نے چار سال کی نمازوں اور چار مہینے کے روزوں کے لئے مرحوم حاج سید ضیاء الدین (امام جماعت مسجد آتشیا) کو اجیر مقرر کیا اور اس کی اجرت انھیں نقد پیش کر دی۔

وصی موصوف نے نقل کیا کہ ایک مدت کے بعد میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت پریشان ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آیا آپ مجھ سے رضامند ہیں کیونکہ میں نے آپ کی وصیت پر عمل کیا ہے اور آپ کی چار سال کی نمازوں اور روزوں کے لئے آقاؑ سید ضیاء الدین کو اجیر مقرر کیا۔ میرے باپ نے انتہائی رنج و غم کے ساتھ کہا۔ اس پر عمل کب ہو اور تو کسی دوسری فکر میں لگے ہو گئے ہیں۔ انھوں نے چھ روز سے زیادہ کی نمازیں نہیں پڑھی ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو آقاؑ سید ضیاء الدین کی خدمت میں گیا۔ اور پوچھا کہ آپ نے میرے والد کے لئے کتنی نمازیں پڑھی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، میں نے جتنی نمازیں پڑھی ہیں انھیں اپنے پاس درج کر لیا ہے۔ میں نے کہا یہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ کے کام نظم و ترتیب کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔ لیکن میرا یہ مطلب ہے کہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ میرا خواب درست ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ بہت اصرار کے بعد اپنا یادداشت کا رجٹر لائے تو معلوم ہوا کہ چھ دنوں سے زیادہ کی نمازیں نہیں پڑھی ہیں۔ انھوں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا میں بھول گیا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ میں بیشتر نمازیں پڑھ چکا ہوں۔ اب جبکہ ان مرحوم نے اس طرح متوجہ کیا

ہے میں آج سے باقاعدہ ان کی نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہو جاؤں گا۔

اس طرح معلوم ہوا کہ آقاؑ سید ضیاء بھول گئے تھے۔ اور مرحوم حاجی ناجی کی اطلاع بھی صحیح تھی۔ کتاب غرر الحکم آمدی میں ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے کلمات قصار، (مختصر کلمات) میں ارشاد فرمایا، تم خود اپنے نفس کے وصی بنو اور جو کچھ تم چاہتے ہو کہ تمہارے مال سے دوسرے لوگ تمہارے لئے انجام دیں۔ اسے تم خود ہی انجام دو۔

مراد یہ ہے کہ جس بارے میں تم وصیت کرتے ہو دوسرا شخص تمہارے بعد تمہارے مال میں سے امور خیر انجام دے ان کو تم خود ہی اپنی زندگی میں انجام دو کیونکہ دنیا رخسار ترس، اور تمہارے اوپر مہربان وصی مشکل ہی سے ملے گا۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے وصی تمہاری وصیت پر عمل بھی کرے۔ لیکن جس شخص کو تمہارے نماز روزے اور حج کے لئے اجیر بنائے وہ صحیح طور سے ان کو بجانہ لائے یا اسے اہمیت نہ دینے کی بنا پر فراموش کر دے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ باقاعدہ بجا بھی لائے پھر بھی یقیناً وہ عمل جو انسان بذات خود انجام دے وہ اس عمل سے بڑا فرق رکھتا ہے جسے دوسرا شخص اس کی نیابت میں انجام دے۔

چنانچہ موی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے وصیت کی کہ آنحضرتؐ اس کے خرمے کے ذخیرے کو راہ خدا میں تقسیم کروائیں۔ جب آنحضرتؐ نے اس کی وصیت پر عمل فرمایا تو اس میں سے ایک خرما زمین پر پڑا بوا ملا۔ آپؐ نے اسے اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس شخص نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے اس دانہ خرما کو خیرات کیا ہوتا تو وہ خرموں کے اس انبار سے بہتر تھا جو میں نے اس کی طرف سے دیا ہے۔ شیخ سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

برگ عیشے بہ گور خویش فرست کس نیار دز پس تو پیش فرست

خورو پوش و بخشائی و روزی رساں نگہ می چہ داری زہر کساں

زیر نعمت انہوں بدہ کان تست کہ بعد از تو بیرون ز فرمان تست
تو با خود میر تو شہ خویشتن کہ شفقت نیاید ز فرزند و زلت
غم خویشت در زندگی خور کہ خویشت بہ مردہ نہ پردازد از حرص خویشت
بہ نغمہ خوارگی جز سرانگشت تو نہ خاد کسی در جہاں پشت تو
(یعنی، اپنے عیش و عشرت کا سامان خود ہی اپنی قبر میں بھیجو تمہارے بعد اُسے مہیا

کرنے والا کوئی نہ ہوگا، لہذا تم پہلے ہی بھیجو۔)

کھاؤ، پہنو، بخشش کرو، اور حاجتمندوں کو روزی پہنچاؤ، تم دوسروں کے بارے میں
کیا توقع رکھتے ہو؟ مال و زر ابھی دیدو کیونکہ اس وقت تمہارے اختیار میں ہے ورنہ تمہارے
بعد تمہارے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ تم اپنا توشہ اور زاد راہ اپنے ساتھ لے جاؤ کیونکہ
تمہاری اولاد اور زوجہ سے اس قدر مہربانی کی امید نہیں۔ اپنی ہی زندگی میں اپنی غمخواری کرو
کیونکہ کوئی عزیز و قریب اپنی حرص کی وجہ سے کسی مردے کے کاموں میں وقت صرف نہیں
کرتا۔ تمہارے اپنے ناخنوں کے سوا دنیا میں کوئی شخص ہمدردی کرتے ہوئے تمہاری پیٹھ نہ
کھجلائے گا۔)

سچا خواب

مرحوم حاج غلام علی بہبہانی (بانی شہستان مسجد سر وک) کے فرزند مرحوم حاج
محمد حسن خاں بہبہانی نے نقل کیا کہ میرے باپ مسجد سر وک کا بزرگ آمدہ مکمل ہونے سے پہلے ہی
مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور وصیت کی کہ بارہ ہزار روپے جو بیٹی کے حوالے میں ہیں حاصل کر
کے مسجد کی تکمیل میں صرف کئے جائیں۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو چند روز کے لئے تعمیر معطل
ہو گئی۔ ایک رات انہوں نے خواب کے عالم میں مجھ سے کہا۔ کہ تم نے یہ کام کیوں ملتوی کیا؟ میں نے
کہا آپ کے احترام میں اور آپ کی مجلس ترحیم میں مشغولیت کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ انہوں نے
جواب میں فرمایا کہ اگر تم میرے لئے کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ مسجد کی تعمیر معطل نہ کرو
جب میں بیدار ہوا تو مسجد کی عمارت مکمل کرنے کا عزم کرتے ہوئے سوچا کہ اپنے باپ کی معین
کی ہوئی رقم کا حوالہ مہیا کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس کے ذریعے روپے حاصل کر کے اس میں صرف
کر سکوں۔ لیکن کافی تلاش اور جستجو کے باوجود وہ حوالہ اور سند دستیاب نہیں ہوئی جہاں جہاں
مجھ کو احتمال تھا۔ ہر مقام پر دیکھا لیکن کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔

چند روز بعد پھر اپنے باپ کو خواب میں دیکھا انہوں نے مجھ سے باز پرس کی کہ مسجد کی
تعمیر کیوں شروع نہیں کرتے؟ میں نے کہا آپ کے معین کردہ روپوں کا حوالہ گم ہو گیا ہے۔ انہوں
نے فرمایا تجھ سے کہ اندر الماری کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو چراغ روشن کیا اور اسی
مقام پر گیا جس کا پتہ انہوں نے بتایا تھا۔ وہاں ایک ورق پڑا ہوا ہلا، اٹھا کر دیکھا تو وہی حوالہ
تھا۔ چنانچہ مطلوبہ رقم حاصل کر کے مسجد کا کام پورا کر لیا۔

سیا خواب

مرحوم حاج معتمد نے نقل کیا کہ میں ایک روز مجلس روضہ خوانی کے لئے تکیہ شاہ داعی اللہ میں مدعو تھا۔ چونکہ برف اور بارش کی وجہ سے راستوں میں کچھ پڑھتی لہذا میں قبرستان دارالسلام شہراز کے درمیان سے گزرا۔ اور مجلس تمام ہونے کے بعد اسی راستے سے واپس ہوا۔ رات کو مرحوم آقائے حاج سید علی اکبر فال اسیری کے فرزند آقا سید میرزا معروف بہ سلطان کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے کہا معتمد! آج تم ہمارے گھر کے پہلو سے گزرے اور اسے خراب و خستہ حالت میں دیکھا، لیکن اُسے درست نہیں کیا۔ جب میں بیدار ہوا تو مجھے مطلق خبر نہ تھی کہ مرحوم کی قبر کس قبرستان میں ہے اسی روز قبرستان کے مہتمم شیخ حسن کے پاس پہونچا اور ان سے دریافت کیا کہ آیا آقا سید میرزا کی قبر اسی قبرستان میں ہے؟ انھوں نے کہا ہاں۔ اور میرے ہمراہ جا کر اس کی نشاندہی کی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بالکل میری کل کی گذرگاہ میں واقع ہے۔ اور برف باری اور بارش کی وجہ سے شکست ہو کر بٹھ گئی ہے۔ چنانچہ میں نے شیخ کو کچھ پیسے دیے کہ وہ قبر کی مرمت کرا دیں۔

ان چند داستانوں اور انھیں جیسے دیگر نہراول واقعات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ انسان موت کے بعد فنا نہیں ہوتا ہے۔ ہر چند اس کا بدن زیر زمین بوسیدہ اور خاک ہو گیا ہو لیکن اس کی روح عالم برزخ میں باقی اور اس دنیا کے حالات سے باخبر رہتی ہے۔ اور اس مطلب کی قرآن مجید اور روایتوں میں تصریح موجود ہے۔ بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ میں

لہ۔ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَوُّونَ — وَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْزِلُ فِي يَوْمِهِ يَفْعَلُونَ

(سورہ مومنون آیت ۱۰۰)

مروی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر میں مشرکین کے کشتوں کو خطاب فرمایا۔ کہ ”تم خدا کے رسول کے بہت بڑے ہمسائے تھے۔ انھیں ان کے گھر سے نکالا اس کے بعد آپس میں جمع ہو کر ان سے جنگ کی، یقیناً خدا نے برحق نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا تھا اسے تم نے پایا، یعنی دنیا میں ہلاکت اور موت کے بعد عذاب الہی“

عمر ابن خطاب نے آنحضرت سے کہا، آپ کو کئی مردوں اور ہلاک شدہ لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں (اس لئے کہ وہ سنتے نہیں ہیں) آنحضرت نے فرمایا خاموش رہ اسے خطاب کے بیٹے، یہ اکی قسم تو ان سے زیادہ سُنتے کی طاقت نہیں رکھتا، اور ان کے اور عذاب کے فرشتوں کے ہاتھوں مدب ہونے کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ میں ان کی طرف سے اپنا منہ پھیر لوں۔

اس کے علاوہ یہ روایت بھی نقل کی ہے۔ کہ جنگ جمل میں لڑائی تمام ہونے اور حضرت امیر المومنین کی فتح کے بعد حضرت کشتوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ یہاں تک کہ کعب بن سور کے گشتے کے پاس پہونچے جو عمر اور عثمان کی طرف سے بصرے کا قاضی تھا اور اپنے بیٹوں اور دیگر متعلقین کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام سے لڑنے کے لئے آیا تھا۔ اور وہ سب کے سب مارے گئے تھے۔ پس حضرت کے حکم سے اسے اٹھا کے بٹھایا گیا۔ اور آپ نے فرمایا اے کعب! میں تو اس منزل پر پہونچ گیا، جس کا خدا نے برحق نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ (یعنی دنیا کی ہلاکت اور عذاب آخرت) اُس کے بعد اسے آپ کے حکم سے لٹا دیا گیا۔ پھر آپ کچھ اور آگے بڑھے یہاں تک کہ طلحہ کے گشتے پر پہونچے تو اُسے بھی آپ کے حکم سے اٹھا کے بٹھایا گیا۔ اور آپ نے وہی جملہ اس سے بھی فرمایا۔ حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ دو کشتوں سے آپ کی گفتگو کا کیا مطلب ہے۔ جب کہ وہ کچھ سنتے نہیں۔ فرمایا خدا کی قسم انھوں نے میری بات سُنی ہے جس طرح مشرکین بدر کے کشتوں نے حضرت رسول خدا کا کلام سنا تھا۔

نیک انجام

عبد صالح حاج بیگی مصطفوی اقلیدی نے جن کی مصاحبت مجھے حج اور زیارات
عسکات عالیات میں نصیب ہوئی تھی نقل کیا کہ اصغہان کے ایک نیک خصلت انسان سید محمد
مرحوم سید زین العابدین اصغہانی سے بہت عقیدت اور خلوص رکھتے تھے۔ جب مرحوم سید زین العابدین
کے انتقال کو ایک سال گزر گیا تو ایک شب جمعہ کو ان مرحوم کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک وسیع اور
عریض باغ کے اندر ایک بلند و بالا قصر میں تشریف فرما ہیں۔ اس میں طرح طرح کے حریروں و استبرق
اور زلفیت کے فرش بچھے ہوئے ہیں۔ خوشبودار پودے، رنگ برنگ پھول اور ہر قسم کی کھانے
پینے کی نعمتیں موجود ہیں اور پانی کی نہریں جاری ہیں۔ خلاصہ یہ جملہ لذتوں اور مسرور و شادمانی کے
اسباب مہیا ہیں۔ یہ سارا عیش و عشرت کا غیر معمولی سامان دیکھ کر سید محمد موصوف بہوت ہو
گئے۔ اور سمجھ لیا کہ یہ عالم برزخ ہے۔ اور ان کے دل میں بھی وہاں پہنچنے کی آرزو پیدا ہوئی۔
چنانچہ یہ جناب سید سے کہتے ہیں کہ آپ تو ایسے بہترین مقام پر انتہائی مسرت و شادمانی
اور آرام و آسائش کے ساتھ ہیں اور ہم دنیا کے اندر ہزاروں ناموافق حالات اور سختیوں میں زندگی
بسر کر رہے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ اگر آپ مجھ کو بھی یہاں جگہ دیدیتے۔ جناب سید فرماتے ہیں، اگر
تم ہمدے پاس رہنا چاہتے ہو تو میں اگلے ہفتے شب جمعہ میں تمہارا انتظار کروں گا جب یہ خواب
سے بیدار ہوئے تو یقین کر لیا کہ اب میری عمر میں ایک ہفتے سے زیادہ باقی نہیں ہے۔ لہذا اپنے امور
کی اصلاح میں سرگرم ہو گئے۔ جو مطالبات ان کے ذمہ تھے انھیں ادا کیا۔ اور اپنے اہل و عیال سے
ضروری وصیتیں کیں۔ ان کے متعلقین نے پوچھا کہ آپ کی یہ کیسی حالت ہو گئی ہے۔ تو کہا کہ میں ایک
طولانی سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ بالآخر انھیں پچھشنے کے روز مطلع کیا اور کہا کہ یہ میری زندگی کا
آخری دن ہے اور آج کی شب میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ انھوں نے کہا کہ آپ تو

بالکل صحیح و تندرست ہیں۔ تو جواب دیا کہ یہ حتمی وعدہ ہے۔ اس کے بعد رات بھر بیدار رہے
اور صبح تک دعا و استغفار میں مشغول رہے۔ لیکن اپنے گھر والوں کو آرام کرنے کی تاکید کی۔ طلوع
فجر کے بعد جب یہ لوگ ان کے سر پرانے پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبلہ رو لیٹے ہوئے ہیں اور دنیا سے
رخصت ہو چکے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ،

حج کو ترک کرنے پر تہدید

مرحوم حاج عبدالعلی مشکسار نے نقل کیا ہے کہ ایک روز صبح کے وقت مسجد آقا احمد میں عالم ربانی مرحوم آقائے حاج سید عبدالباقی اعلیٰ الشہداء مقامہ نماز جماعت کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اس وقت میں بھی مسجد میں حاضر تھا۔ موصوف نے فرمایا کہ آج میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے وعظ کے لئے اس چیز کو بیان کروں جسے میں نے خود دیکھا ہے۔

مومنین میں سے ایک شخص میرا رفیق تھا، وہ بیمار ہوا تو میں اس کی عیادت کے لئے گیا میں نے اس کو سکرات موت کے عالم میں دیکھا تو اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اور سورہ یسین اور سورہ الصافات کی تلاوت کی اس کے گھر والے حجرے سے باہر چلے گئے۔ اور میں اس کے پاس تنہا رہ گیا۔ پس اُسے کلمہ توحید اور کلمہ ولایت کی تلقین شروع کی۔ میں نے ہر چند اصرار کیا مگر اُس نے یہ الفاظ ادا نہیں کئے باوجود اس کے کہ وہ بولنے پر قادر اور ہوش و حواس میں تھا۔ پھر وہ انتہائی غیظ و غضب کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوا۔ اور تین مرتبہ کہا یہودی، یہودی، یہودی۔

میں نے اپنا سر ہٹ لیا اور وہاں مزید توقف کی طاقت نہ پا کر حجرے سے باہر چلا آیا۔ اس کے اہل خانہ اس کے پاس گئے اور میں گھر کے دروازے ہی تک پہنچا تھا کہ نالہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔

اس کے حالات کی تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس بد بخت پر کئی برسوں سے حج واجب تھا لیکن اس نے اس اہم الہی فریضے پر کوئی توجہ نہیں کی یہاں تک کہ یہودی ہو کر دنیا سے اٹھا۔

حضرت سید الشہداء کا وسیلہ

مرحوم حاج محمد رحیم مشہور بہ آبگوشی (اس لقب کے ساتھ ان کی شہرت کا سبب یہ تھا کہ وہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے بہت اخلاص و اداوت رکھتے تھے۔ اور پابندی کے ساتھ روزانہ زیارت عاشورہ پڑھنے کے عادی تھے۔ اس کے علاوہ مسجد گنج میں جو ان کے مکان سے متصل تھی ہر شب نماز جماعت کے بعد ایک یا دو شخص روضہ خوانی کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ دستِ فرغان بچھاتے تھے اور اس پر کافی مقدار میں آبِ گوشت (گوشت کا سالن) رکھتے تھے۔ چنانچہ جو شخص چاہتا تھا وہیں بیٹھ کے کھانا کھا۔ اور جو چاہتا تھا اپنے گھر لے جاتا تھا۔) کے فرزند مرحوم حاج میرزا علی ازردی نے نقل کیا کہ میرے والد سخت بیمار ہوئے اور ہمیں حکم دیا کہ مجھے مسجد میں لے چلو۔ میں نے کہا اس میں آپ کی ہتک حرمت ہے۔ کیونکہ تجار اور اشرف آپ کی عیادت کے لئے آئیں گے۔ لہذا ایسی صورت میں مسجد کے اندر قیام مناسب نہ ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے مسجد کے اندر موت آئے۔ چونکہ انھیں مسجد سے شدید انس تھا۔ لہذا مجبوراً ہم لوگ انھیں مسجد لے گئے یہاں تک کہ ایک رات ان کے مرض نے اوٹھنا اختیار کیا اور وہ بیہوشی کے عالم میں تھے لہذا ہم لوگ انھیں مسجد سے گھر لے آئے اس رات وہ سکرات موت کی حالت میں تھے اور ہم نے ان کے مرنے کا یقین کر لیا تھا چنانچہ حجرے کے ایک گوشے میں بیٹھ کے روضہ شروع کیا اور آپس میں ان کی تجنیز و تکفین، مقامِ دفن اور مجلسِ رحیم کے بارے میں گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ سحر کا وقت آگیا۔ ناگاہ انھوں نے مجھے اور میرے بھائی کو آواز دی ہم لوگ ان کے قریب گئے تو دیکھا کہ انھیں کثرت سے لمبینہ آیا ہے۔ ہم سے فرمایا کہ اطمینان رکھو اور جبکہ آرام کرو اور یہ سمجھ لو کہ میں ابھی نہیں مروں گا۔ اور اس مرض سے محتاب ہو جاؤں گا یا ہوگا

اس صورتحال پر حیران تھے اور انھوں نے اس حال میں صبح کی کہ مرض کا کوئی اثر ان کے اندر باقی نہیں تھا۔ ہم لوگ ان کا بہتہ لپیٹ کے انھیں حمام لے گئے۔ یہ واقعہ ماہ محرم سنہ ۱۳ قمری کی پہلی شب میں پیش آیا لیکن ہم لوگوں کو یہ پوچھنے سے حیا مانع ہوئی کہ آپ کے صحتیاب ہونے اور موت سے نجات پانے کا کیا سبب ہوا۔ ۹

جب حج کا موسم قریب آیا تو انھوں نے اپنے صحابات صاف کرنے اور اپنے امور کی اصلاح میں پوری کوشش کی اور سفر حج کے مقدمات اور لوازم کا اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ پہلے قافلے کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ ہم لوگ ان کی مشالعت میں باغ جنت تک گئے۔ جوشیراز سے ایک فرسخ پر واقع ہے۔ اور شب میں وہیں قیام کیا۔ انھوں نے اپنی طرف سے ابتدا کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں کیوں نہیں مرا۔ اور کس طرح صحتیاب ہو گیا۔ ۹ اب میں خود تمہیں بتاتا ہوں کہ اس رات میری موت آچکی تھی۔ اور میں سکرات مرگ کی حالت میں تھا۔ اسی عالم میں اپنے کو یہودیوں کے محلے میں پایا۔ اور شدید بدبو اور وہاں کے ہولناک منظر سے سخت پریشان ہوا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ اگر مر گیا تو لوگوں کا جزو بن جاؤں گا۔ اس وقت میں نے اپنے پروردگار کے سامنے نالہ و فریاد شروع کی۔ تو ایک آواز سنی کہ یہ مقام ان لوگوں کے لئے ہے جو حج کو ترک کرتے ہیں۔ میں نے کہا، پس حضرت سید الشہداء کے بارے میں میرے تو سلمات اور خدمات کیا ہوئے۔ دفعۃً وہ ہولناک منظر ایک فرحت بخش منظر میں بدل گیا۔ اور مجھ سے کہا گیا کہ تمہاری ساری خدمتیں مقبول ہیں۔ اور انھیں حضرت کی سفارش سے تمہاری عمر میں دس سال بڑھادیئے گئے ہیں۔ اور تمہاری موت میں تاخیر کر دی گئی ہے تاکہ حج واجب بجالاؤ۔ چونکہ اب میں حج کا عزم کر چکا ہوں لہذا تمہیں اپنی سرگذشت سے آگاہ کر دیا۔

محمود انہودی نے بتایا کہ میرے باپ کو محرم الحرام سنہ ۱۳ قمری سے پہلے ایک مختصر سا مرض لاحق ہوا۔ اور انھوں نے کہا کہ آئندہ مہینے کی پہلی شب میری موت کی وعدہ گاہ ہے، چنانچہ جیسی انھوں نے خبر دی تھی (اضافے کے دس سال پورے ہوتے ہی) ماہ محرم کی پہلی شب میں سحر کے وقت دنیا سے انکی رحلت ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ داستان ہمیں دو چیزیں سمجھاتی ہے۔ ایک حج کی اہمیت اور اسے ترک کرنے

اور اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے کا گناہ عظیم چنانچہ محقق نے شریع میں فرمایا ہے۔ وَفِي تَاخِيرِهِ كَبِيرَةٌ مُّؤَقَّتَةٌ، یعنی شرائط پورے ہونے کے بعد حج کی بجا آوری واجب خوری ہے۔ اور اس کی ادائیگی میں سہولت اور تاخیر کرنا گناہ کبیرہ اور ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔ اور یہودیوں کے ساتھ عشور ہونے سے بدتر کون سی ہلاکت ہوگی۔

چنانچہ سفینۃ البحار جلد ۱ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص حج واجب بجا نہ لائے اور مر جائے درحالیکہ وہ کسی ایسی سختی اور پریشانی میں گرفتار نہ ہو جس کا سفر اس کے لئے مشقت کا سبب بن جائے۔ یا کسی ایسے مرض میں مبتلا نہ ہو جس کے باعث حج ادا نہ کر سکے اور حکومت وقت بھی اس کی راہ میں حائل اور مانع نہ ہو پس اُسے اس حال میں موت آنا ہے۔ کہ اگر وہ چاہے تو یہودی ہو کر یا نصرانی ہو کر مرنے لے۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص بغیر شرعی عذر کے حج کو ترک کرے وہ مرنے کے بعد یہودی یا نصرانی ہوگا۔ نیز اگر یہ مبارکہ "مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ الْأَعْيُنِ فَهُوَ فِي الْأَخْرَةِ أَعْمَى" سورہ اسراء آیت ۸۱ (یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ آیت اُس شخص کے بارے میں ہے جو حج کو ایک سال سے دوسرے سال پر ٹالتا رہے یعنی ہر سال یہ کہے کہ آئندہ سال بجالاؤں گا۔ یہاں تک کہ حج نہ کرے اور مر جائے تو وہ الہی واجبات میں سے ایک واجب سے اندھا ہو گیا۔ اور خدا اسے قیامت میں بہشت کی راہ دیکھنے سے اندھا کر دیگا۔ دوسرا مطلب جو اس داستان سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کشتی نجات اور خدا کی رحمت واسعہ ہیں۔ ان حضرت سے توسل انسان کو ہر گناہ

۱۴۔ وَهَنْ مَاتَ وَلَمْ يَحْجْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ ذَلِكَ حَاجَةً تَجْعَلُ بِهِ أَوْ مَرَضًا لَا يَطِيقُ أَلْحَاقَ مَوْتِهِ أَوْ سُلْطَانًا يَمْنَعُهُ فَلَيْمَتُ (إِنْ شَاكَ هُوَ دِيًّا وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا)

۱۵۔ قَالَ ذَكَرْتُ فِيمَنْ يُسَوِّفُ الْحَجَّ حَتَّى مَاتَ وَلَمْ يَحْجْ فَعَمِلَ عَمَلُ يَهُودِيٍّ فَزُرِضَ مِنْ فِرَافِعِ اللَّهِ

سے توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے اور وہ عاقبت بخیر اور پاک ہو کر دنیا سے جائیگا۔ اسی طرح آپ سے توسل بہ خطرے اور آفت سے امن کا موجب ہے، اور یقیناً اگر کوئی شخص اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ آپ سے متمسک ہو تو وہ نجات اور سعادت کا اہل ہے۔

زکوٰۃ دینے کا اثر

جناب حاج مراد خاں حسن شاہی ارسنجانی نے نقل کیا کہ ایک سال فلاں کے بیشتر خطے ٹڈیوں کی آفت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ قوام الملک کو خبر دی گئی کہ فلاں کے اطراف میں آپ کے تمام کھیتوں کو ٹڈیوں نے ختم کر دیا ہے۔ قوام نے کہا کہ میں خود معاینے کے لئے جاؤنگا چنانچہ ان کے اور مرحوم بنان الملک نیز دیگر چند افراد کی ہمراہی میں ہم شیراز کے لئے روانہ ہوئے۔ اور جب قوام کی زیارتوں کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ ساری کھیتیاں اس طرح سے ٹڈیوں کی خوراک بن چکی ہیں کہ ایک خوشہ بھی محفوظ نہیں ہے۔ ہم لوگ مینظر دیکھتے ہوئے آگے بڑھے تو زمین کے ایک ایسے قطعے پر پہنچے جو اس علاقے کے تقریباً وسط میں واقع تھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس کی ساری پیداوار صحیح و سالم ہے اور اس کا ایک خوشہ بھی ضائع نہیں ہوا ہے۔ درحالیکہ اس کے چاروں طرف کی زمینوں کی پیداوار مکمل طور سے ختم ہو چکی تھی۔ قوام نے پوچھا کہ اس مقام پر کس نے تخم ریزی کی ہے۔ اور اس کھیت کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص جو فلاں کے بازار میں پارہ دوزی (پیوند کاری) کا کام کرتا ہے انھوں نے کہا میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ مجھ سے کہا گیا کہ اسے بلاؤ۔ میں گیا اس سے بلاؤں کہ کھائیں آقا نے قوام نے بلایا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے تو آقا نے قوام سے کوئی کام نہیں ہے۔ اگر انھیں مجھ سے کوئی کام ہے تو وہ خود یہاں آسکتے ہیں۔ بہر طور جس طرح ممکن ہوا، خوشامد اور اصرار کے ذریعے ہم اسے قوام کے پاس لائے۔ قوام نے اس سے پوچھا فلاں مزرعے میں تخم ریزی اور کاشت کاری تم نے کی ہے؟ اس نے کہا ہاں، قوام نے پوچھا، کیا سبب ہے کہ ٹڈیاں تمام زراعتوں کو کھا گئیں۔ لیکن تمھاری کھیتی کو چھوڑ دیا۔ اس نے کہا اول تو میں نے کسی کامال نہیں کھایا ہے۔ کہ ٹڈیاں میرا مال کھاتیں۔ دوسرے یہ کہ میں اپنی پیداوار کی زکوٰۃ کھلیاں ہی میں نکال کے مستحقین کو پہنچا دیتا ہوں اسکے برعکس فلاں اپنے گھر لے جاتا ہوں۔

لے۔ مَا خَابَ مَنْ تَمَسَّكَ بِإِيَادِي وَأَعْيَىٰ مَنْ لَجَّ الْإِيَادِ

قرآن مجید سے طلبِ شفا

آقائے سید محمود حمیدی کا بیان ہے کہ (ماہِ محرم ۱۳۳۲ھ ہجری قمری میں) جب شیراز کے بیشتر باشندے اقلوانہ کے وبائی مرض میں مبتلا تھے اور میرے گھر کے سبھی لوگ بیمار ہوئے اور میں مرض کی شدت سے بہوش ہو گیا۔ اسی عالم میں سید جلیل مرحوم آقا سید میرزا (امام جماعت مسجد فتح) کو دیکھا کہ انھوں نے مسجد کبیل میں نماز جماعت کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ لوگوں سے بتادو کہ اپنا دہنا ہاتھ اپنی دونوں کپٹیوں پر رکھ کے آیہ مبارکہ ”وَقُلْ لِّلّٰهِ الْغَنَیُّ مَا هُوَ شَیْءٌ اَلَمْ یَخْلُقْ لِّلّٰهِ مَن یَّشَآءُ وَلَا یَسْتَعِیْذُ بِالْظَّالِمِیْنَ“ پلے کو سات بار پڑھیں اور جس شخص کے اوپر بھی اسے پڑھو گے خدا اسے شفا بخشنے لگا۔ جب میں بہوش میں آیا تو اسی آیت مبارکہ کو سات مرتبہ پڑھا، خدا نے مجھے فوراً شفا عطا فرمائی۔ میں اٹھا اور اپنے بیٹے کی کپٹی پر ہاتھ رکھ کے اسے پڑھا۔ وہ بھی فوراً صحت یاب ہو کے بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ خلاصہ یہ کہ گھر کے جملہ افراد اسی روز ٹھیک ہو گئے اور اس سال سے اب تک میرے خاندان میں جس شخص کو کوئی تکلیف عارض ہوتی ہے میں اس پر یہی آیت پڑھتا ہوں۔ اور وہ فی الفور شفا یاب ہو جاتا ہے۔

صحیح تعبیر

جناب آقائے سید ضیاء الدین تقویٰ نے جو چند سال ہوئے تہران سے شیراز کو ہجرت کر گئے ہیں۔ اور اب وہیں مقیم ہیں نقل فرمایا کہ میں ایک روز مرحوم آقائے شرفہ کے یہاں (جو اس زمانے میں شیراز کے سب سے بڑے خطیب اور ممتاز اہل منبر تھے)۔ مہمان تھا۔ میں نے اسی جگہ (ظہر سے پہلے) قیلوے کے وقت خواب میں دیکھا کہ آیت اللہ آقا سید علی محمد کازرونی حمام میں لیٹے ہوئے ہیں۔ اور کیسہ کش ان کے جسم مبارک پر سیسہ کشی میں مشغول ہے۔ اس طرح ان کے بدن سے مسلسل کثرت کے ساتھ میل خارج ہو رہا ہے یہ دیکھ کر مجھے تعجب اور حیرت ہوئی کہ اس قدر میل اور کثافت کہاں سے پیدا ہو گئی۔

جب میں بیدار ہوا تو مرحوم شرفہ سے اپنا خواب بیان کیا۔ یہ سن کر وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور کہا کہ آقا سید علی کی موت نزدیک ہے۔ افسوس کہ ایسا گوہر بے بہا غرقِ بے ہمارے ہاتھوں سے چلا جائے گا۔

میں آقائے شرفہ کے گھر سے باہر نکلا۔ اور چونکہ آقائے سید علی کے حال سے بے خبر تھا۔ لہذا واقفیت رکھنے والے اشخاص سے ان کی کیفیت دریافت کی تو انھوں نے بتایا کہ ان کی حالت بہت نازک ہے۔ چنانچہ اسی روز عصر کے وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ جب میں نے خواب دیکھا تھا اس وقت ان پر سکراتِ موت کا عالم تھا۔ سچا خواب جو اضغاثِ احلام میں سے (یعنی خواب پریشان) نہ ہو وہ ہوتا ہے جب انسان حالتِ خواب میں عالمِ مادی سے اس حد تک غیر متعلق ہو کہ عالمِ ملکوت سے متصل ہو جاتا ہے۔ کہ امور کے حقائق کا اکثر ان سے مناسبت رکھنے والی صورتوں میں ادراک کرتا ہے۔ چونکہ مومن کی موت درحقیقت مادی کثافتوں سے رہائی اور نجات اور طبعیت کے قیود اور آفتوں سے آزاد ہوتی ہے۔ اور جناب سید مرحوم سکرات کے عالم میں طبعیت کی انواع و اقسام کی آلودگیوں سے رہائی اور خلاصی تھی

چنانچہ آقا نے تقویٰ نے دیکھا کہ تمام میں انھیں پاک و صاف کیا جا رہا ہے۔ بخار الاوار جلد ۱۲
میں روایت کی گئی ہے کہ دسویں امام حضرت علی نقی ہادی علیہ السلام کے ایک صحابی مرض الموت
میں مبتلا تھے۔ آپ ان کے یہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ حالت احتضار میں گریاں اور
موت سے سخت حراساں ہیں۔ اُمّ نے ان سے فرمایا بندہ خدا! تم موت سے اس لئے خوفزدہ
ہو کہ اُسے پہچانتے نہیں ہو اگر تم دیکھو کہ تمہارا جسم اس قدر گندہ اور کثیف ہو گیا ہے کہ تم کثافت کی
زیادتی سے سخت اذیت میں ہو۔ اور تمہارے بدن پر زخم اور خارش بھی پیدا ہو گئی ہے اس حالت
میں معلوم ہو کہ اگر تمام جا کرو ہاں اپنی دھلائی اور صفائی کرو گے تو یہ تمام تکلیفیں برطرف ہو کر
آرام اور راحت نصیب ہوگی۔ تو کیا ایسی صورت میں تم حمام جانے سے گریہ کرنا اور کراہیت کرو گے
اور اسی حال میں رہنا پسند کرو گے؟ انھوں نے کہا، نہیں، اسے فرزند رسول! آپ نے فرمایا،
یہ موت بمنزلہ حمام ہے۔ اور یہ وہ آخری منزل ہوگی جہاں تم جملہ آلودگیوں سے پاک ہو جاؤ گے۔
اور جب اس سے گزر دو گے تو ہر غم و اندوہ اور اضطراب سے نجات پا کر ہر قسم کی بھت و سُور اور
خوشحالی کے عالم میں پہنچ جاؤ گے۔ یہ سنکر ان بیمار صحابی کو سکون حاصل ہو گیا۔ اور وہ بخوشی
موت کے لئے آمادہ ہو گئے۔ پس انھوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت امام حسین کی مُصِیبتِ عظمیٰ

آقا شیخ علی موحد نے جو عشرہ محرم کے ایام میں احکام دین کی ترویج اور نشر و اشاعت
کی غرض سے لاریستان کی طرف تشریف لے گئے تھے وہاں سے واپسی کے بعد بتایا کہ میں مروست
کے بالائی علاقے میں ٹھہرا ہوا تھا۔ نویں محرم کو چند اشخاص یہ خبر لائے کہ گذشتہ شب میں بیہی کے
ایک درخت سے جو یہاں سے چار فرسخ (یعنی تقریباً ۲۴ کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے ماہتاب
(چاندنی) سے مشابہ ایک نور ظاہر ہوا۔ جسے دیکھنے کے لئے وہاں کے باشندوں کی ایک جماعت
موقع پر پہنچی اور وہاں کا مشاہدہ کیا۔

دوسرے روز یعنی روز عاشورہ پھر خبر لائے کہ آج کی رات کوئی نور تو ظاہر نہیں ہوا۔
البتہ صبح کے وقت اس درخت سے خون کے قطرے زمین پر ٹپک رہے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ
کاغذ کا ایک ٹکڑا بھی ہمراہ لائے تھے۔ جس پر اس درخت سے خون کے چند قطرے ٹپکے تھے۔ وہاں
بسنے والے سنیوں کی ایک جماعت بھی اس خون کا مشاہدہ کرنے کے بعد زید اور قاتلانِ حسینؑ
پر لعنت کرنے میں مشغول ہو گئی۔ اور شیعوں کے ساتھ عزاداری سید الشہداء میں شرکت کی۔
عاشورائے حسینؑ کے موقع پر دنیا کے مختلف خطوں میں بعض جمادات و نباتات سے خون کا
ظاہر ہونا جو ان حضرت کی عظیم مصیبت پر دلالت کرتا ہے فی الجملہ مسلم اور شیعہ و سنی مورخین کا
اس پر اتفاق ہے۔ مزید اطلاع کے لئے کتاب شفاء الصدوق کی طرف رجوع کیا جائے۔ کتاب
ریاض القدس میں ایک درخت سے جو زکریا قزوین میں ہے خون بہنے کا واقعہ تفصیل سے نقل ہوا
گرچہ یہ روزگار برا و قاش میگر لیسٹ خون می گذشت از سر ایوان کربلا
(یعنی اگر زمانے کی آنکھیں اُن پر کھل کر روتیں تو خون کے آنسوؤں کا سیلاب کربلا کے ایوان سے بھی
اونچا ہو جاتا)

اس مطلب کی تائید و توثیق کے لئے مزید دو داستانیں نقل کی جاتی ہیں۔

خون آمیز تربت

مرحوم حاجی مومن نے جن سے ۳۶ تا ۴۴ داستانیں نقل کی جا چکی ہیں فرمایا کہ ایک بار ایک محترمہ خاتون نے جو مسجد سرورنگ کے اندر مرحوم آقا سید باہم کی جماعت میں کبھی نماز جمعہ ترک نہیں کرتی تھیں مجھے خبر دی کہ مجھ کو ایک نخود (چنے) کی مقدار میں امام حسین علیہ السلام کی صلی تربت حاصل ہوگئی تھی۔ میں نے اسے اپنے کفن کے اندر رکھ دیا ہے۔ وہ ہر سال عاشورہ کے روز خون کی مانند اس طرح سے سُرخ ہو جاتی ہے کہ اس کی خون آمیز رطوبت کفن میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ خشک ہو جاتی ہے۔

مرحوم حاج مومن نے فرمایا کہ میں نے ان محدثہ سے درخواست کی کہ میں روز عاشورہ ان کے گھر آکر انھیں دکھانا چاہتا ہوں۔ انھوں نے اسے منظور کیا چنانچہ میں مینہ تالیاں پر پہنچا تو وہ اپنے کفن کا لقمہ لے آئیں۔ اور اُسے کھولا تو میں نے اس میں خون کا ایک دھبہ دیکھا۔ اس کے بعد تربت مبارک کا مشاہدہ کیا۔ تو جس طرح انھوں نے بتایا تھا وہ تراور خون آلودہ تھی۔ اس کے علاوہ اس میں ایک لرزش موجود تھی۔

میں نے غور و فکر کیا کہ اور حضرت سید الشہداء کی عظیم مصیبت کا تصور کر کے گریہ و زاری کرتے کرتے غش کر گیا۔ اس داستان کی ایک نظیر دارالسلام عراقی میں ثقہ اور عادل ملا عبدالحسین خواہناری سے نقل کی گئی ہے۔ کہ آقا سید علی صاحب شرح کبیر کے فرزند مرحوم آقا سید مہدی ہمدانی ہوئے تو انھوں نے شفا حاصل کرنے کے لئے درجلیل القدر اور عادل عالموں شیخ محمد حسین صاحب فصول اور حاج ملا جعفر استرآبادی کو بھیجا کہ دونوں حضرات غسل کر کے اور لباس احرام پہن کے قبر طہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرداب میں داخل ہوں اور وہاں سے منقولہ آداب و قواعد کے ساتھ قبر طہ کی تربت اٹھا کر لائیں اور دونوں اس چیز کی شہادت دیں کہ یہ قبر اقدس ہی کی

خاک ہے تاکہ جناب سید اس میں سے ایک نخود کی مقدار میں تناول فرمائیں۔ چنانچہ دونوں بزرگوار ہدایت کے مطابق گئے۔ اور مقدس مبارک سے خاک پا اٹھا کر باہر آئے۔ اور اس میں سے تھوڑی خاک بعض نیک حاضرین کو بھی عطا کی جن میں ایک معتبر عطر بھی شامل تھے۔ جب میں ان کے مرض الموت میں عیادت کے لئے گیا تو انھوں نے اس خوف سے کہ ان کے بعد یہ تربت کسی نااہل کے ہاتھ میں نہ پڑ جائے۔ وہ خاک پاک مجھے عطا کر دی اور میں نے اسے حفاظت لاکر والدہ کے کفن میں رکھ دیا۔ اتفاق سے روز عاشورہ میری نظر اس کفن کے لقمے پر پڑی تو میں نے اس میں کچھ رطوبت محسوس کی۔ جب اسے اٹھا کر کھولا تو دیکھا کہ کفن کے اندر تربت کے یکسے میں اس طرح کی تری پیدا ہے جیسی کوئی رطوبت پہنچ جانے سے شکر کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اس کا رنگ خون کے مانند گہرا ہو گیا۔ اور خون آمیز رطوبت کی طرح اس کا اثر کیسے کے اندر سے باہر تک اور اس سے کفن کے لقمے تک پہنچ چکا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہاں کوئی رطوبت پانی موجود نہیں تھا۔ میں نے اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا پھر گیارہویں تاریخ وہ گٹھری اٹھا کر کھولی تو اس تربت کو سابقہ حالت پر خشک اور سفید پایا اگرچہ اس کا زرد رنگ کفن اور گٹھری میں بدستور باقی تھا۔ اس کے بعد دیگر ایام عاشورہ میں ہر سال اس تربت پاک کا مشاہدہ کرتا رہا۔ اور اسی طرح اسے ہر بار متغیر پایا۔ اس طرح میں نے جان لیا کہ قبر طہ کی خاک جہاں بھی ہو روز عاشورہ خون آلود ہو جاتی ہے۔

(مقتدا و مؤثق حضرات کی تصدیق اور مشاہدے کے مطابق ہندوستان کے مختلف مقامات پر بھی خاک پاک کی ایسی تسبیحیں موجود ہیں جو روز عاشورہ خون آلود ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ امرہوی وائس پرنسپل جاموئے ناظمیہ لکھنؤ نے فرمایا کہ تسلیم کے قبل سے ایک تسبیح سید غنی نصر علی صاحب رئیس محلہ گدڑی قصبہ امرہہ ضلع مراد آباد کے یہاں موجود ہے۔ جو فی الحال ان کے فرزندوں سید محمد باقر اور سید مہاجر حسین صاحبان کی تحویل میں ہے۔ اس کے دانوں میں روز عاشورہ تا تم کی تیزی کے ساتھ سُرخ پڑھتی ہے اور خون ایک دانے سے دوسرے دانے میں منتقل ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک دانہ دیگر ایام میں بھی سُرخ رہتا ہے۔

سید محمد راحم صاحب سلمہ زید پوری سابق کچہر مہانتا گاندھی انٹر کالج قصبہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ کے بیان کے مطابق محلہ چودھرانہ ملیح آباد میں والدہ عارفہ الملک کے پاس ایک سبج ہے جس کے دانے روز عاشورہ سُرخ ہو جاتے ہیں۔ اور ڈاکٹر ولی الحق صاحب انصاری فرنگی علی سابق صدر شعبہ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے بتایا کہ مولانا جلال الدین عبد المتین صاحب فرنگی علی کے پاس سبج کے چند دانے ہیں جو روز عاشورہ سُرخ ہو جاتے ہیں۔ اور انھوں نے یہ معجزہ پچشم خود دیکھا ہے۔ ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء

ایک عجیب حساب

مرحوم آقا میرزا مہدی خلوصی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی رفاقت محکو تقریباً بیس سال تک نصیب رہ چکی تھی نقل کیا کہ عالم عامل اور زاہد عابد آقا نے میرزا محمد حسین بیرونی، (جنھوں نے ۲۸ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ میں رحلت فرمائی اور حافظہ کے مغربی قبرستان میں دفن ہوئے) کے دور میں شاہی باغ کے اندر ایک عظیم جشن اور ضیافت کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں وہ تجار بھی مدعو تھے جو اس زمانے میں روحانیت اور مذہبیت کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ اس محفل میں طرح طرح کے فسق و فجور کے اسباب فراہم کئے گئے تھے جن میں گانے بجانے والے مُطرب کلیں کے ساز و آواز کا پروگرام بھی شامل تھا۔ لوگوں نے مرحوم میرزا کی خدمت میں اس بزم طرب کی تفصیل بیان کی تو وہ سخت رنجیدہ اور عیقل ہو گئے۔ اور جمعہ کے روز مسجد کبیر میں نماز عصر کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور شہید گریہ فرمایا۔ پھر موعظ کے چند جملے ادا کرنے کے بعد فرمایا، اے گروہ تجارت تم لوگ فجار ہو چکے ہو۔ تم جو ہمیشہ علما اور روحانیین کے ساتھ ساتھ چلتے تھے فسق و فجور کے اس جلسے میں پہنچ گئے۔ جس میں کھلم کھلا عمرات الہی کا ارتکاب کیا جا رہا تھا اور بجائے اس کے کہ انھیں منع کرتے خود بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ تم نے میرے یکلمے میں سوراخ کر دیا۔ میرے دل میں آگ لگادی اور اب میرا خون تھکادی گردنوں پر ہے۔ اس کے بعد منبر سے اتر کر گھر کو تشریف لے گئے۔ جب وہ رات کو نماز جماعت کے لئے تشریف نہیں لائے تو ہم لوگ ان کے مکان پر گئے اور حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میرزا بستر پر پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا بخار روز بروز شدید سے شدید تر ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اطباء نے ان کے علاج سے عاجزی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ ان کے لئے آپ ہوا بدلتے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انھیں (قبرستان دار السلام کے نزدیک) باغ سالاری میں لے جایا گیا۔ اسی زمانے میں ہندوستان کا ایک شخص شیراز آیا ہوا تھا جس کے بارے میں مشہور ہوا کہ اس کا حساب بالکل درست ہوتا

ہے اور وہ جس چیز کی خبر دیتا ہے وہ ضرور پیش آتی ہے۔ اتفاق سے وہ ایک روز ہماری دوکان کے سامنے سے گزرا تو میرے والد (مرحوم حاج عبدالوہاب) نے کہا کہ اُسے بلا لاؤ تاکہ میں اس سے میزرا کے حالات معلوم کروں اور دیکھوں کہ ان کی کیا کیفیت ہوگی۔ میں گیا اور اس ہندی کو دوکان کے اندر لے آیا۔ میرے والد نے اس غرض سے کہ میزرا کا معاملہ پوشیدہ رہے اور اصل مقصد ظاہر نہ ہوان کا نام نہیں لیا بلکہ یہ کہا کہ میرے پاس کچھ تجارت کا مال ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں کوئی خطرہ یا پریشانی تو پیش نہیں آئے گی۔ اور یہ آخر تک صحیح و سالم اور محفوظ رہیگا تم جعفر یا ریل یا تمھارے پاس جو بھی وسیلہ ہو اس کے ذریعے مجھ کو اس کی خبر دو اس سلسلے میں تمھاری جو اجرت ہوگی میں ادا کروں گا۔ انھوں نے ظاہری طور پر تو یہ بات کہی لیکن دل میں قصد کیا کہ آیا میزرا اس بیماری سے سختیاب ہوں گے یا نہیں۔ ہاں وہ ہندی بہت دیر تک حساب لگاتا رہا۔ اور خاموش و حیرت زدہ رہا۔ میرے والد نے کہا، اگر تمھاری سمجھ میں آ رہا ہے تو بتاؤ ورنہ اپنا اور میرا وقت برباد نہ کرو۔ اور جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ۔

اس نے کہا میرا حساب درست ہے اور اسمیں کوئی غلطی نہیں ہے لیکن تم نے مجھے حیران و پریشان کر دیا ہے کیونکہ تم نے دل میں جو بات جاننے کی نیت کی ہے، وہ اس سے مختلف ہے جو زبان سے کہہ رہے ہو۔ میرے باپ نے کہا، آخر میں نے کیا نیت کی ہے، ہندی نے کہا، اُس وقت سارے گھر زمین پر تمام انسانوں سے زیادہ عابد و زاہد شخص بیمار ہے اور تم جانا چاہو کہ اس کے مرض کا انجام کیا ہوگا؟ میں تمھیں یہ بتانا ہوں کہ یہ مرض اچھا ہونے والا نہیں ہے۔ اور سچہ ماہ میں رحلت کر جائیگا۔ میرے باپ نے اس پر نازاڑی کا اظہار اور سختی کے ساتھ اس سے انکار کیا۔ تاکہ مطلب فاش نہ ہو اور اُسے کچھ پیسے دیکے رخصت کیا۔ بالآخر میزرا بھی چھ مہینے گزرنے پر رحمت الہی کے جوار میں پہنچ گئے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اس داستان کی مناسبت سے اس مقام پر دو اہم مطلب پیش کئے جاتے ہیں پہلا مطلب یہ ہے کہ واجبات الہی میں سے بزرگ ترین واجب جس کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث و اخبار کے اندر سخت تاکید حکم دیا گیا ہے اور جسے ترک کرنے پر بہت شدید تنبیہ اور تہدید وارد ہوئی ہے۔ اور جس پر عمل نہ کرنا گناہان کبیرہ میں سے ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے چنانچہ کتاب گناہان کبیرہ میں اسے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

نہی عن المنکر کا پہلا درجہ قلب کا انکار ہے اس طور پر کہ اس انکار کے آثار ظاہر ہو جائیں یعنی ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جس وقت کسی شخص کو کسی حرام میں مشغول دیکھے تو اس پر راضی نہ ہو جائے۔ بلکہ اسے دل سے بُرا سمجھے اور وہ بھی اس طرح سے کہ اس قلبی کراہیت کا اثر اس کی ظاہری حالت سے نمایاں ہو جائے۔ جب حرام کا ارتکاب کرنے والے کا سامنا ہو تو اس سے کشادہ پیشانی کے ساتھ نہ ملے۔ بلکہ نثرش روی سے پیش آئے۔ خلاصہ یہ کہ قلبی آثار کے انکار کے آثار انسان کے اعضاء و جوارح سے ظاہر ہونا چاہیئے۔ انسان کا ایمان جس قدر قوی اور اس کی روحانیت جتنی زیادہ ہوگی، گناہ کے مقابلے میں اس کے

دل کا انکار بھی اسی مناسبت سے شدید تر ہوگا جو جناب میزرا مرحوم کا ایمان انتہائی قوی ان کی روح مبارک انتہائی لطیف، اور ان کا روشن قلب انتہائی رفیق اور حساس تھا۔ اس حد تک کہ اس زمانے میں ان کی مثال کمیاں تھی جیسا کہ اس ہندی شخص نے اپنے حساب کے ذریعہ اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا لہذا جس وقت انھوں نے سُننا کہ ایک ایسی جماعت نے جو بظاہر خوش اطوار اور پرہیزگار تھی محرمات الہی کی ہتک حرمت کی ہے تو وہ اسے برداشت نہیں کر سکے۔ اور بیمار پڑ گئے۔ یہاں تک کہ بالآخر اس دار فانی سے رحلت کی اور گھر گاروں کے

کے درمیان سے نکل کے صالح بندوں سے ملحق ہو گئے۔ یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ ان بزرگوں کے اس قدر شدید طور سے متاثر ہونے کے دو سبب تھے۔ ایک علانیہ تقویٰ اور کھلم کھلا گناہ، جس کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں گناہ سبک اور آسان ہو جاتا ہے۔ اور اس کے انکباب پر ان کی جزا بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے ان تاجروں کا ظاہری حالات میں نیک سیرت اور متقی ہونا تھا۔ اس لئے کہ جو لوگ بظاہر متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں، درجہ اول میں علماء اور وہ لوگ جو برہمنہ و عظامہ اور خطابت کے ذریعے سامعین کی ہدایت اور رہنمائی کرتے ہیں اور درجہ دوم میں وہ اشخاص جو علماء سے وابستہ رہتے ہیں۔ اور نماز جماعت نیز دیگر دینی شعار اور مذہبی امور کے پابن ہوتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے۔ تو یقیناً وہ عام افراد خلق کے عقائد کی کمزوری، شرع مقدس کے احکام کی سبکی اور گناہ پر دوسرے لوگوں کی جزاوت کا باعث ہوتا ہے۔ کتاب گناہان کبیرہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ ظاہری طور سے نیک اور صالح اشخاص کا گناہ گناہ کبیرہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ مذہبی شخص یا اسی جیسے دوسرے اشخاص کا بعض پوشیدہ امور سے آگاہی حاصل کرنا اور ان کی خبر دینا ان کے حق پر ہونے، یا ان کے عقیدے اور مذہب کی درستی، اور بارگاہ خداوندی میں ان کے تقرب کے لئے کوئی دلیل فراہم نہیں کرتا کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص جس کی تسخیر یا کسی استاد سے علم ریل اور بعض عجیب و غریب علوم حاصل کر کے یا ریاضت کے ذریعے اپنے ذہن یا خیال کا تصفیہ کر کے بعض مخفی امور سے واقفیت حاصل کر لے۔ درحالیکہ وہ باطل عقائد، مذہم خصلتوں اور بدکاریوں میں مبتلا بھی ہو۔ نیز روحانیت سے بے بہرہ اور شیطانی ماحول سے متصل ہو۔

البتہ بزرگان دین کی پوشیدہ امور سے آگاہی اور غیبی خبروں کے بارے میں جو روایتیں وجود ہیں ان کے سلسلے میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ اکتسابی چیزیں نہیں تھیں بلکہ صرف عطیہ الہی اور کلام ربانی تھیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ اس بنا پر حق و باطل کے درمیان امتیاز کی کیا صورت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اول تو صاحبان عقل انسان کے حالات اور رفتار گفتار ہی سے سمجھ لیتے ہیں کہ شخص روحانی ہے یا شیطانی، اور جو صفیات اور خصوصیتیں اس کے پاس ہیں وہ خدا کا عطیہ ہیں۔ یا کسب و اکتساب کا نتیجہ۔ دوسرے اگر کوئی شخص مقام روحانیت کا دعویٰ کرتا ہو

اور اپنے مخصوص قسم کے علوم اور بعض خارق عادت اور غیر معمولی باتوں کے ذریعے جو اس نے کوشش کر کے حاصل کی ہیں عوام کو فریب دینا چاہے تو یقیناً خدا اس کو رسوا اور ذلیل کر دیگا۔ اور لطف و عنایت کے قاعدے کے مطابق یہ محال اور ناممکن ہے کہ خدا اپنی حجت کو ظاہر نہ فرمائے اور لوگوں کو ضلالت و گمراہی کی وادی میں سرگرداں چھوڑ دے۔

بہر حال یہ عجیب و غریب قسم کے علوم اپنی کوشش سے حاصل کرنے والے جب بھی خلق خدا کو ظاہر فرمادے گا چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ **بَلْ يَفْقَهُ الْفَاحِشُ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَنْذِرُ مَعْلَةً فَذَاهِقًا هَائِلًا** (سورہ انبیاء ۱۸ آیت ۱۸) یعنی بلکہ ہم باطل کے اوپر حق کی ضرب لگاتے ہیں پس حق اسے توڑ کے چور چور کر دیتا ہے۔ پس اس وقت تو باطل مرٹ جاتے والا ہے ہی احادیث و روایات اور رجال کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صدر

اسلام سے تیسری صدی ہجری تک خدا نے تعالیٰ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ذریعے ہمیشہ حق کو غالب اور باطل کو عریاں فرماتا رہا۔ چنانچہ بقیہ دیگر صدیوں میں بھی موجودہ زمانے تک جب بھی کوئی باطل کا دعویٰ پیدا ہوا تو خداوند عالم نے علمائے اعلام اور حامیان شرع مقدس اسلام کے وسیلے سے اس کے بطلان کو واضح فرما دیا ہے۔ اور اس مطلب کے بہت سے نمونے موجود ہیں جنہیں نقل کرنا اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ یہاں صرف ایک داستان نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔ کتاب اسرار الشہادت در بندی اور کتاب قصص العلماء تنبیہانی میں درج ہے۔ کہ شاہ عباس صفوی کے دور میں بادشاہ فرنگ نے فرنگستان (یورپ سے ایک شخص کو بھیجا اور شاہ صفوی کو لکھا کہ تم اپنے مذہب کے علماء کو کہو کہ میرے اس قاصد سے دین و مذہب کے بارے میں مناظرہ کریں۔ اگر وہ اسے الاجاب کر دیں گے تو ہم بھی تمہارا دین اختیار کر لیں گے۔ اور اگر اس نے انہیں الاجاب کر دیا تو تمہیں ہمارے دین میں آنا ہوگا۔

اس قاصد یا سفیر کا کا نام یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کوئی چیز اپنے ہاتھ میں لیتا تھا تو وہ اس کے اوصاف بیان کر دیتا تھا پس بادشاہ نے علماء کو جمع کیا اور اس جماعت کے سردار آخوند ملا محسن فیض تھے۔ ملا محسن نے اس فرنگی سفیر سے فرمایا کہ کیا تمہارے بادشاہ کے پاس کوئی عالم نہیں تھا جو تم جیسے عامی اور کم علم آدمی کو علمائے ملت سے مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا ہے؟ فرنگی نے

ہلاکت سے نجات

نیز مرحوم خلوصی موصوف بیان کرتے تھے کہ (تقریباً) تیس سال قبل میرے اقرباء میں سے ایک متقی اور نیک سیرت بوڑھا انسان (میں اس کا نام بھول گیا ہوں) نقل کرتا تھا کہ میری جوانی کے زمانے میں میرے ایک عزیز نے کہ یہاں جس کا مکان دروازہ اصفہان کے پاس تھا۔ شب جمعہ میں شادی کی تقریب تھی، جس میں اس نے مجھے بھی مدعو کیا تھا۔ اور میں نے صلہ رحمی کے پیش نظر اسے منظور کر لیا تھا چنانچہ جب اس کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک یہودی مُطرب آیا اور موسیقی کے آلات کے ساتھ گانے بجانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب میں نے یہ نظر افروق اور فخر کے دیگر حرکات دیکھے تو دل کو سخت تکلیف ہوئی اور ان لوگوں کو ہر چند منع کیا اور نصیحت کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور اس وقت میرے لئے وہاں سے فراہمی ممکن نہیں تھا۔ کیوں کہ میرا مکان وہاں سے بہت دور دروازہ کا زون پر واقع تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت رات میں شہر کے اندر دھڑ دھڑاتا جانا بھی ممنوع تھا۔ مجبوراً اسی مکان کی چھت پر ایک خالی کمرے میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے اور چونکہ شب جمعہ تھی لہذا نماز و دعا اور مناجات میں مشغول ہو گیا۔

شب کے آخری حصے میں جب آوازیں خاموش ہو چکی تھیں اور سب لوگ تھک کے سو گئے تھے، زمین میں سخت لرزش پیدا ہوئی اس حد تک کہ میں نے وحشت زدہ ہو کر بالا خلدی کے دروازے کھول دیئے کہ دیکھیں کیا ہو رہا ہے اسی عالم میں ایک درخت جو گھر کے اندر لگا ہوا تھا۔ لرزے کی وجہ سے کمرے کی طرف اس قدر جھکا کہ اس کی ایک شاخ میرے ہاتھ میں آگئی۔ میں نے اسی وحشت میں اسے مضبوطی سے پکڑ لیا، اور درخت پھر اپنی جگہ پر سیدھا ہو گیا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں کمرے کے فرش سے اٹھ گئے۔ اور میں شاخ کے ہمراہ فضا میں معلق ہو گیا۔ اس کے بعد وہ مکان کے

کہا کہ مجھ سے عہدہ برائے نجات مل سکتے۔ آپ تم اپنے ہاتھ میں کو چیر لو میں اسے بتا دوں گا۔ ملائحسن نے تربت حضرت سید الشہداء کی ایک تسبیح پوشیدہ طور سے اپنے ہاتھ میں لے لی فرنگی دریائے فکر میں غوطہ زن ہو گیا۔ اور بہت غور و خوض کیا۔ مرحوم فیض نے کہا، اب کیوں عاجز ہو گئے؟ اس نے کہا میں عاجز نہیں ہوا لیکن اپنے قاعدے کے مطابق دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ بہشت کی خاک ہے۔ اور میں اس چیز پر غور کر رہا ہوں کہ بہشت کی خاک تمہارے ہاتھ میں کیونکر آگئی ہے۔

ملائحسن نے کہا، تم نے سچ کہا، میرے ہاتھ میں واقعاً بہشت کی خاک ہے۔ اور وہ ایک تسبیح ہے جو ہمارے پیغمبر کے فرزند کی قبر طبر کی خاک سے بنائی گئی ہے۔ اور وہ ہمارے امام ہیں۔ ہمارے پیغمبر نے فرمایا ہے، کہ کربلا (امام حسین علیہ السلام کا دفن) بہشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور تم نے ہمارے پیغمبر کے قول کی صداقت تسلیم کر لی ہے۔ کیونکہ تم کہہ چکے ہو کہ میرے قواعد خطا نہیں کرتے۔ نیز نبوت کے دعوے میں بھی تم نے ہمارے پیغمبر کی سچائی کا اعتراف کر لیا ہے۔ کیونکہ اس امر کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور سو اس کے رسول کے اسے کوئی دوسرا شخص خلاق خدا تک نہیں پہنچاتا۔ اس کے علاوہ ہمارے پیغمبر کا فرزند اس سر زمین میں دفن ہے۔ چنانچہ اگرچہ آنحضرت برحق پیغمبر تھے تو آپ کے صلب سے پیدا ہونے والا اور دین میں آپ کا پیرو خاک بہشت میں دفن نہ ہوتا، جب اس عیسائی نے یہ واقعہ دیکھا اور یہ قاطع دلیل سنی تو مسلمان ہو گیا۔

سارے درو دیوانہ منہم ہو گئے۔ یہاں تک کہ تنہا میرے علاوہ گھر کا کوئی فریجی زندہ نہیں بچا۔ اس عالم میں مجھ کو اپنے گھر اور گھروالوں کی فکر لاحق ہوئی کہ جاؤں اور دیکھوں کہ ان پر کیا گزری۔ جب میں دخت سے نیچے اتر اور گھر کا رخ کیا تو دیکھا کہ جتنے مکانات اور دوکانیں دروازہ کا زون تک میرے راستے میں تھیں سب کی سب منہم ہو چکی ہیں۔

یہ داستان ہمیں دو چیزوں کی تعلیم دیتی ہے ایک یہ جب کسی گنہگار جماعت پر کوئی بلا نازل ہو، اگر اس کے درمیان کوئی ایسا شخص ہو جو خدا کی یاد میں مشغول رہا ہو، ان لوگوں کو نصیحت کرتا رہا ہو اور اگر انھوں نے اس کی بات نہ سنی ہو، تو ان سے علحدہ ہو گیا ہو تو وہ بلا اس تک نہ پہنچے گی۔ اور خدا اسے نجات عطا فرمائے گا۔ چنانچہ سورہ اعراف کے اندر اصحاب سبست کی ہلاکت کے سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے، "اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْتَهِوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (سورہ اعراف آیت ۱۷۵)۔

یعنی ہم نے انھیں نجات بخشی جو برائی اور گناہ سے روکتے ہیں۔ دوسری یہ کہ گنہگاروں کو کسی وقت بھی اطمینان خاطر اور بے باکی کے ساتھ ہوس رانی اور دیگر کسی قسم کی گنہ گری اور بد اعمالی میں آلودہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے اسی حالت میں ان پر قہر خدا نازل ہو جائے۔ اور وہ خصوصی یا عمومی

بلاؤں میں گرفتار ہو جائیں اور ان پر توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے، "اَفَاَنْتُمْ اَهْلَ الْقُرْآنِ اَنْ يَنْتَهِيَهُمْ بِاَسْمَانَا وَهُمَّا مُتَعَبُونَ اَوْ اَنْ اَهْلَ الْقُرْآنِ اَنْ يَنْتَهِيَهُمْ بِاَسْمَانَا وَهُمَّا مُتَعَبُونَ" (سورہ، آیت ۹۵، ۹۶) یعنی آیا اہل قریہ اس امر سے محفوظ و مامون

ہو گئے ہیں کہ ان پر رات کے وقت ہمارا عذاب نازل ہو جائے۔ درحالیکہ وہ سو رہے ہوں۔ آیا اہل قریہ اس بات سے مطمئن اور بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر دن کے وقت ہمارا عذاب آجائے جب کہ وہ لبو و لب میں مشغول ہوں۔ زلزلے جیسی عمومی اور ناگہانی بلاؤں کے بارے میں بہت سے ناقابل فراموش واقعات ملتے ہیں جیسا کہ اس داستان میں نقل ہوا ہے اور بظاہر ہی وہ زلزلہ

ہے جس کے بارے میں فاس نامہ ناصری کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ ماہ جب ۱۲۵۶ھ کی پچیسویں شب میں اور اردی بہشت کی پندرہویں تاریخ صبح صادق کے طلوع سے ایک گھنٹہ قبل شہر شیراز میں شدید زلزلہ آیا جس نے کئی سو مکانوں کو ویران کر دیا اور کئی ہزار مکانوں کو شکستہ کر دیا کئی ہزار آدمی عمارتوں کے بلے کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔ اور بیشتر مسجدیں اور مدرسے منہم ہو کر از سر

تعمیر کے لائق ہو گئے۔

صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ ۱۲۵۶ھ میں ایک عالم و باجمین اور ہندوستانی ملکوں سے ایران کے علاقوں میں منتقل ہوئی اور صرف شہر شیراز کے اندر پانچ چھ روز کی مدت میں چھ ہزار آدمی از خود موت کے گھاٹ اتر گئے۔

ماہ شوال ۱۲۵۶ھ میں قصبہ کا زون کے اندر ایک شدید زلزلہ آیا، پھر چند راتیں گزرنے کے بعد طلوع صبح اور طلوع آفتاب کے درمیان شہر شیراز میں اس سے زیادہ سخت زلزلہ آیا، جس میں بیشتر قدیم و جدید عمارتیں، مسجدیں، مدرسے، مقبرے اور مکانات "عالیہا سافلہا" تہ و بالا ہو گئے کیونکہ موسم بہار کے آخری ایام تھے اور تمام لوگ گھروں کے محفلوں میں یا مکانوں کی چھتوں پر آرام کر رہے تھے اس وجہ سے چند ہزار اشخاص سے زیادہ ہلاک نہیں ہوئے۔ اس کے چند روز بعد شیراز میں ایک روز زلزلہ آیا جو پہلے زلزلے سے ہلکا تھا، لیکن پہلے زلزلے کے خوف اور شدت کی وجہ سے جو شخص مکان کی چھت پر تھا وہ نیچے کود گیا جس سے اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔ اب بھی کچھ لوٹے اور بزرگ حضرات موجود ہیں جنھیں بخوبی یاد ہے کہ ۱۲۵۶ھ قمری ہجری میں یعنی تقریباً ستر سال قبل شیراز کے باشندے ایسی خوفناک وبا میں مبتلا ہوئے کہ جس طرح خزاں کے موسم میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ وبا کے بارے ہوئے لوگ کوچوں بازاروں اور گھروں میں پڑے ہوئے تھے۔ زمین پر اتنی کثرت سے لاشیں بکھری ہوئی تھیں کہ تنہا رست اشخاص انھیں دفن کرنے کے لئے نہیں پہنچتے تھے۔

مروم ڈاکٹر غلوری کہتے تھے کہ اسی موقع پر بعضوں کی خبر گیری کی غرض سے چار گھنٹہ رات گئے میرا گزرنے بازار کی طرف سے ہوا۔ وہاں کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ البتہ پورے بازار میں کثرت سے لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور کئے انھیں چیرنے، پھاڑنے اور کھانے میں مشغول تھے۔

اُس بلا اور وبا کی شدت جاننے کے لئے اس واقعے کو بیان کر دینا کافی ہو گا۔ کہ ماہ محمد کے نام سے ایک عورت تھی جو بتایا کرتی تھی کہ میں بیچارگی کے عالم میں کوچوں اور بازاروں سے گزر رہی تھی، اور فریاد کر رہی تھی کہ مسلمانو! میرے چار بیٹے مر گئے ہیں، خدا کے لئے آؤ اور ان کے جنازے اٹھاؤ۔ غروب آفتاب کے قریب جب میں گھر واپس ہوئی تو وہاں نہ کوئی شخص

موجود تھا۔ نہ ہی کوئی جنازہ نظر آیا۔ معلوم ہوا بعض نیک طینت مسلمان آئے اور انھیں لہجہ کر
دفن کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں نے ہر چند تحقیق کی لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ میتوں کو کون لے گیا اور
کہاں سپرد خاک کیا ہے۔ چنانچہ میں اب تک نہیں جانتی کہ میرے فرزندوں کی قبریں کہاں ہیں؟
نیز ایسے اشخاص بھی زندہ ہیں جنھیں اچھی طرح سے یاد ہے کہ ۳۰ قمری ہجری میں یعنی
آج سے پچاس سال قبل شہ از کے لوگ انفلوانزا کی وبا میں مبتلا ہوئے لیکن یہ بیماری زیادہ نہیں
چلی کیونکہ ابائی شہر حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کے لطف و عنایت سے متوکل ہوئے
کوچوں اور بازاروں میں منبر رکھے گئے۔ اور روضہ خوانی کی مجلسیں برپا کی گئیں یہاں تک کہ یہ
بلا بے طرف ہوئی۔ اس کے علاوہ ۳۲ شمس میں یعنی پچیس سال قبل خسرو کا مرض اس شدت
سے پھیلا کہ اتفاق ہی سے کوئی ایسا گھنچا تھا جس میں یہ بیماری نہ پہنچی ہو۔ ڈاکٹر (افراد کی کثرت کی
وجہ سے) مریضوں تک نہیں پہنچ پاتے تھے۔ یا اکثر صبح کو طلوع آفتاب سے پہلے گھر سے نکلتے تھے۔
اور شب کے آخری پہر تک واپس نہیں ہوتے تھے۔ خود میں بھی ہر روز اپنے کسی عزیز پر یاد و دست کے
جنازے کے ساتھ جاتا تھا۔ اور ظہر تک غسل خانے میں رہتا تھا، یا اگر ظہر کے بعد جاتا تھا تو غروب
آفتاب تک وہیں ٹھہرتا تھا۔ اور جنازوں پر نماز پڑھتا تھا۔ اس موقع پر روزانہ پچاس سے
کم موتیں نہیں ہوتی تھیں۔

مذکورہ بالا بیماری کے علاوہ لوگ روٹی کے قحط اور بکھلا دینے والی گرانی میں بھی گرفتار
تھے۔ اگر کوئی شخص صبح کے وقت نانپائی کی دکان پر پہنچ جاتا تھا تو اسے بھی ظہر کے قریب
دشواری اور زحمت سے ایک روٹی ہاتھ آتی تھی۔ اس لئے کہ ہر چیز تو موجود تھی لیکن گہول بہت
کمیاں تھیں۔ نانپائی کی دکان پر سگاہوں کی چیخ پکار بہت دور سے سنی جاسکتی تھی۔ کتنے پریشان
حال تھے وہ افراد جن کے فرائض یہ تھے کہ طبیب اور دوا کے لئے دوڑیں، اپنے مریضوں کی تیمارداری
کریں۔ اور پھر روٹی بھی حاصل کریں۔ اور ان سے کہیں زیادہ حیران و پریشان تھے وہ لوگ جو
تنگدستی کی وجہ سے اپنا اثاثہ البیت اور اپنے گھر کم سے کم قیمت پر فروخت کرنے کے لئے
مجبور ہو جاتے تھے۔ عام طور سے لوگ کئی مہینوں تک ان بلاؤں میں مبتلا رہے۔
ان حالات کو نقل کرنے کی غرض یہ ہے کہ محترم ناظرین ان سے واقفیت حاصل کرنے

اور گزشتہ اشخاص کی تاریخ سے روشناس ہونے کے بعد یہ جان لیں کہ جو قوم اور جو جماعت سکرتی
اور بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ خدا اور آخرت کو قطعاً فراموش کر دیتی ہے۔ عدل اور احسان کو
پس پشت ڈال دیتی ہے۔ اور شہوت رانی اور ہوس پرستی کو اپنا شعار قرار دے لیتی ہے۔ خداوند
کیم اسے مہلت دیتا ہے۔ لیکن جب وہ حد سے گزر جاتی ہے تو دفعتاً سخت بلائیں نازل کر کے
اسے بے بس اور بے کس بنا دیتا ہے تاکہ اپنے گمراہی سے پشیمان ہو کر چار و ناچار خدا کی طرف
لو لگائے۔ اور اس نے جو سعادت اور نیک نعتی کا راستہ ترک کیا ہے پھر اس پر گامزن
ہو جائے۔ درحقیقت یہ بلائیں قہر کی صورت میں پروردگار کے لطف و کرم کے غمخوار ہونے ہیں جس
طرح ایک گلہ بان اپنی ان بھیڑوں کو جو پانی اور سبزہ زار تک پہنچانے والے صحیح راستے سے
بھٹک کر سنگلاخ وادی کی طرف چل پڑی ہوں۔ اپنی لالچی اور ڈھیروں سے مار کے راہ راست
پر لگاتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "أَحْمَدُ عَلَى الْقَتْلِ
كَمَا أَحْمَدُ عَلَى الشَّرِّ" یعنی میں بلاؤں اور سختیوں پر بھی خدا کی حمد اور شکر بجا لاتا ہوں جس
طرح نعمتوں اور خوشیوں پر اسکا شکر ادا کرتا ہوں۔

نیز قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ "أَخَذْنَا هَاهُنَا بِالْبَاسِ وَأَلْقَيْنَا لَكُمْ لَعْنَةً فَنَضَّيْكُمْ عَنْهُ"
یعنی ہم نے انھیں بلاؤں اور سختیوں کے ذریعے گرفت میں لیا تھا۔ تاکہ وہ تضرع و زاری کے ساتھ
خدا کی طرف رجوع کریں، جیسا کہ اس فطرتِ اولیٰ کا مقتضا ہے۔ جو خدا نے انھیں دی ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ بنی نو انسان آج خدا کو فراموش کر چکے ہیں، نفسانی خواہشوں اور شہوتوں کی
طرف دوڑ رہے ہیں۔ ہو اور ہوس اور شیطانی خیالات و حرکات کے شائق ہیں۔ فرمانِ خداوندی
سے منحرف ہیں۔ ہر اس شخص اور اس چیز سے ڈرتے ہیں جس سے کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے۔
سوائے خدا اور عذابِ آخرت کے، اور ہر اس شخص اور ہر اس چیز سے اپنی امیدیں وابستہ
رکھتے ہیں۔ جس سے کسی فائدے کی توقع ہو، عدل و احسان، عطا و نفع و مہربانی اور خاص طور سے
شرم و حیا جیسے انسانیت کے صفات کمالیہ جو ان نسل سے لڑکیوں سے سلب ہو چکے ہیں۔ اور
انکی جگہ پر حیوانی خصلتوں نے جڑ پکڑ لی ہے۔ لوگوں نے خدا کے گھروں کو خالی چھوڑ دیا ہے۔ اور
میںما جیسے شیطانی مراکز کو آباد کیا ہے۔

لوگ علماء کی مجلسوں سے جو انھیں خدا اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں فرار اختیار کرتے ہیں۔ اور جہاں کوئی شیطانی آواز سنتے ہیں وہاں جمع ہو جاتے ہیں۔

کون سا دن ایسا ہے جب اس بد حال اور گڑے ہوئے معاشرے میں طرح طرح کی خیاات معصیت اور آوارگی و بے عفتی کے واقعات رونما نہ ہوتے ہوں۔ ۹۔

اسی بنا پر اگر ہم اپنی بدکرداری سے دست بردار نہیں ہوتے تو ہمیں اس دن کا منتظر رہنا چاہیے جب اس قوم پر بلاؤں کا نزول ہو گا۔ اس وقت لوگ مجبوراً خدا کی طرف رُخ کریں گے اور اضطراب کے عالم میں مسجدوں کے اندر جمع ہو کر اپنے افعال و کردار سے توبہ کریں گے۔ مغرب اور لار اور خراسان کے آخری زلزلے ہماری ہر جماعت کے لئے خواب غفلت سے بیداری کی گھنٹیاں ہیں۔

جو مناسب ہو وہی مانگنا چاہیے

مرحوم آقائے سید عبداللہ بلادی ساکن بوشہر نے فرمایا کہ ایک بار علمائے اصفہان میں سے ایک بزرگوار ایک قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ کی حاضری اور حج خانہ خدا کے قصد سے اصفہان سے روانہ ہو کر بوشہر میں وارد ہوئے تاکہ سمندر کے راستے سے مشرف ہوں، لیکن یہاں پہنچنے کے بعد انھیں انگریزی سفارتخانے کی طرف سے سختی کے ساتھ روکا گیا، ان کے پاسپورٹوں پر ویزا نہیں دیا گیا۔ اور انکو جہاز پر سوار ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس سلسلے میں میں نے اور دوسرے لوگوں نے جمہور بھی کوشش کی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

وہ شیخ اصفہانی اور ان کے رفقاء سخت پریشان ہوئے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم نے دنوں، زمیں برداشت کر کے سفر مکہ کے وسائل مہیا کئے تقریباً ایک ماہ تک راستے کی صعوبتیں جھیلیں (اس لئے کہ اس زمانے میں قافلہ اصفہان سے شیراز تک شتر روزیں اور شیراز سے بوشہر تک دن روزیں پہنچتا تھا) اور اب ہم واپس بھی نہیں جاسکتے۔

آقائے بلادی مرحوم نے فرمایا کہ میں شیخ کا شدید اضطراب دیکھ کر بہت متاثر ہوا لہذا انھیں مشغول اور مانوس بنانے کی غرض سے اپنی مسجد ان کی سپردگی میں دیکر خواہش کی کہ وہ یہاں نماز جماعت پڑھائیں اور بعد نماز منبر پر جا کر موعظہ کریں۔ انھوں نے اس درخواست کو قبول کیا۔ چنانچہ راتوں میں نماز اور موعظہ کے بعد اسی جلسہ میں وہ خود اور ان کے رفقاء سوختہ دلی کے ساتھ خدا کو پکارتے تھے، ختم "اٰمَنُ بِمُحَمَّدٍ الْمُصَنَّفُ" کا عمل کرتے تھے۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے توسل اختیار کرتے تھے۔ اور اس شدت سے گریہ اور تضرع و زاری کرتے تھے کہ ہر سننے والا بے چین ہو جاتا تھا۔ اسی پریشانی دعا اور مناجات کی حالت میں جب کہ وہ خدا کی بارگاہ میں ہی فریاد کرتے تھے کہ بار الہا اب ہمارے لئے واپس جانا

ممکن نہیں ہے ہمیں منزل مقصود پہ پہنچا دے۔ ناگاہ ایک روز غوث مخدوم انگریزی تو فصل خانے کی طرف سے کچھ لوگ آئے۔ اور ان سے کہا کہ آؤ تاکہ تمہیں پروانہ راہداری دیدیا جائے۔ چنانچہ تمام قافلے والے خوشنودی کے ساتھ گئے۔ اور اجازہ لے کر آگے بڑھے چند مہینوں کے بعد ایک روز میں سمندر کے کنارے سے گزر رہا تھا کہ ایک بد حال اور پریشان خاطر شخص نظر آیا جس کی صورت جانی پہچانی سی لگی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم وہی اصفہانی نہیں ہو جو چند روز قبل فلاں کے ہمراہ آئے تھے۔ اور مکہ معظمہ گئے تھے؟ اس نے کہا، ہاں۔ میں نے شیخ اور ان کے ہمراہیوں کا حال پوچھا۔ تو اس نے شدت کے ساتھ رونا شروع کر دیا، اور کہا کہ پہلے ہم لوگ راستے میں چوروں اور لٹیروں کی زد میں آئے جو ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ لے گئے۔ اس کے بعد ہم بیمار ہوئے اور سبھی قافلے والوں کا انتقال ہو گیا۔ انہیں سے تنہا میں بچا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس حال میں واپس آیا ہوں۔ آقا نے بلادی نے فرمایا کہ اس طرح میں نے جان لیا کہ ان لوگوں کی حاجت برآری میں جو دشواری حائل تھی اس کا راز کیا تھا؟ لیکن جب انھوں نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو باوجود اس کے کہ اس میں ان کا ضرر تھا۔ ان کی دعا قبول کر لی گئی۔

خدا نے تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَعَسَىٰ أَن تَنفَعُوا أُنثَىٰ وَتَكْفُرُوا ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (سورہ بقرہ آیت ۲۷۴)۔

یعنی ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو در حالیکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور شاید تم کسی چیز کو دوست رکھتے ہو، در حالیکہ وہ تمہارے لئے بری ہو۔ اور خدا (تمہاری مصلحت کو) جانتا ہے۔ اور تم نہیں جانتے۔ نیز فرماتا ہے۔ "وَلَوْ لَغَلَّ اللَّهُ لِنَاسٍ الشَّرَّ الَّذِي تَرْتَبِعُونَ الْهُمَّ، بِالْخَيْرِ لِقَضَائِ الْيُحْيِيهِمْ أَجْلَهُمْ" (سورہ بقرہ آیت ۱۰۱) یعنی اگر خدا انسانوں کے لئے اس چیز میں تعجیل فرمائے جو بری ہے جس طرح لوگ نیکی کے لئے تعجیل کرتے ہیں تو یقیناً ان کے لئے موت کا حکم دیا جائے۔ (یعنی وہ ہلاک ہو جائیں)۔

مراد یہ ہے کہ بعض لوگ برائی اور شر کو طلب کرتے ہیں۔ اور تصور یہ کرتے ہیں کہ انھوں نے خیر و نیکی طلب کی ہے۔ اور چونکہ اس میں مصلحت نہیں ہوتی لہذا خدا اسے قبول نہیں فرماتا۔ (ان لوگوں کے مانند جو غصے کے عالم میں خدا سے اپنی یا اپنی اولاد کی یا اپنے اقرباء کی موت مانگتے ہیں۔

لیکن اکثر بعد کو پشیمان ہوتے ہیں۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوئی)۔ کتنے ہی امور ایسے ہیں کہ انسان ان کے بارے میں حریص ہوتا ہے۔ اور گمان کرتا ہے کہ ان کی بھلائی نیکبختی اور خوشی انھیں کے اندر ہے۔ اور ان میں کامیابی کے لئے کوشش بھی کرتا ہے۔ لیکن جب کامیاب ہو جاتا ہے تو پشیمان ہوتا ہے۔ اور آرزو کرتا ہے کہ اس کا یہ مقصد پورا نہ ہوا ہوتا۔ اسی بنا پر انسان کو چاہیئے کہ حاجت طلب کرنے کے وقت اس کی برآوری کو اپنے پروردگار کی مرضی اور مصلحت پر موقوف قرار دے۔ اور کہے "وَلَا تَخَافُ وَجْهَ الْكَافِرِ الَّذِي يَأْتِي بِالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَفْضَحُ رَحْمَتَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ" اور اگر زبان سے نہ کہے تو یہی مفہوم اس کے دل میں ہونا چاہیئے۔ ورنہ اگر اس کی حالت اس کے برخلاف ہو اور وہ ہر حال میں اپنی حاجت برآری چاہتا ہو ہر چند کہ خداوند عالم اسمیں اسکی تہری نہ جانتا ہو تو یہ دعا نہیں ہے بلکہ معاذ اللہ خدا کو حکم دینے جیسی بات ہے۔

بہر حال دعا کرنے والے کا فرض ہے کہ اپنی عاجزی، بے حالی اور ضعف کا معترف ہو اور خدا کو قادر و عالم جانے۔ اگر اس کی حاجت پوری نہ ہو تو اس سے چاہیئے کہ بد دل نہ ہو، اپنے پروردگار کے بارے میں بدگمانی نہ کرے۔ اور اس پر وعدہ خلافی کی تہمت نہ رکھے۔ بلکہ یہ خیال کرے کہ شاید اس میں مصلحت نہیں تھی یا ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔ یا اس کی دعا قبولیت دعا کے شرائط سے عاری تھی۔

(مذکورہ بالا واقعے کے بارے میں ایک توجہ یہ بھی ممکن ہے کہ بظاہر قافلے والوں نے صرف اجازہ سفر کے لئے دعا اور الحاج وزاری کی تھی اور اس کے ساتھ راستے کے خطرات سے نجات کا تصور شامل نہیں تھا۔ ورنہ جب ایک دعا قبول ہوئی تھی تو دوسری بھی ہو سکتی تھی۔ اور دوسری یہ کہ ہو سکتا ہے، ان کے مال و اسباب کے لئے میں انکے صبر و شکر کا امتحان مقصود رہا ہو۔ اور سفر حج یعنی خدا کی راہ میں ان کی موت انھیں درجہ شہادت عطا ہونے کا ذریعہ قرار دی گئی ہو۔ ۱۲ مترجم)

گتے کی حیرت انگیز حیا

نیز مرحوم آقا نے بلادی نے فرمایا کہ میرے ایک عزیز نے جو تحصیل علم کے سلسلے میں چند سال تک فرانس میں مقیم رہے تھے وہ ابھی میں نقل کیا کہ میں نے پیرس میں ایک مکان کرائے پر لے لیا تھا۔ اور حفاظت کے لئے ایک کتا بھی پال لیا تھا۔ رات کے وقت میں گھر کا دروازہ بند کر دیتا تھا۔ کتا دروازے کے پاس لیٹ جاتا تھا اور میں درس کے کلاس میں چلا جاتا تھا۔ جب وہاں سے واپس ہوتا تھا تو کتا میرے ساتھ ہی گھر کے اندر داخل ہوتا تھا۔ ایک رات میری واپسی میں دیر ہوئی، اور ہوا بھی بہت سرد تھی، مجبوراً میں نے اپنے اور کوٹ کا کالر سیدھا کر کے اپنے سر اور کالوں کو چھپایا اور دستاں پہن کر ہاتھوں کو اس طرح سے چہرے پر رکھ لیا کہ راستہ دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں کھلی رہیں۔ اسی ہیئت کے ساتھ میں گھر کے دروازے پر پہنچا۔ اور نقل کھولنا چاہا تو اس بے زبان گتے نے میری بدلی ہوئی حالت اور چھپے ہوئے چہرے کی وجہ سے مجھے نہیں پہچانا اور مجھ پر حملہ کر کے میرے کوٹ کا دامن پکڑ لیا میں نے فوراً اور کوٹ کا کالر نیچا کیا اور اپنا چہرہ کھول کے اسے آواز دی۔ جب اس نے مجھ کو پہچان لیا تو انتہائی ندامت کے ساتھ گلی کے ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ میں نے مکان کا دروازہ کھولنے کے بعد اسے ہر چہ بلایا لیکن وہ گھر کے اندر نہیں آیا۔ مجبوراً میں نے دروازہ بند کر لیا اور لیٹ گیا۔

صبح کو اُسے ڈھونڈتے نکلا تو دیکھا کہ وہ مرچکا ہے۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس نے سخت شرمندگی کی وجہ سے جان دی ہے۔ اس موقع پر ہماری ہر فرد کو اپنے نفس کے گتے سے خطاب کرنا چاہیے کہ ہم سقدر بیجا ہو چکے ہیں۔ کہ اپنے پروردگار سے بھی حیا نہیں کرتے جبکہ ہماری ہر چیز اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔ اور ہمیں اس بات کا بھی لحاظ نہیں ہے کہ ایک روز اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

اَلْاَزِیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَلَی السَّلَامِ دُعَاۃُ اَبِی حَمزَہ مِیْنِ فَرَمَاتے ہیں۔ اَنَا یَا رَبِّ الَّذِیْ لَمَّا اَسْتَجِیْبُکَ فِی الْخَلَاۃِ وَ لَمَّا اُذِیْرُکَ فِی الْمَلٰئِکَہِ اَوْ الْعَلٰفِ بِفَلَاحٍ حَیَاتِیْ وَ مَوْتَکَ جَاۤءَ یَنْتَجِیْ۔

گتے کی اپنے مالک کے لئے قربانی

مرحوم حاج سہام الدین موصوف نے اپنے باپ سے اور ان مرحوم نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ ایک مرتبہ حاکم وقت مرحوم حسین علی میزبان نے دریا میں نہانے کے لئے کپڑے اتارے تو ان کا کتا جوان کے ہمراہ تھا مانع ہوا۔ انھوں نے گتے کی مزاحمت پر کوئی اعتنا نہیں کیا اور پانی میں اترنے پر آمادہ ہو گئے۔ جب گتے نے دیکھا کہ انھیں روکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے اور وہ اب دریا میں اترنے ہی والے ہیں۔ تو ناچار ہو کر اس نے ایک معین مقام پر خود ہی پھلانگ لگادی اور دفعۃً ایک بڑے دریائی جانور نے اسے نگل لیا۔

حاکم کی سمجھ میں آگیا کہ گتے کی مزاحمت کا باعث کیا تھا اور کس طرح اس نے اپنے کو مالک کے اوپر قربان کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے نہانے کا ارادہ ترک کیا اور گتے کی اس وفاداری پر حیرت زدہ سخت بخیدہ اور گریہ کرتے ہوئے واپس ہوئے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بجا الانوار کی جلد ۱۲ میں گتے کی وفاداری اور اپنے مالک کے لئے اپنی جان فدا کرنے کے سلسلے میں چند واقعات نقل کئے ہیں۔ اور چونکہ ان میں گتے کی حیا و وفا اور اس کے مقابلے میں انسان کی بے حیائی اور بے وفائی کا بھی کچھ ذکر ہوا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر وہ داستان نقل کر دی جائے جسے جناب شیخ بہائی علیہ الرحمہ نے اس طرح نظم فرمایا ہے۔

عابدے در کوہ بسناں بد مقیم	در بن غارے جو اصحاب رقیم
روئے دل از غیر حق بر تافتہ	گنج عزت راز عزلت یافتہ
روز بامی بود مشغول صیام	یک تہ نال میسریش وقت شام
نصف آں شامش بڈے نصفہ حور	وز قناعت داشت در دل صد مژر
بہیں منوال حاش می گذشت	نامدے از کوہ ہرگز سوسے دشت

از قضا یک شب نہ آمد آں رفیف
کرد مغرب زاد او انگہ عشاء
صبح چو شد ز آں مقام دلپذیر
بود یک قریہ بقرب آں جمیل
عابد آمد بر در گہرے ستاد
عابد آں ناں بہت و شکرش بگفت
گرد آہنگ مقام خود دلیر
در سرائے گہر بید گر گیس سگے
پیش او گر خط پر کاے کشی
برزیاں گر بگذر و لفظ خبر
کلب در دنبال عابد پو گرفت
ز آں دونال عابد بچی پیشش نکلند
سگ بخور دآں ناں و اپنے آمدش
عابد آں ناں دگر داؤش رواں
کلب آں ناں دگر رانیز خورد
بچہ سایہ از پئے ارمی دوید
گفت عابد بچہ بید ایس ماجرا
صاحبیت غیر از دونال چیز نہ داد
دیگر از پئے دویدن بہر حیثیت
سگ بہ نطق آمد کہ اے صبا کمال
ہست از وقتہ کہ من بودم صغیر
گو سفدش را شبانی می کنم
گر بہن از لطف ناسنے می دہد

شد ز جوع آں پار ساز و نحیف
دل پر از وسواس در فکر غذا
بہر قولے آمد آں عابد بنیر
اہل آں قریہ ہمہ گیر و دخل
گیر اور ایک دونان جو بداد
وز وصول طعمہ اش خاطر شگفت
ناکند افطار ہر خبز شعیبہ
ماندہ از جوع استخوانے در گے
شکل ناں بیند ہمیر از خوشی
خیز پندار در و دہوش زمر
از پئے اورفت و رخت او گرفت
پس رواں شد تا نیا یاز و گرد
تا مگر بار دگر کا زار دش
تا کہ باشد از غذا بیش در اماں
پس رواں گردید از دنبال مرد
عف و عفو می کرد و خشن می درید
من سگے چوں تونہ دیدم بچیا
وال دونال را بہتدی ای کج نہاد
وین ہمہ رخت در بدن بہر حیثیت
بچیا من نیستیم چشمے بمال
مسکون ویرانہ ایں کبر پیر
خانہ اش را پاسبانی می کنم
گاہ مشت استخوانے می دہد

گاہ از یادش رود اطعام من
روزگارے بگذر و کاین ناواں
گاہ ہم باشد کہ ایں گہر کہن
چوں بر در گاہ او پروردہ ام
اہست کارم بر در ایں پیر گہر
تو کہ نل یک شب نہانت بہت
از در رزاق رو بہر تافتی
بہر تانے دوست را بگذشتی
خود بہ انصاف اے مرد گزین
مرد عابد زین سخن بہوش شد
اے مگ نفس بہائی یا دگیر
بر تو گرا ز صبر نکشاید درے

وز مجاعت تلخ گرد و کام من
نہ زناں یا بد نشان نہ استخوان
ناں نیابد بہر خود نہ بہر من
رو بہ در گاہ دگر ناوردہ ام
گاہ شکر نعمت او گاہ صبر
در بنائے صبر تو آمد شکست
بر در گہرے رواں بہشتا فتی
کردہ ای بادشمن او آشتی
بیجیا تر کیست من یا تو ببین
دست خود بہر سر زد و بیوش شد
ایں قناعت از مگ آں گہر پیر
از سگ گر گیس گہرے کمتری

(یعنی ایک عبادت گزار شخص کو کہ لہناں کے ایک غار میں اصحاب کھف کے مانند مقیم تھا۔ اس نے خدا کے علاوہ ہر چیز سے بے اعتنائی اختیار کر کے گوشہ نشینی سے عزت کا خزانہ حاصل کیا تھا وہ دن میں روزہ رکھتا تھا اور شام کے وقت اسے ایک روٹی مل جاتی تھی جس میں سے نصف رات کو اور نصف صبح کے وقت کھا لیتا تھا، اور اپنی اس قناعت سے بہت خوش و خرم تھا۔ اسی طریقے پر اس کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ وہ کبھی پہاڑ سے اتر کے نیچے میدانی علاقے میں نہیں آتا تھا۔ قضاے کار ایک روز وہ روٹی نہیں آئی۔ چنانچہ وہ پرہیزگار شخص بھوک کی وجہ سے نڈھال اور کمزور ہو گیا۔ اس نے مغرب کی اور پھر عشاء کی نماز پڑھی لیکن اس کا دل غذا کی فکر میں ادھر ادھر بہک رہا تھا۔ چونکہ اسے اپنی روزی کے لئے سخت بقیاری تھی لہذا نہ اس نے رات کو عبادت ہی کی نہ اسے نیند ہی آئی جب صبح ہوئی تو وہ عابد رزق حاصل کرنے کی غرض سے اس پُر فضا مقام سے نیچے اتر آ۔ اس پہاڑ کے قریب ایک گاؤں تھا جس کے باشندے آتش پرست اور گمراہ تھے۔ عابد وہاں پہنچ کے ایک مجوسی کے دروازے پر ٹھہرا تو اس نے اس کو جو کیڑیاں

دیں۔ عابد نے وہ روٹیاں لے کر اس کا شکریہ ادا کیا اور غذا حاصل ہونے سے آسودہ خاطر ہوا۔ اس نے اطمینان قلب کے ساتھ اپنی قیام گاہ کا قصد کیا۔ تاکہ وہاں پہنچ کے اس جو کی روٹی سے فاقہ شکنی کرے۔ اس عجوسی کے گھر میں ایک خاش زوہ کتابلا ہوا تھا۔ جو بھوکوں مرنے کی وجہ سے فقط ہڈی چڑھ گیا تھا، اگر اس کے سامنے پرکار سے دائرہ بنادیا جاتا تو وہ روٹی کی شکل میں اسے دیکھ کے خوشی سے مرجاتا۔ اگر زبان پر خبر کی لفظ جاری ہوتی تو وہ اسے خُبیر (روٹی) سمجھ کے پاگل ہو جاتا۔ اس نے عابد کا تعاقب شروع کیا۔ اور اس کے پیچھے پہنچ کے اس کا دامن پکڑ لیا۔ عابد ان دو روٹیوں میں سے ایک اس کے سامنے پھینک کے آگے بڑھ آتا۔ تاکہ اسے کوئی گزند نہ پہنچے۔ گتے نے وہ روٹی کھالی، اور پھر اس کے پیچھے دوڑ آیا۔ تاکہ اسے دوبارہ پریشان کرے۔ عابد نے چلتے چلتے وہ دوسری روٹی بھی اسے دیدی۔ تاکہ اس کے عذاب سے محفوظ رہے۔ گتے نے وہ دوسری روٹی بھی کھالی اور سہ بارہ اس کا پیچھا شروع کیا۔ وہ اس کے ساتھ سائے کی طرح دوڑ رہا تھا۔ منہ سے عاف عاف کی آوازیں نکال رہا تھا اور اس کے کپڑے پھاڑ رہا تھا۔ جب عابد نے یہ حال دیکھا تو کہا، میں نے تجھ جیسا بیجا کتا نہیں دیکھا۔ تیرے مالک نے صرف دو روٹیاں دی تھیں، لیکن اے بطینت تو نے ان دونوں کو چھین لیا۔ اب اس کے بعد میرے پیچھے دوڑنے اور میرے کپڑے پھاڑنے کا کیا مطلب ہے؟

گتا گویا ہوا کہ اے صاحب کمال شخص! ذرا آنکھ کھول کے دیکھ، بیجا میں نہیں ہوں۔ جب میں بچہ تھا اس وقت سے اس بوڑھے آتش پرست کا ٹوٹا چھوٹا مکان میرا مسکن ہے۔ میں اس کی بھڑیوں کی کھوانی کرتا ہوں اور اس کے گھر کا پیرا دیتا ہوں۔ وہ کبھی ہربانی کر کے مجھ کو ایک روٹی دیدتا ہے۔ اور کبھی ایک مٹھی ہڈی ہی دیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ مجھے غذا دینا بھول ہی جاتا ہے۔ اور بھوک کی وجہ سے میری زندگی تلخ ہو جاتی ہے ایک ایسا دور بھی گزرتا ہے جب مجھ جیسے ناتواں کو نہ روٹی کا نشان ملتا ہے نہ ہڈی کا۔ کبھی کبھی تو یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ بوڑھا آتش پرست نہ اپنے لئے روٹی مہیا کر پاتا ہے نہ میرے لئے۔ لیکن چونکہ میں اس کے دروازے پر بالا گیا ہوں۔ لہذا کبھی دوسرے کے دروازے کا رخ نہیں کیا۔ اس بوڑھے عجوسی کے دروازے پر میرا یہی شیوہ ہے، کبھی اس کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا، اور

کبھی صبر کرنا۔

لیکن جب تجھے ایک ہی شب روٹی حاصل نہیں ہوئی تو تیرے صبر کی عمارت شکستہ ہو گئی۔ تو نے اپنے رزاق حقیقی کی درگاہ سے منہ موڑ لیا۔ اور دوڑ کے ایک آتش پرست کے دروازے پر پہنچ گیا۔ تو نے ایک روٹی کے لئے اپنے دوست کو چھوڑ کر اس کے دشمن سے صلح کر لی۔ اے نیک انسان تو خود انصاف کر کے بتلا کہ زیادہ بے حیا کون ہے؟ میں یا تو ہے۔

وہ مرد عابد یہ باتیں سن کے مدہوش ہو گیا، اپنے ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ لیا۔ اور غش کر گیا۔

اے "بہائی" کے نفس کے گتے، اس قناعت کا سبق اُس بوڑھے عجوسی کے گتے سے حاصل کر اگر تیرے سامنے صبر کا کوئی دروازہ نہ کھلے تو تو ایک آتش پرست کے خاش زوہ گتے سے بھی کمتر ہے۔

اسیری سے نجات اور حلال روزی کا حصول

مرحوم آقا میرزا محمود شیرازی نے جن سے چند داستانیں نقل کی جا چکی ہیں فرمایا کہ میں نے مرحوم حاج میرزا حسن ضیاء التجار شیرازی سے جن کا کئی سال شیرازی میں اور اس کے بعد تہران میں ایک بڑا دو خانہ تھا سنا کہ میں ایک سال کربلائے معلیٰ کی زیارت کے قصد سے کرمان شاہ کے راستے ایک قافلے کے ہمراہ روانہ ہوا، ایک الاغ (سواری کا چمچہ) کرائے پر حاصل کیا اور اس پر اپنا ضروری سامان بار کر کے روانہ ہو گیا۔ جب ہم قزوین کے نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو قافلے کے ساتھ پیدل سفر کر رہا تھا مجھ کو تنہا دیکھ کر میرے قریب آیا اور میرے کاموں میں میرا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ ہم دونوں نے ساتھ ہی کھانا کھایا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں کاظمین تک ہتھار اساتھ دوں گا۔ اور عجلت کے ساتھ منزل پر پہنچ کر کوئی مناسب جگہ تلاش کر لوں گا۔ پھر جب تم بھی پہنچ جاؤ گے تو کھانے میں شریک ہو جاؤں گا۔ ہم لوگ اسی طرح سے کاظمین پہنچے۔

میں نے اس شخص کا نام اور حالات پوچھے تو اس نے کہا میرا نام کربلائی محمد ہے اور میں قمشہ اصفہان کا رہنے والا ہوں۔ سات سال قبل امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے سفر کر رہا تھا یہاں تک کہ استرآباد کے حدود میں سرکمانوں نے قافلے کو لوٹ لیا اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے جا کر اپنا غلام بنالیا۔ روزانہ دن بھر مجھ سے کام لیتے تھے جس سے میں سخت پریشان اور فشار کے عالم میں تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز میں نے طے کیا کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو ان کے قبضے سے فرار اختیار کروں۔ اور اپنے کو اس مصیبت سے نجات دوں۔ میں نے نذر کی کہ اگر خدا نے میری مدد فرمائی اور مجھے نجات بخشی تاکہ اپنے وطن پہنچ سکوں تو اسی راستے سے کربلائے معلیٰ میں حاضری کا شرف حاصل کروں گا۔ پس میں ایک بہانے سے تھوڑا ان سے

دور ہوا، اور چونکہ رات تھی اور وہ لوگ سو رہے تھے لہذا مجھے نہیں دیکھ سکے۔ اور میں تیزی سے دوڑتا ہوا ایسے مقام پر پہنچ گیا کہ ان کے شر سے محفوظ ہونے کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اسی جگہ سے کربلائے معلیٰ کا عزم کر کے چلا آ رہا ہوں۔

مرحوم ضیاء التجار نے بتایا کہ سامرا کا ارادہ رکھتا تھا لہذا میں نے اس سے کہا کہ آؤ پہلے ہم دونوں سامرا چلتے ہیں۔ اس کے بعد ساتھ ہی زیارت کربلا سے مشرف ہوں گے اور اس سلسلے میں کافی اصرار کیا لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ اور کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو مجھے اپنی نذر پوری کرنا چاہیئے۔ میں نے کچھ پیسے اس کے سامنے رکھے اور کہا کہ جب قدر چاہو اٹھا لو۔ لیکن اس نے کچھ بھی نہیں اٹھایا۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو صرف تین ایرانی ریال (تقریباً چار پیسے کا سکہ) اٹھائے اور چلا گیا۔ اس کے بعد وہ کہیں نظر نہیں آیا۔

جب میں نجف اشرف سے مشرف ہوا۔ تو ایک روز صحن مقدس میں بالائے سرکی جانب سے گزر رہا تھا تو نظر آیا کہ بہت سے لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں۔ بھیر کو پیچھے ہٹ کر اس کے قریب پہنچا۔ تو دیکھا کہ وہی میرا ہمسفر کربلائی محمد قمشہ ای ہے۔ اس نے ایک کپڑے سے اپنی گردن کو رواق کی جالی سے باندھ رکھا تھا۔ اور گریہ کر رہا تھا تہران کا ایک شخص کہہ رہا تھا کہ تم جو کچھ بھی چاہتے ہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ اور اسے سو تومان نقد دے رہا تھا۔ لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ میں نے اس کے پاس جاکر کہا کہ رفیق! تم جناب امیر سے کیا چاہتے ہو؟ اٹھو اور اٹھ کے میری قیام گاہ تک چلو۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہوگی میں اسے مہیا کروں گا۔ لیکن اس نے میری درخواست کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں ان حضرات سے ایک ایسی چیز کی حاجت رکھتا ہوں جس پر کوئی دوسرا شخص قدرت نہیں رکھتا۔ اور جب تک میں اسے حاصل نہیں کروں تو نگاہاں سے باہر نہیں جاؤں گا۔ جب میں نے اپنے اسرار کا کوئی نتیجہ نہیں دیکھا تو اسے چھوڑ کر چلا آیا۔

دوسرے روز میں نے اسے صحن مقدس میں دیکھا۔ اس نے خوشی اور شادمانی کے ساتھ ہنستے ہوئے کہا۔ دیکھا تم نے میں نے اپنی حاجت حاصل کر لی۔ پھر بغل میں ہاتھ ڈال کے ایک حوالے کی سند باہر نکالی اور کہا میں نے اسے جناب امیر سے پایا ہے۔ پس میں نے اس کی

تحریر کو دیکھا تو وہ اس پہنچ پڑھی کہ سامنے اور پشت کی طرف سے نیز اوپر اور نیچے کی جانب سے یکساں تھی اور ہر رخ سے پڑھی جاتی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کس چیز کا حوالہ ہے اور کس کے ذمے ہے؟ اس نے کہا میں اس کے حصول کے بعد تمہیں بتاؤں گا۔ چنانچہ میرا تہران کا پتہ لیا اور چلا گیا۔ چند سال کے بعد وہ ایک روز تہران میں میری دوکان پر پہنچا میں نے اسے پہچاننے کے بعد شکوہ کیا اور کہا کہ آیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ مجھے اس حوالے کے بارے میں مطلع کرو گے۔ جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے عنایت فرمایا تھا۔ اس نے کہا میں کئی مرتبہ تہران آیا مگر تم شیراز گئے ہوئے تھے۔

اب تمہیں تہانے کے لئے آیا ہوں کہ جناب امیر کی خدمت میں میری حاجت ایسے حلال رزق کے بارے میں تھی جس کی وجہ سے میں اپنی ساری زندگی اطمینان سے بسر کر سکوں حضرت نے سادات میں سے ایک محترم ہستی کے لئے حوالہ عطا فرمایا کہ وہ زمین کا ایک مخصوص قطعہ اور اس کے ساتھ تخم زریزی کے لئے غلہ بھی مجھ کو دے دیں۔

ان سید نے بھی تعمیل حکم کی اور اسی سال سے اب تک اس زمین کی زراعت سے میری زندگی انتہائی خوشحالی کے ساتھ بسر ہو رہی ہے اور میں بہت مطمئن ہوں۔

(۷۳)

جناب میثم کی کرامت

اسی سلسلہ (مطابق آبان ۱۳۸۵) میں ہم نجف اشرف میں زیارت عقبات عالیات سے مشرف ہونے کے موقع پر ایک روز جناب آقا ئے سید احمد نجفی خراسانی کے ہمراہ جناب میثم کی قبر کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ وہاں ایک خادم تھا جس نے ہم سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے چائے پیش کی اور اس کے عوض میں ہم سے کچھ قبول بھی نہیں کیا۔ اس نے کہا میرا تو حق الخدمت خود جناب میثم مجھے پہنچاتے ہیں۔ میں کئی سال سے یہاں ان کی قبر مبارک کی خدمتگداری کر رہا ہوں۔ ہر چند روز کے بعد وہ خواب میں مجھ کو کوفے کی افتادہ زمین کے ایک گوشے کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ اور میں اسے کھودتا ہوں تو ایک سکہ ملتا ہے جسے فروخت کر کے ایک مدت تک ضروریات زندگی پورے کرتا ہوں۔ اسے جو سکہ دستیاب ہوتے تھے انہیں سے ایک ہم لوگوں کو بھی دکھایا۔ وہ سکہ بزرنگ کا اور ایرانی ریال سے کچھ چھوٹا تھا۔ اور اس پر خط کوفی میں کلمہ طیبہ توجیہ نقش تھا۔

نابینا کی شفاء

عالم متقی جناب حاج سید محمد جعفر سبحانی امام جماعت مسجد آقا لرنے فرمایا کہ مجھے خواب کے عالم میں قیۃ حسینہ کے اندر مقام اجابت دعا کی نشاندہی کی گئی اور وہ جگہ قبر مقدس کے سر پرانے جناب حبیب ابن مظاہر کی قبر کے سامنے تھی۔

میں ایک سفر زیارت میں والد مرحوم کے ہمراہ مشرف ہوا۔ ناگہاں میرے باپ کی آنکھوں میں درخشوع ہوا۔ اور وہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گئے۔ اس واقعے سے میں سخت پریشانی اور زحمت میں مبتلا ہو گیا۔ کیونکہ اب مجھے ہر وقت ان کی نگہداشت کرنا تھی۔ ان کا ہاتھ تھام کے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا۔ اور ان کے ضروری حوائج کو انجام دینا تھا۔

غرضیکہ میں اسی عالم میں حرم اقدس سے مشرف ہوا۔ اور اسی قبولیت دعا کے مقام پر پہنچ کر عرض کیا کہ میں آپ سے اپنے باپ کی آنکھیں چاہتا ہوں۔ اس کے بعد رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگوار میرے والد کے سر پرانے تشریف لائے، ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور مجھ سے فرمایا کہ یہ ہیں آنکھیں، لیکن اصل خراب ہے۔

جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ والد کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہو گئی ہیں اور بینائی واپس آگئی ہے۔ لیکن فقرہ ”اصل خراب ہے“ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ یہاں تک کہ اس معجزے کے تین روز بعد میرے باپ نے دنیا سے رحلت کی، اور اس وقت مذکورہ فقرے کا مفہوم واضح ہوا۔

عطائے حسینی

میں جناب آقا لرنے حاج سید محمد جعفر موصوف نے نقل فرمایا کہ ایک سال میں اپنی والدہ مرحومہ کے ہمراہ کربلائے معلیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا، اسی دوران وہ مرحومہ بیمار ہو گئیں اور ان کے مرض نے چالیس روز سے زیادہ طول کھینچا، اس کی وجہ سے میں بہت زیادہ مقروض ہو گیا۔ اور اس مدت میں نہ شہر از سے نہ کسی اور ذریعہ سے مجھ کو کوئی مدد مل سکی۔ پس میں نے اپنے آقا کی خدمت میں پناہ لی اور حرم مطہر میں حاضر ہو کر اسی بالائے سر کے مقام پر عرض کیا کہ یا مولانا آپ خود جانتے ہیں کہ سقندر پریشاں اور مصیبت میں گرفتار ہوں۔ میری فریاد کو پہنچے۔

جب میں حرم اقدس سے باہر نکلا تو زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مرحوم آیت اللہ میرزا محمد تقی شیرازی اعلیٰ اللہ مقامہ کا ایک نمائندہ مجھ سے ملا اور کہا کہ مجھ کو میرزا کی طرف سے ہدایت دی گئی ہے کہ آپ کو جس قدر ضرورت ہو میں ادا کر دوں۔ میں نے سوچا کتنی رقم ہوگی اس نے کہا اس کی کوئی تعین نہیں ہے، جتنی رقم کی آپ کو ضرورت ہو۔ آپ خود معین کر دیں چنانچہ میں نے اس طرح اپنے تمام قرضوں کو ادا کر دیا۔ اور جب تک کربلائے معلیٰ میں قیام رہا۔ میرے جملہ اخراجات پورے ہوتے رہے۔

عزادار حسین سے بدگمانی

آقا کے سید محمود عطاران نے بیان کیا ہے کہ ایک سال میں عشرہ محرم کے درمیان محلہ سرورک کے اتھی دستے میں شامل تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان زنجیر زنی کے دوران عورتوں پر نظر ڈال رہا ہے۔ میں غیرت کی وجہ سے اس حرکت کو برداشت نہ کر سکا اور اسے ایک تھپڑ مار کے صف سے باہر نکال دیا۔

اس کے چند منٹ بعد ہی میرے ہاتھ میں درد پیدا ہوا۔ اور لمحہ بہ لمحہ بڑھتے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے تکلیف کی شدت سے مجبور ہو کر ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا۔ اس نے کہا کہ درد کا سبب اور اس کا اثر تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ لیکن میرے پاس ایک روغن ہے جو درد کو ساکن کر دیتا ہے۔

میں نے وہ روغن لے کر استعمال کیا۔ لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بلکہ درد ہر لحظہ تیز تر ہوتا گیا اور ہاتھ کا ورم اور آس بھی بڑھتا رہا۔ میں گھر واپس آ گیا اور سلسلہ نالہ و فریاد کرتا رہا۔ رات کو سو بھی نہیں سکا۔ لیکن صبح کے قریب ایک لحظہ کے لئے آنکھ لگ گئی۔ تو حضرت شاہ چراغ کو دیکھا۔ انھوں نے فرمایا کہ تمھیں اس جوان کو راضی کرنا چاہیئے۔ جب میں غفلت سے ہوشیار ہوا تو سمجھ لیا کہ درد کا سبب کیا ہے۔ چنانچہ گھر سے نکلا اور اس جوان کو تلاش کر کے اس سے معذرت کی اور اسے اپنے سے راضی کیا۔ فوراً درد رفع ہو گیا اور ورم و آس بھی دور ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ میں نے خطا و بدگمانی کی تھی۔ اور ایک عزادار سید الشہداء کی توہین کی تھی۔

یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ مومن اور خدا اور رسول اور امام سے عقیدت رکھنے والے، انسان کی اذیت اور ابانت بہت خطرناک اور بلا وقہر الہی کے نزول کی باعث ہے۔

احسان کا بدلہ

ہنر گوار عالم جناب آقائے حاج معین شیرازی نے جن سے چند داستانیں نقل کی جا چکی ہیں فرمایا کہ آقا سید حسین و شوچی (گلکٹ کے سوداگر) جو تہران کے بازار میں گلکٹ کی تجارت کرتے ہیں۔ ایک بار سخت تنگدستی میں مبتلا ہو گئے۔ سارا سرمایہ ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا، اور بہت زیادہ مقروض ہو گئے۔

اسی زمانے میں ایک لڑکی ان کی دوکان پر آئی اور کہا، میں ایک یہودی لڑکی ہوں میرا باپ انتقال کر چکا ہے۔ میرے پاس صرف ایک سو بیس تومان ہیں اور میں عقد کرنا چاہتی ہوں۔ سنابے آپ ایک دیانتدار انسان ہیں لہذا یہ رقم لیجئے اور اس کے عوض میں جو چیزیں اس کاغذ میں درج ہیں میرے جہیز کے لئے دیدیجئے۔ میں نے اسے منظور کیا اور جتنا سامان میری دوکان پر تھا وہ اور بقیہ دوسری دوکانوں سے ہتیا کر کے حساب کیا۔ اس کی قیمت ایک سو پچاس تومان ہوئی۔ لڑکی نے کہا جتنے پیسے میں نے آپ کو دیئے ہیں ان کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ میں نے کہا میں بھی مطالبہ نہیں کر رہا ہوں لڑکی نے سر اٹھایا اور میرے لئے دُعا کی۔ اس کے بعد چلنے لگی تو میں نے ساری اشیاء ایک گاڑی میں رکھی چونکہ اس کے پاس کرایے کے پیسے نہیں تھے لہذا میں نے کرایہ بھی ادا کیا۔ اور وہ اپنے گھر چلی گئی۔

ایک روز میں نے اپنے دل میں کہا کہ اپنے دوست حاج علی آقا علاء قند سے جو تہران کے دو لقمندوں میں سے ہیں اپنا حال کہوں۔ اور ان سے کچھ پیسے حاصل کروں چنانچہ صبح سویرے ہی شمشیران گیا، وہاں سے تحفے کے لئے دو من سیب خریدے (ایران میں من تقریباً مین کلوکا ہوتا ہے) اور امام زادہ قائم میں ان کے باغ کے دروازے

پر دستک دی۔ باغبان باہر آیا تو میں نے سیب اس کے سپرد کئے اور کہا حاجی سے کہدینا کہ حسین و رشوجی آیا تھا۔ جب وہ سیب لے کے چلا گیا۔ تو میری آنکھیں کھلیں اور میں نے اپنے کو ملامت کی کہ تو ایک مخلوق کے دروازے پر کیوں حاضر ہوا۔ اور غیر خدا سے اپنی امید کیوں وابستہ کی چنانچہ پشیمانی کے عالم میں فوراً وہاں سے بھاگ کے صحرائیں پہنچا اور بار بار خاک پر سجدے کرنے اور گریہ و زاری میں مشغول ہوا اور اپنے پروردگار سے توبہ اور استغفار کرنے لگا۔

جب میں نے شہر کی طرف واپسی کا قصد کیا تو ایسا راستہ اختیار کیا جس میں یہ احتمال نہیں تھا۔ کہ حاجی کے کارندے مجھے دیکھ لیں گے اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ وہ میری جستجو کے لئے اپنے آدمی ضرور بھیجیں گے۔ اور ظہر کے وقت تک دکان پر بھی نہیں گیا۔ جب مجھ کو اطمینان ہو گیا کہ اب حاجی کا کوئی ملازم مجھ کو نہیں دیکھے گا تو دکان پر آیا میرے کارندوں نے بتایا کہ حاجی علی آقا کے آدمی کئی بار آپ کے پاس آئے تھے لیکن آپ یہاں موجود نہیں تھے۔ اتنی دیر میں ان کا ایک نوکر بھرا گیا، اور کہا کہ آپ صبح کو آئے تھے لیکن ڈاکس کیوں چلے آئے۔ حاجی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے کہا غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ ڈاکس گیا تو حاجی کا بیٹا آیا اور کہا کہ میرے والد آپ کے منتظر ہیں۔ میں نے کہا مجھے ان سے کوئی کام نہیں ہے۔ آخر کار وہ بھی چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں دیکھا کہ خود حاجی بیماری کی حالت میں چھڑی ٹیکتے ہوئے آ رہے ہیں انھوں نے کہا، تم صبح کو کیسے واپس چلے آئے لیکن تم کو کوئی ضرورت تھی۔ مجھ سے بتاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ تمھاری حاجت کیا ہے؟ میں نے سختی سے انکار کیا۔ اور کہا کوئی اشتباہ ہوا ہے؟

خلاصہ یہ کہ حاجی ناراضگی اور غصے کے عالم میں واپس ہوئے۔

چند روز کے بعد میں ظہر کے وقت اپنے گھر کے اندر بیٹھا ہوا روٹی اور انگور کھا رہا تھا کہ ایک تاجر جو میرا رفیق بھی تھا وارد ہوا۔ اور کہا میرے پاس کچھ تجارت کا مال ہے جو تمھارے کام کا ہے۔ اس نے ایک مدت سے میرے گھر کے گودام میں جگہ روک رکھی ہے۔ وہ پگھلائے ہوئے گھٹ کی اینٹیں ہیں۔

میں نے کہا مجھ کو ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بالآخر اسی نرخ پر جس پر اس نے خریدا تھا یعنی ایک اینٹ کے سترہ تومان کے حساب سے اس نے میرے ہاتھ وہ مال ادھا قیمت پر فروخت کر دیا۔ اس کے بعد عصر کے وقت وہ تمام اینٹیں جو ایک ہزار سے بھی زیادہ تھیں لے آیا جن سے میری دوکان کا سارا گودام بھر گیا۔ دوسرے روز میں نمونے کے طور پر ایک اینٹ گھٹ کے کارخانے لے گیا۔ ان لوگوں نے کہا تم کہاں سے لے آئے؟ یہ مال تو ایک مدت سے نایاب ہو چکا ہے۔ آخر کار ان لوگوں نے ایک اینٹ کے پچاس تومان قیمت پر وہ ساری اینٹیں، خرید لیں۔

اس رقم سے میں نے اپنا تمام قرض ادا کیا۔ نئے سرے سے سرمایہ درست کیا۔ اور خدا کا شکر بجالایا۔

یہ داستان اور اسی جیسے دیگر واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک موجد شخص کو مصیبت کے وقت خدا کے علاوہ کسی اور سے امیدیں وابستہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہ جان لینا چاہیئے کہ وہ اگر غیر خدا سے اپنے توقعات منقطع کر کے صرف اپنے پروردگار سے لو لگائے گا تو وہ بہترین صورت سے اس کا کام انجام کو پہنچائے گا۔ کار خود گرد بخدا باز گزاری حافظ۔ اے بسا عیش کہ باجنت خدا دادہ کنی (یعنی اگر تم اپنا کام خدا کے ذمے چھوڑ دو گے تو اس کی بخشش ہوئی خوش نصیبی سے بہت عیش و عشرت میں بسر کرو گے)

زائرین کی طرف التفات

(۱۴) رجب شہ ۱۲۸۰ھ کو زیارت کر بلائے محلے کے لئے میرے آخری سفر کے دوران ، آقائے سید عبدالرسول خادم نے موجودہ کلید بردار کے والد مرحوم سید عبدالحمین کلید بردار اور حضرت سید الشہداء سے جو ایک صاحب علم و فضل اور نیک سیرت انسان تھے نقل کیا کہ ایک رات انھوں نے حرم اقدس میں دیکھا کہ ایک پابریہ عرب خنجر مٹھ پر اپنا خون آلودہ اور کثیف پاؤں رکھے ہوئے عرض حال کر رہا ہے۔ مرحوم نے اسے سمجھوڑا اور حکم دیا کہ اسے حرم سے باہر نکال دیا جائے۔ جب وہ جانے لگا تو کہا، اے حسین! میں سمجھتا تھا کہ یہ آپ کا گھر ہے؟ لیکن اب معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کامکان ہے۔ ان مرحوم نے اسی شب خواب میں دیکھا کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام محسن مقدس میں منبر پر شریف فرما رہے ہیں، مومنین کی روحیں آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ اور حضرت اپنے خدام کی شکایت فرما رہے ہیں۔ کلید بردار کھڑے ہو گئے اور عرض کیا، یا جدّہ! ہم لوگوں سے کون سا عمل خلاف ادب صادر ہوا ہے، فرمایا آج کی شب تم نے میرے عزیز ترین مہمان کو سخت و سست الفاظ کہہ کے اسے میرے حرم سے باہر نکالا ہے۔ جب تک تم اس زائر کو راضی نہیں کرو گے میں تم سے راضی نہیں ہوں اور خدا بھی راضی نہیں ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا جدّہ! میں اسے پہچانتا نہیں ہوں، اور یہ بھی نہیں جانتا وہ اب کہاں ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ اس وقت (نجمہ گاہ کے نزدیک) حسن پاشا کے گھر میں آرام کر رہا ہے۔ اور وہ ہمارے حرم میں بھی آئے گا۔ اسے ہم سے ایک کام تھا جسے ہم نے انجام دے دیا ہے۔ وہ اپنے مفلوج بیٹے کی شفا چاہتا تھا۔ کل وہ اور اس کے قبیلے والے آئیں گے ان کا استقبال کرنا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو چند خدام کو اپنے ساتھ لیکر گئے اور اس مسافر کو اسی جگہ پایا۔ جس کے بارے میں حضرت نے فرمایا تھا۔ انھوں نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پورے احترام کے ساتھ اپنے گھر لائے اور بہترین طریقے سے اس کی ضیافت کی، اس کے بعد صبح کو تین خدام کے ہمراہ استقبال کو نکلے تھوڑا سا ستر طے کرنے کے بعد دیکھا کہ ایک جماعت ستر

کا مظاہرہ کرتی ہوئی آرہی ہے اور اس مفلوج بچے کو بھی ساتھ لارہی ہے۔ جسے شفا حاصل ہوئی ہے۔ پھر یہ سب لوگ حرم مطہر سے مشرف ہوئے۔

جہنم سے آزادی اور عنایت رضوی

اہلبیت علیہم السلام کے سچے محب جناب حیدر آقا تہرانی نے نقل کیا کہ چند سال قبل ایک روز میں امارضا علیہ السلام کے رواق مطہر میں حاضر تھا کہ ایک بوڑھے انسان پر نظر پڑی جس کی کمر جھکی ہوئی تھی، سر اور چہرے کے ہاں سفید تھے اور بھنویں آنکھوں پر لٹکی ہوئی تھیں۔ اس کے حضور قلب اور حضور و خشوع نے مجھ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ جب اس نے اٹھنا چاہا تو میں نے دیکھا کہ وہ جنبش کرنے پر قادر نہیں ہے۔ میں نے کھڑے ہونے میں اس کی مدد کی۔ اور پوچھا کہ آپ کی قیام گاہ کہاں ہے۔ تاکہ میں آپ کو وہاں تک پہنچا دوں۔ اس نے کہا کہ مدرسہ خیرات خاں کے ایک حجرے میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ میں نے اسے اس کی منزل تک پہنچایا اور مجھے اس سے شدید ہمدردی اور عقیدت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ میں اس کے پاس ہر روز جاتا تھا اور اس کے کاموں میں مدد کرتا تھا۔ میں نے اس کا نام، اس کا وطن اور اس کے حالات دریافت کئے۔ تو اس نے بتایا کہ میرا نام ابراہیم ہے میں عراق کا رہنے والا ہوں۔ لیکن فارسی زبان بھی جانتا ہوں اس نے اپنے فارسی کے ضمن میں بیان کیا کہ میں اپنی جوانی کے سن سے ہر سال حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے آتا ہوں اور یہاں تھوڑا ٹھہر کر عراق واپس چلا جاتا ہوں جوانی کے عہد میں جب کہ اس وقت تک موٹر گاڑیوں کا رواج نہیں ہوا تھا۔ دو مرتبہ پاپادہ چل کے زیارت سے مشرف ہوا۔ پہلی بار دیگر تین جوان افراد نے جو میرے ہم سن تھے اور ہمارے درمیان

ایمانی رفاقت اور دوستی کا رشتہ قائم تھا۔ اور ہم لوگ آپس میں شدید محبت کرتے تھے ایک فرسخ تک میری مشالعت کی اور وہ میری مفارقت سے نیز اس وجہ سے کہ وہ میرے ہمراہ زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتے سخت افسردہ اور پریشان تھے جب مجھ سے رخصت ہونے لگے تو روتے ہوئے کہا کہ تم جوان ہو اور پاپیادہ زمیں برداشت کرتے ہوئے اس پہلے سفر میں جا رہے ہو۔ یقیناً تمھارے اوپر نگاہِ کریم ہوگی لہذا تم سے ہماری حاجت یہ ہے کہ تم تینوں افراد کی جانب سے بھی امام علیہ السلام کی خدمت میں سلام پیش کر دنیا اور اس مقدس مقام پر ہمیں بھی یاد رکھنا۔ پس میں ان سے رخصت ہو کر شہد مقدس کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد اسی خستہ حالی اور پریشانی کی حالت میں حرم مطہر سے مشرف ہوا۔ زیارت کے بعد حرم کے ایک گوشے میں گر گیا۔ اور مجھ پر بخودی اور غفلت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی عالم میں میں نے دیکھا کہ حضرت رضا علیہ السلام اپنے دست مبارک میں بيشمار رقعے لئے ہوئے ہیں۔ اور تمام مرد و زن زائرین کو یہاں تک کہ بچوں کو بھی ایک ایک رقعہ عطا فرما رہے ہیں۔ جب حضرت میرے قریب پہنچے تو مجھے چار رقعے مرحمت فرمائے۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے مجھ کو چار رقعے کس وجہ سے عنایت فرمائے۔ فرمایا ایک تمھارے لئے ہے اور تین تمھارے تین رفیقوں کے لئے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کام حضرت کے لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا کسی دوسرے شخص کو حکم فرمادیں کہ یہ رقعے تقسیم کر دے۔ حضرت فرمایا یہ سارا جمع میری ہی امید میں آیا ہے۔ لہذا میرا فرض ہے کہ میں بذاتِ خود ان تک پہنچوں۔

پس میں نے ان میں سے ایک رقعہ کھول کے پڑھا تو اس میں چار جملے لکھے ہوئے تھے۔
 ”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالْأَمَانُ مِنَ الْحَسَابِ وَدُخُولُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا بِنُورِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ“ (یعنی آتشِ جہنم سے آزادی، حساب سے پناہ، اور جنت میں داخلہ۔ اور میں ہوں۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند۔ ۱۱ مترجم) ہم اس داستان سے دو نتیجے اخذ کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ امام رضا علیہ السلام اپنی قبر کے زائرین پر بہت ہی مہربانی اور عنایت و مرحمت فرماتے ہیں۔ چنانچہ جو شخص نجات کی امید میں آپ کی پناہ طلب کرے گا آپ اس کے بارے میں شفاعت فرمائیں گے۔ اور کوئی شخص حضرت کے دروازے سے محروم واپس نہ

ہوگا۔

اور دوسرا یہ کہ جو شخص صدقِ دل سے ان حضرت کی زیارت کی آرزو رکھتا ہو، لیکن اُسے اس کا موقع میسر نہ ہو اور وہ کسی دوسرے سے التماس کرے کہ اس کی نیابت میں زیارت بجالائے تو وہ اسی شخص کے مانند ہے جو خود زیارت کرے اور یہ مطلب صرف انھیں حضرت کی زیارت سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جملہ امور خیر کے لئے ہے۔ یعنی جو شخص کسی کار خیر کو دوست رکھتا ہو۔ اس شخص کو جو اسے انجام دیدے تو یقیناً وہ اسی شخص کے مثل ہوگا۔ اور اسی کے مانند ثواب پائے گا۔ اور وائیتوں میں اس امر کے شواہد کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ان کے جسوقت جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری قبر حضرت سید الشہداء کی زیارت کے لئے کربلائے معلیٰ میں حاضر تھے تو قبور شہداء کے کربلا کی زیارت کے بعد ان حضرات سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ خدا کی قسم آپ لوگ جس مرحلے میں داخل ہوئے اس میں ہم بھی آپ کے ساتھ شریک تھے۔ عطیہ بن سعد کوئی نے جو ان کے ہمراہ تھے کہا کہ ہم شہداء کے کربلا کے ساتھ کیونکر شریک ہیں در حالیکہ ہم کسی نشیب و فراز میں ان کے ہمراہ نہیں تھے اور ان کی ہمراہی میں تلوار نہیں چلائی۔ ان کے سرو تن میں جدائی ہوئی، ان کے بچے یتیم ہوئے اور ان کی عورتیں بیوہ ہوئیں۔

”فَقَالَ لِي يَا عَطِيَّةُ مَبْعُوثُ حَبِيبِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا أَحْبَبْتُمْ وَمَنْ أَحَبَّ عَمَلُ قَوْمٍ شَرِكًا فِي عَمَلِهِمْ وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ نَبِيًّا وَبَيَّنَّ أُمَّتَهُ عَلَى مَا عَصَى عَلَيْهِ الْحَقِيقَةُ وَالْحَقَابَةُ“

یعنی جابر نے کہا کہ اے عطیہ! میں نے اپنے حبیب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم کو دوست رکھتا ہے اسی کے ساتھ محشور ہوگا اور جو شخص کسی قوم کے عمل کو دوست رکھتا ہوگا وہ اس کے عمل میں شریک ہوگا۔ قسم اس خدا کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میری اور میرے اصحاب کی نیت وہی ہے جس پر حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب دنیا سے اٹھے۔ (نفس المہوم ص ۱۲) اسی ضمن میں امام رضا علیہ السلام نے ریان ابن شبیب سے فرمایا۔

"يَا بَنِي شَيْبَةَ إِنَّ سَلَفَكُمْ لَكَ مِنَ الثَّوَابِ مِثْلُ مَا لَكُمْ مِنْ أَشْتِ شَهْدَانِ
الْحُسَيْنِ فَقُلْ مَتَى مَا ذُكِرْتُمْ بِالْيَمِينِ كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَوْذَوْكُمْ وَأَعْظَمُوا" یعنی اے شیبہ
کے فرزند! اگر تمھارے لئے یہ اسر باعث مسرت ہے کہ تمھیں بھی ویسا ہی ثواب حاصل ہو
جیسا ان حضرات کو حاصل ہوا جو حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ تو جس وقت ان
حضرات کو یاد کرو تو کہو، "يَا يَحْيَى كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَوْذَوْكُمْ وَأَعْظَمُوا" (نفس الہوم ص ۱)

یعنی کاش میں بھی اصحاب حسین کے ساتھ ہوتا تو بڑی سعادت حاصل کرتا اس مقام پر یہ کہہ
دینا بھی ضروری ہے کہ شہداء کے ثواب تک رسائی اسی وقت ممکن ہے جب انسان اس تمنا
میں صادق ہو یعنی خدا کی راہ میں قتل ہونا اس کی دلی خواہش ہو اس طور پر کہ اگر ایسا موقع
پیش آجائے تو اپنی ذات اپنی اولاد اور اپنے مال و منصب کی محبت اس کے راستے میں
حائل نہ ہو۔

پس اگر اپنی ذات و شہوات کی محبت اور دنیا کی جانب رغبت نے اس کے دل کو اس طرح
سے گھیر لیا ہو کہ اگر وہ واقعہ کر بلا میں موجود ہوتا تو یہ تعلقات اسے شہیدوں میں شامل ہونے کی
اجازت نہ دیتے تو وہ بالیقینی کا جملہ کہنے میں جھوٹا ہے۔

اہل علم میں سے ایک صاحب بتاتے تھے کہ میں برسوں دھوکے اور اشتباہ میں رہا۔
اور اپنے کو شہیدان کر بلا کے ثواب میں شریک سمجھتا رہا، یہاں تک کہ ایک رات خواب میں
سانحہ کر بلا کا منظر اسی تفصیل کے ساتھ مشاہدہ کیا جو کتب مقاتل میں درج ہے اور اپنے کو
امام علیہ السلام کے نزدیک پایا پس میں نے حضرت قاسم ابن امام حسن علیہم السلام کو دیکھا
کہ وہ میدان میں تشریف لے گئے اور شہید ہو گئے۔ اس موقع پر میرے دل میں آیا کہ اب تک کہ
امام کے دیگر انصار موجود نہیں ہیں لہذا حضرت مجھ کو جہاد کا حکم دیں گے، پس میں نے خوف کے
عالم میں اپنے کو چھپانے کی غرض سے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ وہاں ایک گھوڑا نظر آیا، اس پر سوار
ہو کے تیزی کے ساتھ بھاگ نکلا یہاں تک کہ خوف و ہراس کی شدت سے میری آنکھ کھل گئی۔

تب مجھ کو اندازہ ہوا کہ میں نے ایک عمر فریب نفس اور اشتباہ میں گزاری ہے۔ اور خدا کی راہ
میں قتل ہونے کی تمنا جو مجھ کو ور زبان رہتی تھی حقیقت سے خالی اور جھوٹی تھی۔ یہ ماجرا

نقل کرنے کی غرض یہ ہے کہ محترم ناظرین غلط فہمی میں گرفتار نہ ہوں اور یہ جان لیں کہ اول تو
شہداء کے ثواب کا حصول اسی صورت میں ممکن ہے کہ یہ تمنا حقیقی ہو اور یہ دل کے اوپر محبت
دنیا کے تسلط کے ساتھ ساتھ محال ہوگا۔ اس کے لئے جہاد نفس اور ہوا و ہوس سے نبرد آزما
میں ایک عمر صرف کرنا ہوگی اور اس سلسلے میں مستقل طور پر محنت و مشقت اور شکنجے کی
زحمت برداشت کرنا ہوگی تاکہ کچھ حقیقت پیدا ہو سکے۔ اگر شہید ایک مرتبہ میدان جنگ میں
پہنچ کے قتل اور اس کے بعد راحت و آرام سے لطف اندوز ہو جاتا ہے تو نفس کے ساتھ
جہاد کرنے والا انسان زندگی بھر نفس اور شیطان سے جنگ کرنے میں مشغول رہتا ہے اسی
لئے حدیث نبوی میں اسے جہاد اکبر کا نام دیا گیا ہے۔

اور دوم یہ کہ جس صورت میں تمنا حقیقی ہو اسے شہید کے ثواب جیسا ثواب دیا جاتا ہے
نہ کہ بعینہ وہی ثواب، کیونکہ خداوند عالم نے شہداء کے کر بلا کو انکی حیرت انگیز فداکاری کے
عوض میں جو درجہ اور مقام مرحمت فرمایا ہے۔ وہ اولین و آخرین میں سے کسی شہید کو بھی
نہیں دیا تو اس کا کیا ذکر جو صرف تمنا کر تاربا ہو۔ البتہ اسکی تمنا کے بدلے میں اگر اس کے اندر
حقیقت بھی ہو۔ اپنے فضل و کرم سے شہیدوں کے ثواب سے مشابہ اور ملتا جلتا ہو ثواب عنایت
فرمائے گا۔

عورتوں کے چھ فرائض اور سچا خواب

چند سال قبل ایک محترمہ سیدانی نے جو مسجد جامع کی نماز جماعت میں پابندی کے ساتھ شریک ہوتی تھیں مجھ سے کہا کہ میں بتوں سے اپنی جدہ ماجدہ صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے اپنی نجات کے لئے متوسل ہوں۔ یہاں تک کہ گزشتہ شب مجھ کو خواب میں ان حضرت کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ بی بی ہم عورتیں کیا کریں تاکہ نجات یافتہ ہو جائیں۔ ان جناب نے فرمایا کہ تم عورتیں چھ چیزوں کی پابند رہو تاکہ اہل نجات میں سے ہو جاؤ۔ میں نے وہ چھ چیزیں دریافت کرنے سے غفلت کی۔ یہاں تک کہ میری آنکھ کھل گئی۔

آپ بتائیں کہ وہ چھ چیزیں کیا ہیں؟ میری نظر میں آیا کہ قرآن مجید کے اندر سورہ متحنہ کے آخر میں عورتوں کے فرائض اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی بیعت کی قبولیت کے شرائط بیان کئے گئے ہیں۔ پس میں نے مذکورہ سورہ کی بارہویں آیت کی طرف رجوع کیا۔ اور ان شرطوں کو شمار کیا تو دیکھا کہ چھ چیزیں ہیں۔

میں نے ان محترمہ کو متوجہ کیا کہ قطعاً حضرت صدیقہ کبریٰ کی مراد یہی چھ چیزیں تھیں اور اس غرض سے کہ مسلمان اور مومنہ عورتیں اپنے فرائض کو پچپائیں۔ مذکورہ آیت کو مختصر ترجے کے ساتھ نقل کر رہا ہوں۔

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُغْنِيَنَّكَ اللَّهُ شَيْئًا وَلَا يَسْتَرْقِينَ وَلَا يَمْنُنِينَ وَلَا يَأْتِينَ بِمُكْتَسَبٍ لَّهُنَّ يَخْفَىٰ لَكَ إِلَيْنَّ أَيْدِيَهُنَّ وَأَنْتَ تُعْلِمُ أَسْرَارَهُنَّ فَبَايِعْنَهُنَّ وَأَسْتَفِزْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ“

(سورہ متحنہ آیت ۷۱)

یعنی اے پیغمبر! جب مومن عورتیں تمہارے پاس آئیں اور تم سے عہد کرنا چاہیں کہ چھ چیزوں کو ترک کریں گی جن میں سے پہلی یہ کہ کسی چیز کو خدا کی شریک قرار نہ دیں گی (یعنی ذات و صفات اور افعال و عبادت میں اس تفصیل کے ساتھ جو کتاب گناہان کبیرہ میں درج ہے)۔ دوسری وہ کہ ایک کچھن یعنی شوہر یا کسی دوسرے کے مال میں چوری نہ کریں گی۔ تیسری وہ کہ یَدِ قَيْنٍ یعنی زنا نہ کریں گی۔ چوتھی وہ کہ یَقْتُلُنَّ اَوْکُلَا دُهْنٍ یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی (اور قتل اولاد میں اسقاط حمل بلکہ اس کے ساتھ بچے کا مادہ تولد یعنی نطفہ، علقہ اور مضغہ بھی شامل ہے) کیونکہ ان کا اسقاط بھی حرام اور دیت کا موجب ہے اس کی تفصیل بھی کتاب گناہان کبیرہ میں موجود ہے۔) پانچویں وہ کہ یَأْتِينَ بِمُكْتَسَبٍ یعنی اپنے ہاتھ پاؤں کے سامنے افتراب دازی کے ذریعے کوئی بہتان تیار کر کے نہ لائیں گی اور کسی پر تہمت تراشی نہ کریں گی۔ (مثال کے طور پر کوئی لاوارث بچہ کہیں سے اٹھالائیں اور کہیں کہ یہ میرے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ اور میرا بچہ ہے۔ یا پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور انھیں زنا کاری کی نسبت دیں اسی طرح سے مجموعی طور پر ہر طرح کا بہتان عاید کرنے سے پرہیز۔) یَعْلَمَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ یعنی جو تمہارا فرمان ہو گا اس میں تمہاری مخالفت نہ کریں گی۔ (مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، یا شوہر کی اطاعت پر عمل، اور ناعزم اور اجنبی مرد کو چھونے یا اسے نظر بھر کے دیکھنے سے اجتناب وغیرہ) فَبَايِعْنَهُنَّ یعنی پس ان شرطوں کے ساتھ ان عورتوں سے بیعت لے لو اور ان کے لئے خدا سے بخشش طلب کرو، کیونکہ یَقِينًا اللہ بخشنے والا ہے۔ اور مہربان ہے۔



امام حسینؑ کی عنایت اور غرق سے نجات

کوہ داراب کے ساکن متقی و پرہیزگار جناب شیخ محمد انصاری نے نقل فرمایا کہ میں ۱۳۳۸ھ میں زیارت کربلا سے مشرف ہوا۔ میرا بیٹا بیمار تھا لہذا شفا طلب کرنے کے قصد سے اسے بھی ساتھ لے گیا۔ اربعین کے روز غسل زیارت کے لئے اپنے فرزند کے ساتھ نہ فرات کے کنارے پہنچا اور نہر کے ایک گوشے میں اسے لے کر پانی میں اترا اور غسل میں مشغول ہو گیا ناگاہ دیکھا کہ پانی کا ریلہ اسے بہا لے گیا اور بہت فاصلے پر صرف اس کا سفر نظر آ رہا تھا۔ میں تیرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا اور وہاں کوئی دوسرا شخص بھی موجود نہیں تھا جو میرے جاسکتا اور اسے ڈوبنے سے بچاتا۔ پس میں انتہائی دل ٹھسک تلگ اور پریشانی کے عالم میں اپنے پروردگار سے ملتی ہوا اور حضرت سید الشہداءؑ کے حق کی قسم دیکر اپنا بیٹا طلب کیا میں اپنے فرزند پر اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔ یکایک دیکھا کہ وہ میری طرف واپس آ رہا ہے۔ جب وہ میرے قریب پہنچا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے پانی سے نکال لیا۔ اور اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے کہا میں نے کسی کو دیکھا تو نہیں، البتہ ایسا محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرا بازو پکڑے ہوئے مجھے آپ کے پاس لا رہا ہے۔

پس میں سجدے میں گر گیا۔ اور اپنی دعا کی قبولیت پر خدا کا شکر ادا کیا۔

حضرت حجتؑ کی فریاد رسی

جناب شیخ موصوف نے فرمایا کہ میں اسی سفر میں سامرا سے مشرف ہوا جب میں نے سرداب مقدس میں حاضری کا قصد کیا تو مغرب کا وقت گزر چکا تھا اور میں نے ابھی نماز واجب ادا نہیں کی تھی سرداب کے دروازے سے متصل جو مسجد ہے میں نے دیکھا کہ اس میں جماعت ہو رہی ہے۔ لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ مسجد اہل تسنن کے تصرف میں ہے۔ اور یہ لوگ نماز عشاء میں مشغول ہیں پس میں اپنے بیٹے کے ساتھ مسجد کے برآمدے میں پہنچا اور اس کے ایک گوشے میں نماز اور تربت امام حسین علیہ السلام کی سجدہ گاہ پر سجدے میں مشغول ہو گیا۔ جب جماعت ختم ہوئی تو لوگ میرے سامنے سے گزرتے ہوئے مجھے غیظ و غضب کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ اور سخت وسست کہہ رہے تھے۔ اب مجھے احساس ہوا کہ مجھ کو اشتباہ ہوا ہے۔ اور میں نے تقیہ نہیں کیا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو برآمدے کی ساری روشنیاں گل کر دیں۔ اور دروازہ باہر سے بند کر لیا۔ میں نے نہ حیرت استغاثہ اور فریاد کی کہ میں مسافر اور زائر ہوں۔ لیکن انھوں نے کوئی اعتنا نہیں کی اس وقت مجھ پر اور میرے بیٹے پر ایک عجیب وحشت اور اضطراب کی حالت طاری ہوئی اور ہم کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ ہمیں قتل کرنا چاہتے ہیں پس ہم لوگ گریہ و زاری کرتے ہوئے اضطراب کے عالم میں حضرت حجتؑ علیہ السلام فرجہ سے متصل ہوئے اور ان حضرت کے وسیلے سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں نجات کے طالب ہوئے ناگاہ میرے فرزند نے جو دیوار کے قریب کھڑا رو رہا تھا کہا کہ بابا جان آئیے راستہ پیدا ہو گیا ہے اور دروازے کے قریب دیوار کے اندر جو ستون ہے وہ اوپر اٹھ گیا ہے۔ میں نے دیکھا تو واقعتاً وہ ستون دو تین بالشت زمین سے اس طرح بلند ہو گیا تھا کہ اس کے نیچے سے با آسانی گزرا جاسکتا تھا۔ جب ہم دونوں اس کے نیچے سے نکل کے باہر آ گئے تو وہ اپنی سابقہ حالت پر واپس ہو گیا اور راستہ بند ہو گیا میں خدا کا شکر بجالایا صبح کو آ کے وہ مقام دیکھا تو ستون کی جنبش کا کوئی اثر اور نشان نظر نہیں آیا۔ اور وہ ایسی سوئی کی نوک کے برابر بھی کوئی شکاف موجود نہیں تھا۔

حضرت فاطمہ کے نام پر قفل کا کھلنا

خصوصی کرامتوں کے حامل حاج سید رضی کشمیری کے فرزند سید بزرگوار جناب آقا سید علی نقی کشمیری نے فرمایا کہ میں نے فاضل محترم جناب آقا سید عباس لاری سے سنا ہے کہ جب میں دینی علوم کی تحصیل کے لئے نجف اشرف میں مقیم تھا تو اہرمضان المبارک میں ایک روز عصر کے وقت اپنی افطاری کا انتظام کر کے اسے حجرے کے اندر رکھا اور باہر آ کر دروازہ قفل کر دیا۔ پھر نماز مغرب و عشاء ادا کرنے کے بعد کچھ رات گئے افطار کرنے کیلئے مدرسے واپس آیا، حجرے کے دروازے پر پہنچ کے حبیب میں ہاتھ ڈالا تو کنجی نہیں ملی مدرسے کے اندر ہر طرف جستجو کی اور وہاں موجود بعض طلباء سے بھی دریافت کیا۔ لیکن کنجی کا پتہ نہیں چلا۔ میں بھوک کی شدت اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے سخت پریشان ہو گیا۔ چنانچہ مدرسے سے نکل کر حرم اقدس تک اپنی آمد و رفت کے راستے پر غور کرنے لگا ناگاہ مرحوم حاج سید رضی کشمیری نظر آئے انھوں نے میری حیرانی کا سبب پوچھا تو میں نے صورتحال بیان کی، پس وہ میرے ہمراہ مدرسے کے اندر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں اگر کوئی مادر حضرت موسیٰ کا نام جانتا ہو اور بند قفل پر وہ نام لے تو قفل کھل جائے گا۔ آیا ہماری جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا ان سے کم ہیں۔ پس انھوں نے قفل پر ہاتھ رکھا۔ اور ندا کی 'یا فاطمہ! قفل فوراً کھل گیا۔'

مُصِیبت کے بعد راحت

میں جناب سید موصوف نے جناب علم الہدیٰ ملایری کا یہ بیان نقل فرمایا جس زمانے میں تحصیل علم دین کی غرض سے میرا قیام نجف اشرف میں تھا۔ چند روز تک میں اپنی معاشی تنگی کی وجہ سے سخت پریشان حالی میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز روٹی خریدنے اور اپنے عیال کے لئے آذوقہ فراہم کرنے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ میں حیرانی کے عالم میں گھر سے نکل کر بازار پہنچا اور بازار کے شروع سے آخر تک کئی چکر لگائے۔ لیکن کسی سے اپنا حال بیان نہیں کیا۔ پھر اپنے دل میں کہا کہ بازار میں اس طرح بھرنانا سبب نہیں ہے۔ لہذا بازار سے نکل کے ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ اور حاج سعید کے مکان کے قریب پہنچا۔ ناگاہ مرحوم حاج سید رضی کشمیری اعلیٰ اللہ مقامہ کو دیکھا جب وہ میرے پاس پہنچے تو اپنی طرف سے ابتدا کرتے ہوئے فرمایا، تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تمہارے جد امیر المؤمنین علیہ السلام جو کی روٹی تناول فرماتے تھے۔ اور کبھی دو دو روز تک فاقہ شکنی کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا پس انھوں نے حضرت کے کچھ صبر آزما حالات بیان کر کے مجھے تسلی دی اور فرمایا، صبر کرو یقیناً فارغ البالی حاصل ہوگی۔ نجف کے اندر تو زحمت برداشت کرنا اور تکلیف اٹھانا ہی چاہیے اس کے بعد چند فلس (اس زمانے کا لالچ الوقت سکے) میری جیب میں ڈالے اور فرمایا انھیں شمار کرنا اور کسی کو اس کی اطلاع بھی نہ کرنا۔ اور ان میں سے جتنا چاہنا خرچ کرنا۔ پھر وہ مجھ سے رخصت ہو کر چلے گئے اور میں بازار میں آ کر انھیں سول سے روٹی اور نان خوش خرید کے گھر لے گیا۔ اسی طرح کچھ دنوں تک غذا کی خریداری کرتا رہا۔ پھر اپنے دل میں کہا کہ اب چونکہ یہ پیسے ختم نہیں ہو رہے ہیں اور جب بھی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوں موجود ملتے ہیں۔ لہذا بہتر ہو گا کہ ان سے اپنے عیال کو بھی آسودگی اور آرام پہنچاؤں۔ پس میں نے اس روز گوشت خریدامیری زوجہ نے کہا معلوم ہوتا ہے آپ کو خوشحالی حاصل ہو گئی ہے میں نے کہا ہاں۔ انھوں نے کہا، اگر ایسا ہے تو میرے لباس کے لئے کچھ پڑے کا انتظام کر دیجئے۔ میں بازار گیا اور ان کی

خواہش کے مطابق کپڑا خریدنے کے بعد جیب میں ہاتھ ڈال کے کچھ پیسے نکالے اور سبز انر کے سامنے رکھتے ہوئے کہا، ان میں سے کپڑوں کی جو قیمت ہو لے لو، اور اگر کچھ کمی ہو تو وہ بھی پوری کر دوں جیب اس نے پیسوں کو شمار کیا تو قیمت کے مطابق تھے۔ ایک سال سے زیادہ مدت تک میرا یہی حال رہا کہ روزانہ جتنی ضرورت ہوتی تھی ان پیسوں میں سے خرچ کرتا رہا۔ اور کسی کو اس راز سے آگاہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ایک روز دھونے کے لئے لباس اتارا اور اس چیز سے غفلت کی کہ جیب سے پیسے نکال لوں۔ پھر گھر سے باہر چلا گیا۔ لباس دھونے کے وقت میرے ایک بیٹے نے جیب میں ہاتھ ڈال کے وہ پیسے نکال لئے۔ اور سب کے سب اُس روز کے ضروریات میں خرچ کر دیئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

یہ کہہ کر میں ضروری ہے کہ کسی چیز میں برکت پیدا ہونا اور صرف کرنے سے اس کا کم نہ ہونا خداوند کریم سے ایک ممکن بلکہ واقعی امر ہے۔ اس کے شواہد کثرت سے ہیں بلکہ کتابوں میں درج ہیں۔ لیکن اس مقام پر انکو نقل کرنا کتاب کے موضوع سے الگ ہے۔ ان کے لئے مرحوم حاج سید مرتضیٰ کشمیری کے کرامات اور حضرت تحت العصر علیہ السلام تعالیٰ فرجہ کی خدمت میں ان کا مشرف ہونا نجف اشرف کے اکثر علماء کے نزدیک مسلم ہے۔

خیال کی اطلاع

میں نے جناب سید موصوف نے عالم ربانی حاج سید مرتضیٰ کشمیری کے شاگرد مرحوم شیخ حسین حلاوی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ مرحوم آقائے سید محسن عالمی کی دختر سے عقد کا خواہشمند تھا۔ چنانچہ اس بارے میں استخارے کے لئے سید استاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قبل اس کے کہ اپنا اصل مقصد ظاہر کر دوں عرض کیا کہ میرے لئے ایک استخارہ فرمادیتے۔ جناب سید نے تھوڑے سے تاثر کے بعد فرمایا کہ میں اسکو پسند نہیں کرتا۔ کہ سیدانی غیر سید کے ساتھ عقد کرے جب انھوں نے ابتدا ہی میں یہ فرمادیا تو میں نے استخارے کا ارادہ ترک کر دیا۔

گمشدہ چیز کی بازیابی

صاحب فضیلت اور ثقہ بزرگوار جناب حاج شیخ محمد تقی الاری نے جو چند سال تک نجف اشرف میں قیام کر چکے تھے نقل کیا کہ ایک روز میں کربلائے معلّے کے بازار میں اپنے ایک سترار دوست کی دوکان پر بیٹھا ہوا تھا، ناگاہ میں نے دیکھا کہ بازار کے وسط میں ایک سونے کا رسکٹہ پڑا ہوا ہے اور ادھر سے گزرنے والے اسے نہیں دیکھ رہے ہیں۔ میں بیکسی سے کچھ کہہ ہوئے اس طرف گیا اور اسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو سمجھ میں آیا کہ مجھے دھوکا ہوا ہے۔ وہ سونا نہیں بلکہ ناک کی منجر طوبت ہے۔ مجھے اپنی حرکت بری معلوم ہوئی۔ اور میں پلٹ کے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور اس کو کسی نے محسوس نہیں کیا۔ دوبارہ نظر ڈالی تو دیکھا کہ طلائی رسکٹہ ہے۔ کافی غور و خوض کے بعد جب پورا یقین ہو گیا تو پھر اس کے پاس پہنچا اور اسے اٹھانا چاہا تو نظر آیا کہ وہی ناک کی طوبت ہے۔ میں شرمندہ ہو کر اپنی جگہ واپس آ گیا۔ سہ بارہ اس پر نگاہ دوڑائی۔ تو دیکھا کہ سونے کا رسکٹہ ہے۔ تو اس مرتبہ میں نہیں اٹھا۔ اور اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ پس دیکھا کہ اہل علم میں سے ایک محترم سید پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر نگاہیں ڈالتے ہوئے آرہے ہیں۔ یہاں تک کہ اس رسکٹے کے پاس پہنچے تو فوراً اسے اٹھا کے جیب میں رکھ لیا۔ جب وہ جانے لگے تو میں تیزی کے ساتھ ان کے پاس پہنچا۔ انکا حال پوچھا اور کہا کہ وہ طلائی رسکٹہ کیسا تھا۔

انہوں نے کہا کہ خدا نے آج مجھے ایک نو مولود بیٹا عنایت فرمایا ہے۔ گھر کے اخراجات کے لئے میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ لہذا فلال شخص سے وہ رسکٹہ قرض لیا اور بازار جا کے ضرور

چیزیں خریدیں۔ لیکن جب قیمت دینے کے لئے رسکٹہ خریدا کرانا چاہا تو وہ نہیں ملا۔ میں نے سمجھ لیا کہ کہیں گر گیا ہے۔ چنانچہ اپنی گزر گاہ پر ڈھونڈھتا رہا۔ اور بالآخر پا گیا۔

یہ داستان نقل کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ہمارا خالق اور پروردگار جو بندوں کے امور کا مدبّر ہے ایک لحظے کے لئے بھی ان کے معاملات کی اصلاح سے جزئی یا کلی طور پر غفلت نہیں فرماتا۔ آپ اس داستان میں دیکھتے ہیں کہ طلائی رسکٹے کو کس طرح جناب شیخ موصوف پر مشتبہ فرما کے انھیں اٹھانے سے باز رکھا۔ کیونکہ اگر وہ اٹھا لے جاتے تو بیچارے سید آتے اور اسے نہ پا کر سخت پریشانی میں مبتلا ہو جاتے۔

پس ایک موجد انسان کو ہمیشہ اپنے پروردگار پر توکل اور اعتماد رکھنا چاہیئے۔

وہو نعم الوکیل۔

اپنے زائرین پر امام حسین کا کرم

بخلف اشرف کے بعض معتد اہل علم نے عالم زاہد مرحوم شیخ حسین بن شیخ مشکور کا یہ بیان نقل کیا کہ میں نے عالم رویا (خواب) میں دیکھا کہ میں حضرت سید الشہداء کے حرم مطہر میں حاضر ہوں اسی دوران ایک جوان اور چست و چالاک عرب حرم میں داخل ہوا اور مسکراہٹ کے ساتھ حضرت کو سلام کیا۔ اور حضرت نے بھی تبسم کے ساتھ اس کا جواب دیا۔ دوسرے روز رات کے وقت جبکہ شب جمعہ تھی میں حرم مطہر میں مشرف ہوا، اور ایک گوشے میں بیٹھ گیا ناگاہ وہی عرب جسے خواب میں دیکھا تھا وار دہوا، اور جب خیرت مقدس کے سامنے پہنچا تو مسکرا کے سلام کیا۔ لیکن میں نے حضرت سید الشہداء کو نہیں دیکھا۔ میں نے اس عرب کے اوپر نظر رکھی۔ یہاں تک کہ جب وہ حرم سے باہر نکلا تو اس کے پیچھے میں بھی نکلا اور امام کی خدمت میں مسکرانے کا سبب دریافت کیا۔ ساتھ ہی اپنے خواب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ تم نے کیا کیا ہے۔ کہ امام تمہیں مسکرا کے جواب دیتے ہیں۔ اس نے کہا میرے ماں اور باپ دونوں بوڑھے ہیں۔ اور میں کربلائے معلیٰ سے چند فرسخ کے فاصلے پر رہتا ہوں۔ جب میں شب جمعہ میں زیارت کے لئے آتا ہوں تو ایک ہفتے میں اپنے باپ کو الاغ پر سوار کر کے لاتا ہوں۔ اور دوسرے ہفتے ماں کو۔ یہاں تک کہ ایک شب جمعہ میں جب میرے باپ کی باری تھی انھیں سوار کیا تو میری ماں نے رونا شروع کیا۔ اور کہا مجھے بھی لیتے چلو، شاید میں اگلے ہفتے تک زندہ نہ رہوں۔ میں نے کہا بازش ہو رہی ہے اور ہوا بھی سرد ہے۔ ایسے موسم میں آپ کا چلنا آسان نہ ہوگا۔ لیکن وہ رکنے پر آمادہ نہیں ہوئیں۔ مجبوراً باپ کو سوار کیا اور ماں کو کندھے پر بٹھا کے سخت زحمت کیساتھ

دونوں کو حرم تک پہنچایا۔

جب میں اس حالت میں اپنے ماں باپ کے ہمراہ حرم میں داخل ہوا تو حضرت سید الشہداء کو دیکھا اور سلام کیا۔ اور ان حضرت نے تبسم فرماتے ہوئے جواب دیا، اس کے بعد سے اب تک ہر شب جمعہ میں جب میں زیارت سے مشرف ہوتا ہوں تو حضرت کو دیکھتا ہوں اور آپ مجھے مسکرا کے جواب دیتے ہیں۔

اس داستان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو جو چیز بزرگان دین کی عنایت اور رضامندی کی مستحق بناتی ہے وہ ہے مومنین خصوصاً والدین اور خاص الخاص طور سے قبر حضرت سید الشہداء علیہ السلام زائرین کے ساتھ صدق اخلاص اور محبت کا سلوک اور ان کی خدمتگزاری۔

فقیہ عادل کا درجہ

نیز مرحوم شیخ محمد نہاوندی سے نقل کیا ہے کہ ایک شب انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ شہد مقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حرم کے اندر داخل ہوئے تو بالائے سر (سر پہ) کی جانب حضرت حجت ابن الحسن عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کو دیکھا۔ ان کے دل میں گزرا کہ انھیں مراجع کرام حضرات سے شہم امام علیہ السلام میں تصرف کی اجازت تو حاصل ہے، لیکن بہتر ہوگا کہ خود حضرت ہی سے اجازت لے لیں۔ پس حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ آپ اپنے شہم میں کس حد تک تصرف کا اذن عطا فرماتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ایک مہینے میں اتنی رقم (لیکن وہ مقدار ان کی یادداشت سے نکل گئی تھی) چن سال کے بعد شیخ محمد موصوف زیارت شہد مقدس کے لئے حاضر ہوئے تو انھیں اوقات میں مرحوم آیت اللہ حاج آقا سید حسین بروجردی بھی وہاں موجود تھے۔ ایک روز شیخ محمد حرم کے اندر داخل ہوئے اور بالائے سر (سر ہانے) کی طرف پہنچے تو دیکھا کہ جس جگہ حضرت حجت عجل اللہ فرجہ تشریف فرما تھے آقا کے بروجردی بھی وہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے دل میں آیا کہ اکثر مراجع تقلید سے تو شہم امام علیہ السلام میں تصرف کی اجازت لے چکا ہوں۔ لیکن اچھا ہوگا کہ آقا کے بروجردی سے بھی اجازت لے لوں چنانچہ ان کی خدمت بھی پہنچ کے اذن طلب کیا۔ انھوں نے بھی فرمایا کہ ایک ماہ میں اتنی رقم (یعنی اسی مقدار میں جو حضرت حجت نے خواب میں ارشاد فرمائی تھی) پس شیخ کو چند سال قبل کے خواب کی پوری تفصیل یاد آ گئی۔ اور انھوں نے سمجھ لیا کہ سب کچھ بعینہ اسی طرح پیش آیا ہے سو اس کے بجائے حضرت حجت عجل اللہ فرجہ آقا کے بروجردی بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس داستان سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت امام علیہ السلام کے زمانے میں شیعوں کو فقیہ عادل کا مرتبہ سمجھنا چاہیئے۔ اسے اپنے امام کا نائب جاننا چاہیئے۔ اس کی قدردانی کرنا

چاہیئے، وظائف شرعیہ اور احکام الہی معلوم کرنے کے لئے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور اس کے حکم کو حکم امام تسلیم کرنا چاہیئے۔

کتاب مفتاح الجنان میں حاج علی بغدادی کی جو داستان نقل کی گئی ہے اس میں بھی حضرت حجت عجل اللہ فرجہ نے حاج علی سے فرمایا ہے کہ نجف اشرف کے مراجع یعنی شیخ مرتضیٰ انصاری، شیخ محمد حسین کاظمی، اور شیخ محمد حسن شرفی میرے وکلاء ہیں۔ نیز فرمایا کہ میرا جوتق انھیں پہنچا دو گے وہ مقبول ہے۔

انجام کا خوف

جناب آقائے منوچہر مولیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایک طویل داستان نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس زمانے میں وہ لاہرستان کے اطراف میں قریہ اسیر کے اندر تعلیم و تدریس کے کام میں مشغول تھے تو اس قریہ کا ایک جوان باشندہ جس کا نام احمد تھا سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ اس پر نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ پس اس کے عالم اختصار میں آقائے منوچہر نے اسے عقائد کی تلقین کرنا شروع کی۔ اس نے شدید اصرار کے بعد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ تعالیٰ پر جاری کیا اسی طرح مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ بھی بہت مشکل سے کہا، لیکن عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ کا جملہ ادا نہیں کیا، جب زیادہ کوشش کی گئی تو سر مل کے اسے کہنے سے انکار کیا، پھر زبان سے بھی کہا کہ میں نہیں کہوں گا۔ اس کے بعد اس پر غفلت اور بیہوشی کی حالت طاری ہو گئی۔ اور جو لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہاں سے ہٹ گئے۔ وہ چند روز تک اسی عالم میں رہا یہاں تک کہ لوگوں نے اسے شہر شیعہ ازلیجا کر ہسپتال میں داخل کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کی حالت سنبھل گئی۔ اور وہ ہسپتال سے خارج ہو گیا۔ یہ اسے دیکھنے کے لئے گئے اور کہا کہ اس روز جب میں تمہیں تلقین کر رہا تھا تم عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ کہنے سے کیوں انکار کر رہے تھے۔ یہ سوال سنتے ہی احمد پر ایک خوف اور وحشت کی کیفیت طاری ہو گئی اس نے اپنے ہونٹ کاٹنا شروع کئے۔ اور کہا جو وقت تم مجھے کلمہ شہادت کی تلقین کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ شہادت ایک زنجیر کی صورت میں ہے جس کے تین مضبوط حلقے ہیں۔ پہلے حلقے پر لا الہ الا اللہ، دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ، اور تیسرے پر عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ لکھا ہوا تھا، پہلا حلقہ میرے ہاتھ میں، دوسرا وسط میں، اور تیسرا ایک وحشت ناک صورت والے دیو کے ہاتھ میں تھا۔ اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک کیسہ تھا جس کے بارے میں یقین محسوس ہو رہا تھا کہ میرا

سارا مال و دولت روپیہ سپیہ اسی کے اندر ہے۔ میں نے تمہاری تلقین سے لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ تو کہہ دیا لیکن جب عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ کہنا چاہتا تھا تو وہ دیونا شخص زنجیر کو سختی کے ساتھ میرے ہاتھ سے کھینچتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اگر تم نے فقرہ کہا تو میں تمہارا تمام سپیہ اور بینک کے کاغذات جو اس کیسے میں ہیں لے جاؤں گا، اور میں بھی اس خوف سے کہ میرا تمام سرمایہ لے کے چلا نہ جائے نہیں کہتا تھا۔ مجھے اس حالت میں اپنے پیسوں سے بہت زیادہ محبت ہو گئی تھی۔ لیکن اس موقع پر یہی حلقہ توجید کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ اور چھوڑ نہیں رہا تھا۔ میں اسی کشمکش اور پریشانی میں مبتلا تھا کہ ناگاہ ایک دلکش اور نورانی صورت سید ظاہر ہوئے اور اپنا پائے مبارک زنجیر پر اس طرح سے رکھ دیا کہ اس دیو صورت کا ہاتھ ان بزرگوں کے پاؤں کے نیچے آکے کچل گیا۔ اس نے ایک جھنجھ مار کے زنجیر چھوڑ دی، اور پوری زنجیر میرے ہاتھ میں آگئی۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہیں ہا گیا ہوا۔ یہاں تک کہ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے کو پسینے میں غرق اور بستر علالت پر پایا۔

میں نے اس داستان کے مانند لائق اعتماد حضرات سے ایسے افراد کے بارے میں دیگر داستانیں بھی سنی ہیں جنہیں آخری عمر میں دنیا سے شدید لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ اور ان کی یہ محبت دنیا دینی اور ایمانی روابط پر غالب آگئی تھی۔ بلکہ وہ ان چیزوں سے انکار اور اظہار نفرت کے ساتھ مرے لیکن ان کو نقل کرنا غیر ضروری اور طول کلام کا باعث ہے۔ اسی طرح اس بارے میں کچھ واقعات معتبر کتابوں میں بھی نقل ہوئے ہیں جنہیں سے صرف ایک واقعہ کتاب منتخب التواریخ باب ۱۲ ص ۶۸ نمبر ۶ سے نقل کیا جا رہا ہے۔ حکایت کا خلاصہ یہ ہے۔

اہل علم میں سے ایک شخص کے احتضار کا وقت آیا تو بعض حضرات نے اس کے سر پر ہاتھ دے کر عدیلہ پڑھنا شروع کی۔ جب اشہد ان الامۃ الابراہیم کے جملے پر پہنچے تو اس نے کہا، یہ پہلی بات ہے۔ یعنی میں اسے قبول نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اسے تین بار اس کی تلقین کی گئی۔ لیکن وہ ہر مرتبہ یہی کہتا رہا کہ یہ پہلی بات ہے۔ اس کے ایک لمحہ بعد ہی اس کے سارے جسم سے پسینہ چھوٹنے لگا۔ اور اس نے آنکھیں کھول کے حجرے کے ایک گوشے میں کھٹے

ہوئے صندوق کی طرف اشارہ کیا، اور اسے کھولنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے صندوق سے ایک پرچہ نکال کے اسے دیا۔ جسے اس نے پھاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے ایک شخص کو پانچ تومان قرض دیئے تھے اور اس سے یہ تحریری سند لے لی تھی، جب مجھ سے کہا جاتا تھا کہ وہ، دانشہدات الامتہ الاجراس، تو میں دیکھتا تھا کہ ایک سفید داڑھی والا بوڑھا شخص صندوق پر کھڑا ہوا ہے اور اسی سند کو ہاتھ میں لئے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے یہ کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا تو میں اسے چاک کر ڈالوں گا۔ مجھے اس سند سے اتنی شدید محبت ہو گئی تھی کہ میں شہادت کے یہ الفاظ ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ اب چونکہ خدا نے مجھ پر کرم فرمایا ہے اور مجھے شفا بخشی ہے لہذا میں نے اسے خود ہی چاک کر دیا ہے تاکہ کلمہ شہادت سے روکنے والی کوئی چیز باقی ہی نہ رہے۔

یہ داستان پڑھنے اور سننے والے کے اندر خوف اور امید کی دونوں حالتیں پیدا ہونا چاہیئے۔ حالت خوف اس لئے کہ وہ اپنے دل میں دنیا کی محبت اور فانی امور کی جانب کشش سے ڈرے کہ یونہی شیاطین اسی وسیلے سے اس پر کامیابی پاتے اور مسلط ہوتے ہیں۔ چونکہ شیاطین کو انسان پر قبضہ حاصل کرنے کا راستہ صرف انھیں چیزوں کے ذریعے ملتا ہے، جن سے اس کو قلبی تعلق ہوتا ہے۔ لہذا دل کو دنیا کی محبت سے خالی ہونا چاہیئے۔ یا کم از کم خدا اور رسول، امام اور عالم آخرت کی محبت اس پر اس حد تک غالب ہو کہ دنیاوی تعلقات سے مجھ موڑ لے۔ لیکن الہی روابط سے دستبردار نہ ہو۔ اور اپنے دین کو مال و اولاد اور دیگر دنیاوی دلچسپیوں سے زیادہ عزیز رکھے۔ اس طرح سے کہ ان تمام چیزوں کو اپنے دین پر قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ اور یہ رشتے ان کے دل میں اس کے دین سے زیادہ اہمیت نہ رکھتے ہوں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رمضان المبارک کی فضیلت میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اور جسے شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے عیون الاخبار میں نقل کیا ہے اس کے آخر میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے گریہ فرمایا تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے گریہ کا سبب دریافت کیا۔ آنحضرت نے فرمایا میرا گریہ ان مصیبتوں کی وجہ سے ہے جو اس مہینے میں تم کو پہنچیں گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جب تم نماز میں مشغول ہو گے۔ تو ایک شقی ترین خلق تمھارے

سر پر ضربت لگائے گا۔ اور اس ضرب سے تمھاری داڑھی کو خون سے رنگین کرے گا۔ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَذَلِكَ فِي سَلَامَةٍ مِنْ دَعْوِي۔ فَقَالَ فِي سَلَامَةٍ مِنْ دِينِكَ۔ یعنی امیر المومنین علیہ السلام نے پوچھا، یا رسول اللہ! آیا ضربت لگنے اور شہید ہونے کے وقت میرا دین سلامت رہے گا۔ پس آنحضرت نے فرمایا اور بشارت دی ہاں۔ تمھارا دین سالم رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کا دین سلامت رہے تو جو مصیبت بھی اس کے سر پر آئے یا جو چیز بھی اس سے لی جائے یہاں تک کہ جان بھی چلی جائے تو اس کے لئے سہل ہے۔ حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام نے روز عاشورہ اپنا دانا ہاتھ قطع کئے جانے کے بعد یشعر پڑھے۔

اللّٰهُ اِنْ قَطَعْتُمُوْا اَيْمِيْنِيْ

وَءَنْتُمْ اِمَامٌ مَّصَادِقِي السَّقِيْنِ

نَحْنُ النَّبِيُّ الطَّاهِرُ الْاَمِيْنِيْ

یعنی خدا کی قسم اگر چہ تم نے میرا دانا ہاتھ قطع کر دیا ہے لیکن میں اپنے دین سے

دستبردار نہیں ہوں گا۔ اور ہمیشہ اس کی حمایت جاری رکھوں گا۔ اور اپنے امام کی حمایت کرتا

رہوں گا۔ جو راستگو طاہر و امین پیغمبر کے فرزند ہیں۔

بھچ جب آپ کا بایاں ہاتھ قطع ہوا تو فرمایا۔

يَا نَفْسُ كَا تَخْشِي مِنَ الْكُفَّارِ

وَالْبَشْرَى بِالرَّحْمَةِ الْجَبَّارِ

مَعَ النَّبِيِّ السَّيِّدِ الْخُتَّارِ

قَدْ قَطَعُوا اَيْمِيْنِيْهِمْ يَسَادِي

فَاَصْلِيْهِمْ يَادِبْ حَدَّ النَّارِ

یعنی اپنے نفس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے نفس! کافروں کے آزار اور اذیت

رسانی سے خوف زدہ نہ ہو، اور اس پروردگار کی رحمت سے جو تلافی کرنے والا ہے اور رسول مختار

کا ساتھ دینے سے جو کائنات کے سید و سردار ہیں شاد کام رہ۔ کفار نے اپنے ظلم سے میرا

بایاں ہاتھ بھی قطع کر دیا، خدا وندا! انھیں آتش جہنم کی حرارت میں داخل فرما۔

خلاصہ یہ کہ انسان کے لئے دین کے مقابلے میں ہر قسم کی محرومیت اور آزار و مصرت

بے حقیقت ہونا چاہیئے۔ اور خدا اور رسول، امام اور عالم آخرت سے اس کا قلبی تعلق ہر چیز

سے یہاں تک کہ اس کی جان سے بھی زیادہ ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا ایمان درست نہیں ہے۔

”وَعَنِ الصَّادِقِ الْأَمْعِيّ رَحْلُ الْإِيمَانِ بِاللَّهِ حَتَّى يُكَوِّنَ اللَّهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَأَبْعَدَ أَوْفَرَهُ وَوَلَدَيْهِ وَأَهْلِيهِ وَمَالِهِ وَمِنْ النَّاسِ كُلِّهِمْ“

”وَعَنِ النَّبِيِّ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَوْمُ مَعْنَى عَبْدِي حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِي وَأَبْوَلِيهِ وَأَهْلِيهِ وَوَلَدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۱۷۱)

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی شخص اللہ پر اپنے ایمان کو خالص نہیں کر سکتا، جب تک خدا اس کے نزدیک خود اس کی جان، اس کے باپ، اس کی ماں، اس کے فرزند، اس کے اہل، اس کے مال اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قسم اس خدا کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی بندہ ہرگز اس وقت تک با ایمان نہیں ہوتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان، اس کے والدین، اس کے اہل و عیال اس کے فرزند اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں گا۔

یہ دونوں حدیثیں سورہ توبہ کی آیت ۷۲ کے مطابق ہیں۔ ارشاد ہے۔

”قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ فَخْرُكُمْ وَأَدُّوا لَكُمْ عَشِيرَتَكُمْ وَأَهْوَالَكُمْ فَقُولُوا هَؤُلَاءِ حَسَنُ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ كَسَدَ هَؤُلَاءِ وَمَسَاكِينَ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ“

یعنی کہو اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے فرزند اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو کہ خدا اپنا فرمان نافذ کرے۔ (یعنی تم پر عذاب کا حکم دے) اور خدا بدکار لوگوں کی ہدایت نہیں فرماتا۔ مختصر طور پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص خدا اور رسول اور امام اور آخرت کے باقی امور کے مقابلے میں شہواتِ نفسانی اور دنیا کے فانی امور سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہو وہ سخت

خطرے میں ہے یعنی اسے ایسے امتحانات پیش آئیں گے کہ وہ اکثر مواقع پر اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کر دے گا اور اگر وہ دنیاوی زندگی کی مدت سلامتی سے گزرا بھی لے جائے تو عمر کے آخری لمحات میں شیاطین کے دستبند کا خطرہ درپیش ہوگا۔ جیسا کہ مذکورہ داستان میں نقل ہوا ہے، سو اس صورت کے خدا کا فضل و کرم مدد فرمائے اور خطرے کے اوقات میں دستگیری فرمائے اور اس کے لئے سو اس صورت کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ کہ اس پر وردگاری بارگاہ میں تضرع و زاری کے ساتھ التجا کی جائے کہ وہ اس کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے، ”فَإِذَا دَعَا أَوْلِيَاءُكَ عَلَى الْإِيمَانِ“ (اسئل کافی کتاب الایمان والکفر)۔ یعنی جب بندہ دعا کرتا ہے اور الحام و زاری کے ساتھ خدا کو پکارتا ہے تو وہ ایمان پر مرتاب ہے۔

کنز ہر ساعت غم پیش دارم کہ روز واپس در پیش دارم

در آں ساعت خدا یا یا ربی وہ ز غفلت بندہ را بیدار بی

در آں ساعت ز شیطانم نگہدار بہ لطف نور ایمانم نگہدار

چو جان من رسد در نزع برب فرو گذار دستم گیر یارب

چو در جانم نماں دزاں لقا ہوش تو در جانم مکن نامت فراموش

(یعنی اب تو ہر ساعت میرا غم بڑھتا جاتا ہے اس لئے کہ موت کا دن سامنے ہے۔

خداوند اس وقت مدد فرماتا اور بندے کو غفلت سے ہوشیار رکھتا، اس موقع پر مجھے شیطان

سے محفوظ رکھتا۔ اور اپنی مہربانی سے ایمان کا نور قائم رکھتا۔ جب عالم نزع میں میری جان بول

پڑے تو مجھے نظر انداز نہ کرنا بلکہ دستگیری فرماتا۔ اگر مجھ کو تیری ملاقات کا ہوش باقی نہ رہے تو

میرے دل و دماغ سے اپنے نام کو محو نہ فرماتا)

البتہ امید و رجاء کے بارے میں یہ جان لینا چاہیے کہ جو شخص سچائی اور خلوص کے

ساتھ اپنے پروردگار پر ایمان لایا ہو، محمد و آل محمد علیہم السلام کو اولیائے خدا، اسکی تجتیب

اور اس کی وحی کی تبلیغ کا ذریعہ جانتا ہو۔ انھیں جان و دل سے دوست رکھتا ہو، نیز عالم آخرت

یقین رکھتا ہو اور اسے دنیا سے اہم جانتا ہو، بہشت اور جوارِ البیت علیہم السلام میں پہنچنے

اور لقائے الہی کا اشتاق اور آرزو مند رہو، اس طور سے کہ یہ ایمان و محبت اس کے دل میں راسخ ہو جس کا لازمی نتیجہ پیر و درگاہ کی بارگاہ میں خضوع و خشوع اس کی عبودیت و اس کی اطاعت و عبادت پر آمادگی ہے۔ ایسا ایمان اگر آخر عمر تک باقی رہے اور انسان اسے ہاتھ سے نہ جانے دے تو وہ شیاطین کے حملے اور تسلط کی زد میں نہ آئے گا، اور جیسا کہ پروردگار نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے، اپنے مومن بندے کی مدد فرمائے گا۔ ارشاد ہے، وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ عِبْرًا نَّكَرًا إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرِيمٌ (سورہ عہ آت ۱۳۳) یعنی خدا تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرتا، یقیناً خدا انسانوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

”وَيُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ هُوَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ“
یعنی خدا ثابت و استوار رکھتا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے راست و حکم قول کے سبب سے دنیا اور آخرت کی زندگی میں۔

تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا شیطان ہمارے دوستوں میں سے کسی شخص کی موت کے وقت حاضر ہوتا ہے۔ اور اس کی دامن و بائیں جانب سے پیش قدمی کرتا ہے تاکہ اس کے ایمان کو چھین لے۔ لیکن خدا اسے اس کا موقع نہیں دیتا جیسا کہ ارشاد ہے۔ پھر آپ نے آیت ”وَيُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا“ کی تلاوت فرمائی۔

اس مطلب پر بہت سی روایتیں منقول ہیں۔ اور دونوں مذکورہ داستانوں میں بھی آپ نے قدرت کی مدد اور شیطان کے شر سے نجات دینے کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ ایسی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔

ششماہہ لڑکی کی زندگی اور سب کی موت

نیز جناب مولوی موصوف نے نقل کیا کہ تقریباً تیس سال قبل کوئٹہ بلوچستان میں (جو اب پاکستان کا حصہ ہے) ایسا سخت زلزلہ آیا تھا کہ اس سے سارا شہر تباہ ہو گیا تھا۔ اور تقریباً پچھتر ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے۔ میرزا محمد تقی کے فرزند میرزا محمد شریف کی ایک ششماہہ لڑکی جس کا نام حمیرا تھا زلزلے کے وقت گہوارے کے اندر تھی، ایک ہفتہ گزرنے کے بعد انگریز حکومت نے حکم دیا کہ مسلمانوں کے ہندوؤں اور دیگر فرقوں کے اشخاص کی جتنی بھی لاشیں دستیاب ہوں وہ سب لیجا کر کے جلادی جائیں۔ ایک بچی کی ماں (زمرہ دختر جب علی) نے اپنے شوہر سے کہا کہ گھر کے مقام پر چلے اور بتائی ہوئی نشانی کے مطابق اس کی بچی کی لاش نکال کے لے آئے تاکہ وہ اہل ہندو کی لاشوں کے ساتھ جلانی نہ جائے۔ جب اس جگہ کی کھدائی کی گئی تو نظر آیا کہ دو لوسے کے گرد ترچھے ہو کر گہوارے کے اوپر رکے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے چھت کا طبقہ بچہ تک نہیں پہنچ سکا ہے، اور ایک ڈھیلا اس کے منہ کے اندر ہے جسے وہ چوس رہی ہے۔ البتہ ایک ڈھیلا لگ جانے سے اس کی پیشانی کا ایک حصہ زخمی ہو گیا تھا۔ چونکہ وہ لڑکی زندہ ہے لہذا اس زخم کا نشان اب بھی اس کی پیشانی پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کا خاندان ہمارے اعزاء میں سے ہے۔

(91)

علیٰ کے حق میں غفلت نہ کرو

جناب مولوی موصوف نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ قندھار میں ایک نیک سیرت شخص
محب علیؑ کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی محبت نے اس کے سارے
دل کا احاطہ کر لیا تھا۔ اور وہ حضرت کے عشق کی اس منزل پر پہنچا ہوا تھا کہ جب اس سے کہا
جاتا تھا، "محب علیؑ!" "بیدار علیؑ! باش" (یعنی علیؑ کے حق میں ہوشیار رہو) تو اس کی عام حالت میں
انقلاب آجاتا تھا۔ اور بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ جب اس کا
انتقال ہوا اور غسل خانے میں اسے غسل دیا جا رہا تھا تو اس کے سارے دوست احباب رو رہے
تھے۔ اسی حال میں اس کے ایک دوست نے اسے آواز دی اور کہا، "محب علیؑ! بیدار علیؑ! باش"
دفعاً اس کا دامنہ ہاتھ بلند ہوا جسے اس نے آہستہ آہستہ اپنے سینے پر رکھ لیا۔ جب یہ بات
مشہور ہوئی تو قندھار کے شیعہ اسے دیکھنے کے لئے جوق در جوق پہنچنے لگے۔ اور یہ منظر
دیکھ کے ذوق و شوق کے عالم میں ان پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ غسل کے خاتمے تک اس کا ہاتھ
اسی طرح سے سینے کے اوپر رہا۔

گر نام تو بر سرم بگنجد فسیاد بر آید از روانم
(یعنی اگر میرے سر پہ لے لیا جائے تو میری روح سے نالہ و فسیاد کی آواز
بلند ہوگی)۔

حضرت امیر المومنین ابن ابیطالبؑ اور دیگر حضرات اہلبیت علیہم السلام کی محبت تمام مسلمانوں پر ایک اہم الہی فرض ہے۔ قرآن مجید میں اسے اجر رسالت بتایا گیا ہے۔ اور

مقتولہ احادیث و روایات میں اسے خدا اور رسول پر ایمان کا لازمی حصہ بلکہ نفس ایمان قرار دیا گیا ہے۔ نیز دنیا و آخرت میں اس کے عظیم اثرات و نتائج کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

ان حقائق کو جاننے کے لئے کتاب سجاد الانوار جلد ۱ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے اس مقام پر صرف ایک حدیث کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جسے اہل تسنن کے بڑے محقق اور مفسر نے تفسیر کشاف میں آیت ”قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ كُنْتُمْ فِي الْفُرْقَانِ“ کے تحت نقل کیا ہے۔ اور اس سے امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں نقل کیا ہے۔

”حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص آل محمد کی دوستی کے ساتھ دنیا سے اٹھا وہ شہید، بخشا ہوا، توبہ کیا ہوا، اور کامل ایمان کے ساتھ مرا، ملک الموت اور منکر و نکیر اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اور اسے اکرام و احترام کے ساتھ اس طرح بہشت میں لیجاتے ہیں۔ جس طرح عروس کو جملہ عروسی میں لی جایا جاتا ہے۔ اس کی قبر کے اندر دو دروازے بہشت کی جانب کھل جاتے ہیں۔ خدا اس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ سنت رسول خدا اور جماعت مسلمین پر مبرا ہے۔ آگاہ رہو کہ جو شخص آل محمد کی دشمنی پر دنیا سے اٹھا وہ کافر مرا، اور قیامت کے روز اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ رحمت خدا سے محروم ہے۔ اور بہشت کی خوشبو اس کے مشام تک نہیں پہنچ سکتی۔“

سـ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ قَالَ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُهْبِطاً أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُنْقَرِظاً أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَابِئاً أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِناً مُسْتَعْمِلاً الْإِيمَانَ أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَرَةً مُلْكاً أَمُوتَ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَذَرَ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تَذَرُ الْعُرُوسُ إِلَى بَيْتِ زَوْجِهَا أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ نَفَعَ لَهُ فِي قَبْرِهِ بَابَانِ إِلَى الْجَنَّةِ أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللَّهُ قَبْرَهُ مَزْاداً وَمَلَأَ كَلْبَهُ الدُّجَّةَ أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى الشُّدَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَلَكُوتاً بِكَيْنِ عَيْنَيْهِ أَيْسَ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَاوِداً أَوْ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشْمَدْ رَاكِعَةً الْجَنَّةِ ٥

غرض کہ خدا اور رسول اور آل محمد علیہم السلام کی محبت کا واجب ہونا اور اس کے برکات بدیہی ہیں جس چیز کی یاد آوری لازمی ہے وہ محبت کے مراتب کا جاننا ہے اور یہ کہ اس کا پہلا مرتبہ واجب ہے لیکن اس کے عظیم آثار سے بہرہ مندی اس محبت کی قوت اور شدت کے اعتبار سے ہے۔ لہذا کیا کہنا ایسی محبت کا جو عشق کے درجے تک پہنچ جائے۔ بالفاظ دیگر اگر کوئی شخص حقیقی محبت کا ایک ذرہ بھی دل میں رکھتا ہو اور اسی کے ساتھ مرجائے تو ہلاکت ابدی اور رحمت خداوندی سے دوری میں مبتلا نہ ہوگا۔ بالآخر اہل نجات میں شامل ہو کر اپنے محبوبوں یعنی آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملحق ہو جائے گا۔ ہر چند کہ تین لاکھ سال کے عذاب یا رحمت خدا سے دوری کے بعد ایسا ہو جیسی کہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اگر کسی شخص کو محبت کا بلند ترین مرتبہ نصیب ہو جائے، یعنی خدا کی اور جو چیزیں اس کی ذات سے وابستہ ہیں۔ (مثلاً رسول و آل رسول، صاحبان ایمان، اور عالم آخرت) ان کی محبت اس کے تمام دل کا احاطہ کر لے اور غیر خدا کی دوستی اور قلبی کشش کا ایک ذرہ بھی اس کے دل میں باقی نہ ہو۔ اور اگر کوئی تو خیرا کے لئے اور الہی جنبہ کی وجہ سے ہو۔ مثال کے طور پر بیوی بچوں کو اس حیثیت سے دوست رکھے کہ وہ خدا کی امانت و نعمت و عنایت میں۔ اور مال کو اس لحاظ سے محبوب رکھے کہ وہ خدا کی راہ میں صرف کرنے کی جہت سے بارگاہ الہی میں تقرب کا وسیلہ ہے۔ تو یقیناً ایسا شخص موت کے وقت ہی سے اپنے حقیقی محبوب کے ساتھ متصل ہو جائے گا۔ اور اس کے لئے درمیان میں کوئی حجاب نہ ہوگا۔

کہا جاسکتا ہے کہ جن روایتوں میں البیہت علیہم السلام کے شیعوں اور دوستوں کے مقامات و درجات اور سعادتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ انھیں حضرات کے بارے میں جو محبت کے اس اعلیٰ درجے پر فائز تھیں۔

جلسی اول علیہ الرحمہ نے زیارت جامعہ کی شرح میں جملہ "وَبُذِ الْأَوَّلُ يُقْبَلُ الطَّاعَةُ الْمُفْتَرَضَةُ" کے ذیل میں فرمایا ہے کہ "وَالْأَوَّلُ يُجُوبُ الْهُدَى مَثْوً اِتْرَاقًا قُلْ مَرَاتِبًا اَنْ يَكُونُوا اَحَبَّ اِلَيْنَا مِنْ اَنْفُسِنَا وَ اَوْصَاها الْعَشْقُ" یعنی محبت آل محمد کے موجب پر دلالت کرنے والی روایتیں متواتر یعنی قطعی ہیں۔ اور اس محبت کا کمترین مرتبہ یہ ہے کہ حضرت

ہمارے نزدیک ہماری جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ اور اس کا آخری درجہ عشق ہے۔ محدث جزائری کتاب انوار النعمانیہ کے اندر نور محبت کے بارے میں کہتے ہیں کہ محبت کے مراتب بے شمار ہیں۔ لیکن انھیں پانچ درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (اول) استحقان ہے۔ اور وہ محبوب کے محاسن و کمالات اور صفات حمیدہ دیکھنے اور سننے سے حاصل ہوتا ہے۔

(دوم) مودت اور محبوب کی جانب دل کا میلان اور اس کے ساتھ روحانی الفت اور انس ہے۔

(سوم) خلعت یعنی محبت کا دل میں اس طرح سے جاگزیں ہونا کہ محبوب کی محبت سارے دل کو گھیر لے۔

(چہام) عشق اور وہ محبت میں اتنی زیادتی ہے کہ ایک لحظہ بھی محبوب کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اور اس کے دل میں ہمیشہ محبوب کا تصور قائم رہے۔

(پنجم) ولہ اور یہ ہے محب دل میں محبوب کے علاوہ اور کسی شے کا نہ پایا جانا۔ اور اس کا محبوب کے علاوہ اور کسی چیز پر راضی نہ ہونا۔ اس کے بعد موصوف نے ان میں سے ہر ایک کے مرتبے کی تشریح فرمائی ہے۔ اور اسے حقیقی محبت سے مطابقت کیلئے ہے۔ ساتھ ہی اہل محبت کے کچھ عجیب و غریب حالات بھی نقل فرمائے ہیں۔

۱۔ مجلس علیہ الرحمہ کا قول ہر چند درست اور داستان خبر وہ میں منقول دور روایتوں کے مطابق ہے لیکن آیات و روایات کے ظاہری مطالب سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر خدا اور محمد و آل محمد علیہم السلام کی دوستی اور ایمان دل میں جاگزیں ہو جائے اور انسان اسے دنیا سے اپنے ساتھ لے جائے تو ہر چند یہ اس مرتبے سے کمتر ہو۔ لیکن وہ آخر کار اہل نجات میں سے ہوگا۔ البتہ حقیقی محبت جو خدا کے ہوگی اس کا فائدہ بھی اتنا ہی کم ہوگا۔ نیز چونکہ اس پر واجب تھا کہ اس کے دل میں حقیقی محبت و محبت دنیا اور شہوات نفس سے زیادہ ہو لہذا وہ مواخضے اور دیگر محبتوں کے شدید اثرات میں گرفتار ہوگا۔ اگر محبت حقیقی کے اختیاری ہونے، دل سے حب مجازی کو دفع کرنے اور اس تکلیف کے اثبات کی تفصیل مطلوب ہو تو میری جہاد کتاب قلب سلیم کی طرف رجوع کیا جائے۔

اسی طرح کتاب گلزار اکبری گلشن ۶۶ میں چند حیرت انگیز واقعات ان اشخاص کے بارے میں مذکور ہیں جن کی موت کے بعد ان کے اجسام اور ان کی قبروں سے ان کا مشاہدہ کیا گیا۔ لیکن انھیں نقل کرنا موضوع کتاب سے الگ اور طول کلام کا باعث ہے۔

اس مطالب کی جانب اشارہ کرنے سے دو باتیں مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ انھیں پڑھنے والا حقیقی محبت کی جس منزل میں بھی ہوا اسی پر قانع نہ ہو جائے بلکہ کوشش کر کے مجازی محبوب یعنی دنیا کی دوستی اور نفسانی خواہشوں کو دل سے خارج کرے اور حقیقی محبت یعنی خدا اور اس کی طرف بازگشت کرنے والی ہر چیز کی دوستی کا اپنے قلب میں اضافہ کرے۔ تاکہ مقام محبت کے برکات اور درجات سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہو سکے۔

اے یک لہ صد دلہ دل بیکرہ کن مہر و گراں راز دل خود لہ کن

یک لحظہ باخلاص بیابرد ما گر کام تو بر نیاید از ماکلہ کن

یعنی اے وہ شخص جس کے ایک دل میں سیکڑوں خواہشیں پل رہی ہیں اپنے دل میں یکسوئی پیدا کر۔ دوسروں کی محبت اپنے دل سے نکال دے اور ایک لحظے کے لئے اخلاص کے ساتھ میرے دروازے پر حاضر ہو۔ اگر تجھے کامیابی نہ ہو تو ہم سے شکوہ کرنا اور دوسری غرض یہ کہ محترم ناظرین موت کے بعد محبت علی کے ہاتھ کی جنبش پر تعجب نہ کریں۔ اور اس کا انکار نہ کریں بلکہ یہ جان لیں کہ محبت کی شدت کی حالت میں محبت کی روح محبوب سے متصل ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ محبوب (یعنی حضرت علی علیہ السلام) حیات و قدرت کے معدن و مخزن ہیں لہذا اگر آپ کے محب سے حیات کے ایسے آثار ظاہر ہوں تو کوئی حیرت کا مقام نہیں ہے۔

سادات کی عظمت اور شان

انھیں مولوی موصوف نے نقل کیا کہ ایک روز حیدر آباد دکن کے نواب نظام فنس میں سوار ہوئے اور چند اہل ہند اُسے کانڈھوں پر اٹھا کر لے چلے۔ (جیسا کہ اس زمانے میں یہ رواج شاہی شان و شوکت میں داخل تھا۔) اُسی حالت میں نظام پر ایک غنودگی اور غفلت کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرما رہے ہیں۔ نظام! تمہیں شرم نہیں آتی کہ اپنا فنس سادات کے کندھوں پر اٹھوا رہے ہو۔ نظام نے آنکھیں کھولیں اور اضطراب کے عالم میں حمالوں سے کہا کہ سواری زمین پر رکھ دو۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہم سے کوئی خطا ہو گئی ہے۔ یہ نظام نے کہا، نہیں لیکن فنس اٹھانے کے لئے دوسرے لوگ بلائے جائیں۔ چنانچہ دوسرے حال بلائے گئے اور وہ سواری لے کر آگے بڑھے جب نظام اپنی منزل مقصود تک پہنچ کر واپس ہوئے۔ تو ان افراد کو جو ابتداء میں فنس کو اپنے کندھوں پر اٹھا رہے ہوئے تھے، خلوت میں طلب کیا۔ ان کے گلے میں باہیں ڈال کے ان سے معاف کر دیا، ان کے چہروں پر لبو سے دیئے۔ اور کہا تم لوگ کہاں سے آئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا ہم فلاں بستی کے رہنے والے ہیں۔ پوچھا کیا تم ہمیشہ سے اسی قریے میں آباد ہو۔ انھوں نے کہا، ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہمارے اجداد عرب سے آکر یہاں بس گئے تھے۔ نظام نے کہا جاؤ اور اگر تمہارے اجداد کے زمانے کی کچھ تحریریں تمہارے یہاں موجود ہوں تو انھیں ڈھونڈھو اور جمع کر کے میرے پاس لے آؤ۔ انھوں نے حکم کی تعمیل کی اور جو کاغذات مل سکے لے آئے۔ بادشاہ کو ان کے اندر ان کے اجداد کا شجرہ اور نسب نامہ بھی ملا جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نسب کا سلسلہ، حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام تک پہنچتا ہے اور وہ رضوی سادات میں سے ہیں۔ نظام نے رونما شروع کیا اور کہا تم لوگ ہندو کیونکر ہو گئے۔ جب کہ تم لوگ مسلمانوں کی اولاد بلکہ مسلمانوں

کے آقا اور سردار ہو۔ وہ سب بہت متاثر ہوئے۔ اور مسلمان ہو کر شیعہ اثنا عشری مذہب اختیار کیا۔ اور نظام نے بھی انھیں کافی املاک اور جاگیریں عطا کیں۔

سادات اور اولاد رسول کے جلیل القدر سلسلے کے اکرام و احترام کا لازمی ہونا ہمہاں مذہب کے مسلمات میں سے ہے۔ چنانچہ کتاب گنابان کبیرہ جلد اول کے اندر صلہ رحم کی بحث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اس مطلب کی تفصیل دلائل کے ساتھ ساتھ کتاب فضائل السادات میں موجود ہے۔ مرحوم نوری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کلمہ طیبہ میں چالیس روایتیں اور داستانیں ایسے اشخاص کے بارے میں نقل کی ہیں جنھوں نے اس ذریت طاہرہ کے اکرام و احترام کی برکت سے عظیم آثار و نتائج کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، ”اَکْرَمُؤْذِلِّیْ اَوْلَادِیْ اَلْاَحْوَجُ اِلَیَّ اَلْاَحْوَجُ اِلَیَّ“ یعنی جو سادات متقی اور پیہرہ نگار ہیں ان کا خدا کے لئے احترام کرو اور جو ایسے نہیں ہیں ان کی تکریم میری خاطر سے اور مجھ سے نسبت حاصل ہونے کی وجہ سے کرو۔

حضرت ابو الفضل العباسؑ کی کرامت

جناب مولوی موصوف نے نقل کیا کہ میرے بھائی محمد اسحاق کو بچپن میں سل کامرض لاحق ہوا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ اس کے علاج سے مایوس ہو گئے۔ میرے باپ اسے کربلائے معلّے لے گئے اور حضرت ابو الفضل العباسؑ کے حرم میں حضرت حج مقدس سے بازو کر حضرت سے التجا کی کہ خدا سے اس کی شفا ہوگی، ورنہ موت کی دعا فرمادیں۔ اس کے بعد وہ رواق کے اندر نماز میں مشغول ہو گئے۔

جب وہ سچے کے پاس واپس آئے تو اس نے کہا۔ ”یایا! میں بھوکا ہوں۔ انھوں نے اس کے چہرے پر نگاہ کی۔ تو دیکھا کہ اس کے رخساروں کا رنگ بدل گیا ہے۔ اور وہ صحتیاب ہو چکا ہے۔ اسے وہاں سے باہر لائے۔ صبح کو اس نے انار کی خواہش کی اور آٹھ انار اور ایک بڑی روٹی کھالی۔ پھر بھی اس پر مرض کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ اب وہ نجف اشرف میں سکونت پذیر ہے۔ اور حضرت حمزہ میں روٹی پکانے کا کام کرتا ہے۔

میں اپنے ایک سفر میں زیارت حضرت حمزہ سے مشرف ہوا اور جناب مولوی موصوف کی ہمراہی میں محمد اسحاق مذکور سے ملاقات کی تو دیکھا کہ ان سے تقویٰ و پیہرہ نگاری اور نیک نفسی و دینداری کے آثار ظاہر ہیں۔

شمع کی روشنی قائم رہتی ہے

نیز نقل فرمایا کہ میری ماں کو تلاوت قرآن سے بہت شغف تھا اور وہ اکثر ایک شب روز میں سات پاروں کی تلاوت کر لیتی تھیں۔ ماہ رمضان کی راتوں میں سوتی نہیں تھیں اور تلاوت قرآن اور دعا و نماز میں مشغول رہتی تھیں۔

ایک شب شمع دان میں صرف ایک انگل شمع باقی رہ گئی تھی۔ ہم گھر سے باہر جا کر شمع مہیا کر سکتے تھے۔ لیکن حکومت کی طرف سے پابندی نافذ تھی کہ کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلے اور اگر کسی شخص کو گلی یا بازار میں دیکھ لیتے تھے تو اسے کپڑے کے حوالات میں بند کر دیتے تھے اور اس پر جرم بھی کرتے تھے۔

میری ماں اسی مختصر سی شمع کی روشنی میں تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو گئیں۔ خدا کی قسم رات کے آخر تک میری ماں اسی طرح قرآن اور دعائیں پڑھتی رہیں۔ اور شمع تمام نہیں ہوئی جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو ہم لوگ سہی کھانے میں مشغول ہوئے لیکن شمع پھر بھی ختم نہیں ہوئی۔ جب اذان صبح کی آواز بلند ہوئی تو وہ خاموش ہونا شروع ہوئی اور گل ہو گئی۔ خلاصہ یہ کہ صرف ایک انگل شمع میری ماں کی برکت سے نو گھنٹوں تک روشنی دیتی رہی۔

غیم حسین میں شیر کا گریہ

مرحوم آقا سید مرتضیٰ کشمیری کے فرزند اور بزرگوار عالم جناب حاج سید محمد رضوی کشمیری کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے کہ کشمیر میں ایک پہاڑ کے دامن میں ایک عزا خانہ ہے جس کے اطراف اتنے بلند ہیں کہ باہر سے اندرونی منظر دیکھا جاسکتا ہے۔ اور اس کی چھت کا کچھ حصہ روشنی اور ہوا کے لئے کھلا ہوا ہے ہر سال ایام عاشورہ میں اس کے اندر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور شیعوں کی ایک جماعت یکجا ہو کر اسم عزاء انجام دیتی ہے۔ محرم کی پہلی شب سے قریب کے جنگل سے ایک شیر آتا ہے اور عزا خانے کی چھت پر چلے اور اپنا سراسر روضہ شہداء میں داخل کر کے عزاداری کو دیکھتا رہتا ہے اور اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو گرتے رہتے ہیں شب عاشورہ تک ہر رات ہی صورتحال قائم رہتی ہے۔ اور وہ مجلس ختم ہونے کے بعد چلا جاتا ہے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس بستی میں محرم کی پہلی تاریخ کے بارے میں اشتباہ اور اختلاف نہیں ہوتا ہے کیونکہ شیر کے آنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آج ایام عزاء کی پہلی شب ہے۔ ایام عاشورہ میں بعض حیوانات پر بارہا حزن و غم کے آثار کا مشاہدہ ہوا ہے۔ اور موقوف و متبرع حضرات سے اس کی تصدیق ہوئی ہے۔ ناظرین محترم کی بصیرت میں اضافے کے لئے اس مقام پر کتاب کلمہ طیبہ نوری سے ایک عجیب داستان نقل کی جاتی ہے عالم جلیل اور کامل نبیل صاحب کرامات باہرہ و مقالات ظاہرہ اخوند ملازمین العابدین سلماسی اعلیٰ اللہ مقامہ نے فرمایا کہ جب ہم زیارت حضرت امام رضا علیہ السلام کے سفر سے واپس ہو رہے تھے تو ہمارا گزروہ الوند کی طرف سے ہوا۔ جو مہدان کے قریب واقع ہے۔ وہاں ہم لوگوں نے منزل کی

یہ بہار کا موسم تھا، میرے ہمراہی خیمے نصب کرنے میں مشغول ہو گئے، اور میں پہاڑ کے دامن کا نظارہ کرنے لگا۔ ناگاہ میری نظر ایک سفید چینی پر پڑی۔ جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ ایک سفید ریش بڑھا انسان ہے جو سر پر ایک چھوٹا سا عمامہ رکھے ہوئے ایک تقریباً چار ہاتھ بلند چٹان پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس کے گرد بڑے بڑے پتھر چٹن رکھے ہیں جن کی وجہ سے صحر اس کا سر ہی نظر آ رہا ہے میں اس کے قریب گیا اور سلام کر کے اخلاص و محبت کا اظہار کیا تو وہ بھی مجھ سے مانوس ہو گیا۔ اور اپنی قیام گاہ سے نیچے اتر آیا، اس کے بعد اپنا حال اس طرح بیان کیا کہ میں اس گمراہ گروہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ جھٹوں نے اپنی مخصوص ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے اپنے مختلف نام رکھ چھوڑے ہیں۔ اور عجیب عجیب شکلوں کے ساتھ باہر نکلتے ہیں بلکہ میرے اہل و عیال بھی موجود ہیں اور ان کے امور کی دہشتی کے بعد میں نے فراغت اور طینان کے ساتھ عبادت کرنے کے لئے تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ اس کے پاس اس دور کے علماء کے عملے بھی موجود تھے۔ اور وہ اٹھارہ سال سے اس جگہ مقیم تھا۔

وہاں اس نے جو عجیب چیزیں مشاہدہ کی ہوں ان کے بارے میں دریافت کرنے پر بتایا کہ میں یہاں رجب کے مہینے میں آیا تھا جب پانچ ماہ سے زائد مدت گزرنے لگی تو ایک رات میں نماز مغرب میں مشغول تھا کہ یکایک ایک عظیم جوش و خروش کا شور بلند ہوا۔ اور عجیب غریب قسم کی آوازیں کانوں میں آنے لگیں۔ پس میں خوفزدہ ہو گیا اور نماز کو مختصر کر کے نظر ڈالی تو دیکھا کہ سارا ایسا بان جانوروں سے بھر گیا ہے۔ اور وہ سب میری ہی طرف آرہے ہیں، میرا خوف اور اضطراب اور بڑھ گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس ہجوم میں غنات اور متضاد قسموں کے حیوانات موجود ہیں۔ جیسے شیر، ہرن، کوہستانی گائیں، چیتے اور بھیلے، اور یہ سب آپس میں مخلوط ہیں اور عجیب و غریب آوازوں میں ہنسنے رہے ہیں۔ پھر وہ سب کے سب یہاں آکے میرے گرد جمع ہو گئے اور اپنے سروں کو میری جانب بلند کر کے نالہ و فریاد کرنے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ یہ وحشی جانور اور درندے جو آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں مجھ پر حملہ کرنے کے لئے یکجا ہوئے ہوں در حالیکہ یہ خود ایک دوسرے پر حملہ نہیں کر رہے ہیں۔ یقیناً اس کا باعث کوئی عظیم امر اور عجیب حادثہ

ہی ہو سکتا ہے۔ جب میں نے غور کیا تو یاد آیا کہ یہ عاشورہ کی شب ہے۔ اور یہ فریاد و فغاں اور اجتماعی گریہ و نالہ مصیبت حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے لئے ہے۔ جب میں مطمئن ہو گیا تو عمامہ سر سے الگ کر کے اپنا سر سینے لگا۔ اپنے کو یہاں سے نیچے گرا دیا اور کہہ رہا تھا حسین حسین شہید حسین۔ میں اسی طرح کے الفاظ ادا کرتا رہا، یہاں تک کہ ان جانوروں نے اپنے درمیان میرے لئے جگہ خالی کر دی اور میرے گرد حلقہ باندھ لیا۔ پس ان میں سے بعض زمین پر سر ٹپک رہے تھے اور بعض اپنے کو خاک پر گر رہے تھے۔ ہم سب اسی عالم میں رہے یہاں تک کہ صبح طالع ہو گئی۔ تو پہلے وہ جانور چلے گئے جو زیادہ وحشی تھے۔ اس کے بعد دوسرے بھی اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے جلتے رہے۔ یہاں تک کہ سب متفرق ہو گئے اس سال سے اب تک یعنی اٹھارہ سال کی مدت سے برابر ان حیوانات کا یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ اگر کبھی مجھ کو عاشورہ کی تاریخ میں شبہ ہوتا ہے تو ان کے اجتماع سے اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ عابد اٹھا اور اپنی افطاری اور سحری کے لئے دو روٹیاں پکانے کی غرض سے تھوڑا آگ لگا دیا اور آگ روشن کی۔ میں نے اس سے خواہش کی کہ وہ کل میرا مہمان رہے۔ میں کچھ کھانا پکوانے لے آؤں گا۔ اس نے کہا کل کی غذا میرے پاس موجود ہے اگر کل کوئی اور انتظام نہ ہو تو پرسوں تمہارا مہمان رہوں گا۔ جب رات ہوئی تو میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ایک ایسے محترم مہمان کے لئے اچھی غذا کا اہتمام کرو جس نے برسوں سے کوئی پکا ہوا کھانا استعمال نہیں کیا ہے پس وہ لوگ رات ہی سے آمادہ ہو گئے۔ صبح کو چاول تیار کئے میں مصلے پر بیٹھا ہوا نماز کے تعقیبات میں مشغول تھا کہ طلوع آفتاب کے قریب ایک شخص کو دیکھا جو تیزی کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ رہا تھا۔ مجھ کو خطرہ محسوس ہوا تو میں نے اپنے ملازم سے جس کا نام جعفر تھا کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب اسے آواز دی گئی تو اس نے کہا میں پیاسا ہوں میرے لئے پانی کا انتظام کرو میں عابد کے پاس جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپس ہو کر تمہارے پاس آؤں گا۔

وہ عابد کے پاس پہنچا اسے کوئی چینی دے کے ہماری طرف واپس آیا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا اس قدر عجلت کا سبب کیا تھا؟ تمہیں کون سا کام پیش تھا تم نے عابد کو کیا دیا ہے؟ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا میں دراصل شہر خوی

آکر بائجان کا باشندہ ہوں۔ مجھ کو بچپن میں اغوا کر کے بیچ لیا گیا تھا۔ فلاں حاجی دباغ نے مجھے خرید لیا اور معلم کے پاس بٹھا کے خط و کتابت اور دینی مسائل کی تعلیم دلوائی، اس کے بعد میری شادی کردی اور مستقل سرمائے کا انتظام کر کے مجھے کھیل بنا دیا۔

گذشتہ شب میں نے خواب میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کی۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ طلوع آفتاب سے قبل ہی ایک من (ایرانی وزن کے حساب سے) پاکیزہ آٹا اس ملبہ کو پوپا دینا جو کہ کوہ الوند میں مقیم ہے۔ میں نے عرض کیا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں گا میں کیونکر معلوم کروں کہ یہ آٹا حلال اور پاکیزہ ہے۔ ۹

فرمایا فلاں حاجی دباغ کے پاس جاؤ! میں خواب سے بیدار ہوا۔ لیکن رات کے صبح وقت کا اندازہ نہ کر سکا۔ اور اس خوف کے باعث گھر سے نکل پڑا کہ ایسا نہ ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے عابد تک نہ پہنچ سکوں۔ مجھے دباغ کے گھر کا پورا پتہ بھی معلوم نہیں تھا۔ جب میں تھوڑا آگے بڑھا تو رات میں گشت کرنے والے سپاہیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ اور داروغہ کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا، اسے لڑکے کی طرح سا۔ وقت ہے گھر سے باہر نکلے گا۔ میں نے کہا مجھے فلاں حاجی دباغ سے ایک کام ہے۔ ہم نے معاہدہ کیا ہے کہ رات کے پچھلے پیران سے ملاقات کروں گا۔ جب میری آنکھ کھلی تو صبح وقت معلوم نہ کر سکا۔ لہذا وعدہ خلافی کے ڈر سے گھر سے روانہ ہو گیا۔ اور گشت کے سپاہی مجھے گرفتار کر کے آپ کے پاس لے آئے۔

وہ دباغ ایک مشہور و معروف انسان تھا۔ داروغہ نے کہا میں اس جوان کی پیشانی پر صداقت اور نیک نفسی کے علامات دیکھ رہا ہوں۔ اسے حاجی دباغ کے گھر لے جاؤ، اگر وہ اسے پہچان لیں اور اسے اپنے گھر لے جائیں تو اسے چھوڑ دینا ورنہ میرے پاس واپس لے آنا وہ لوگ مجھے حاجی دباغ کے دروازے پر لائے اور یہ کہہ کر ایک طرف ہٹ گئے کہ یہ ہے اُن کا گھر۔ پس میں نے دروازے پر دستک دی۔ خود حاجی باہر آئے، میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ مجھ سے گفتگو ہوئے میری پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور گھر کے اندر لے گئے وہ سپاہی یہ دیکھ کر واپس چلے گئے۔

میں نے کہا، میں ایک من حلال اور پاکیزہ آٹا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا بسر و چشم،

اور جا کے ایک تھیلہ لے آئے جس کا منہ بند تھا ہوا تھا۔ اور کہا کہ یہ اسی مقدار میں ہے۔ میں نے کہا، اس کی قیمت کیا ہوئی۔ انھوں نے کہا جنھوں نے تمھیں اس کا حکم دیا ہے، انھیں نے مجھے بھی حکم دیا ہے۔ کہ تم سے قیمت نہ لوں۔

پس میں نے وہ تھیلہ کندھے پر رکھا۔ اور پہاڑ پر چڑھنے سے پہلے اس خوف سے کہ وقت نہ نکل جائے تعجیل کے ساتھ نماز صبح ادا کی۔ اور یہ سب خدا کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

جناب آخوند علیہ الرحمہ نے فرمایا، اس پہاڑ کے دامن کے قریب ہی جہاں ہم نے منزل کی تھی صحرائشینوں کی ایک جماعت آباد تھی۔ جن کے یہاں بھیڑیں پٹی ہوئی تھیں ہم نے تھوڑا دہی اور پنیر خریدنے کے لئے ان کے پاس آدمی بھیجا لیکن انھوں نے بیچنے سے انکار کر دیا۔ اور اسے اپنے یہاں سے نکال دیا۔ وہ خالی ہاتھ اور پریشان حال واپس آیا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ان میں سے چند لوگ اضطراب کی حالت میں ہمارے پاس آئے۔ اور کہا کہ ہم نے دہی اور پنیر فروخت کرنے سے انکار کیا، اور آپ کے بھیجے ہوئے آدمی کو دھتکار دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بھیڑیوں میں ایک بیماری پیدا ہو گئی ہے۔ وہ کھڑی کھڑی کاپٹنے لگتی ہیں۔ اس کے بعد گر کے مر جاتی ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ ہمارے بڑے رسلوک کی سزا ہے۔ پس ہم آپ کی پناہ میں آئے ہیں۔ کہ اس بلا کو ہم سے دور کیجئے۔

میں نے ان کے لئے ایک دعا لکھی۔ اور کہا کہ اسے بھیڑیوں کے درمیان ایک لکڑی پر نصب کر دینا وہ دعا بجانے کے تھوڑی دیر بعد ان میں کے تمام مرد واپس آئے اور اپنے ساتھ اتنی زیادہ مقدار میں پنیر لائے جسے ہم اٹھا بھی نہ سکتے تھے۔

اس کے بعد ہم عابد کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ تمھارے اور اس جماعت کے درمیان ایک عجیب حادثہ رونما ہوا ہے۔ قوم جن کے ایک شخص نے جو اسی مقام پر سکونت پذیر ہے مجھے تمھارے ان بعض آدمیوں کے ان لوگوں کے پاس جانے، دہی وغیرہ کے فروخت سے ان کے انکار اور تمھارے فرستادہ کو اذیت دے کے اپنے پاس سے بھگانے کی خبر دی، اور بتایا کہ یہاں بسنے والے جنات کو تم سے ہمدردی پیدا ہوئی۔ اور ان پر اس قدر غضبناک ہوئے کہ ان کی بھیڑیوں کو تلف

کرنا شروع کیا۔ انھوں نے تمھارے پاس پناہ لی اور تم سے ایک دُعا حاصل کی جو جنّت کی تہدید اور تنبیہ پر مشتمل تھی۔ جنّت نے وہ تحریر دیکھی تو آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ اب جبکہ وہ خود ہی ان لوگوں سے راضی ہو گئے ہیں اور ہم کو ڈر ہے یہ تو ہم بھی انکی بھیڑوں سے دستبردار ہو جائیں۔ اس کے بعد عابد نے اپنے بستر کے نیچے ہاتھ ڈالا اور وہ دعا نکال کے مجھے دی۔ اس عابد کا نام حسین زاہد تھا۔

وسیلہ حضرت سید الشہداء سے مرض کی شفا

جناب مولوی موصوف نے نقل کیا کہ قندھار میں عزاداری حضرت سید الشہداء کے لئے ہمارے اجداد کا ایک عزا خانہ ہے۔ میری ماں کی عم زاد بہن (چچا کی بیٹی) "عالمتاب" جو مرحوم حاج شیخ محمد طاہر قندھاری کی پھوپھی ہیں، باوجود یہ کہ نہ کسی مکتب میں گئیں نہ کسی سے تعلیم حاصل کی، نہ خط پڑھ سکتی ہیں اپنے عقیدے کی صفائی اور پاکیزگی کی بنا پر وضو کے ایک بار صلوٰت پڑھتی ہیں اور قرآن مجید کی سطر پڑھتے ہاتھ رکھ کے تلاوت شروع کرتی ہیں۔ اور ہر سطر کی تلاوت سے پہلے بھی ایک صلوٰت پڑھ لیتی ہیں۔ اسی طریقے سے پورا قرآن پڑھتی رہتی ہیں۔ اور ان کی یہ صلاحیت برابر قائم ہے۔

ان محترمہ کا ایک بیٹا ہے جس کا نام عبدالرؤف ہے۔ بچپن میں اس کے سینے اور پیٹھ میں بہت اونچا کوڑھ موجود تھا۔ جسے میں نے خود بار بار دیکھا ہے۔ عزاداری کی غرض سے شب عاشورہ عالمتاب اسی مذکورہ عزا خانے میں گئیں۔ اور اپنے ساتھ اپنے اس چار سالہ گڑبڑے بچے کو بھی لے گئیں۔ اس کے باپ اور ماں دونوں اس کی موت کی تمنا کرتے تھے کیونکہ اس صورت حال سے خود اسے اور اس کے والدین کو بہت تکلیف تھی۔ مجلس عزاء کے بعد انھوں نے اس کی گردن منبر سے باندھ دی اور کہا۔ یا حسین! خدا سے دعا کیجئے کہ اس بچے کو کل تک یا شفاء عطا فرمائے یا موت دیدے۔ ہم سو گئے تھے، دفعتاً لوگوں کے شور کی آوازوں سے بیدار ہو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ بچے کا بدن کانپ رہا ہے۔ وہ اوپر کو اچھلتا ہے پھر نیچے کو گر جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی نعرے مار رہا ہے۔ ہم لوگ پریشان ہو گئے۔ میری ماں نے

عالمتاب سے کہا۔ بچے کو گھر لے جاؤ تاکہ اسے وہیں موت آئے۔ اور اس کا باپ جو ایک غصیلہ انسان ہے کوئی اعتراض نہ کرے۔

ماں نے بچے کو گود میں اٹھایا اور اس کی شدید کپکپاہٹ کی وجہ سے وہ بھی کانپ رہی تھی۔ میں اس کے گھرتک ساتھ گیا۔ بچے کی لغزش تین چار روز تک مسلسل قائم رہی۔ اس کے بعد اس کے جسم اور گوشت کے فاضل حصے پانی ہو کر بہہ گئے۔ اور اس کا سینہ اور پشت اس طرح سے صاف ہو گئی کہ اٹھارہ کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ چند روز قبل وہ اپنی ماں کے ہمراہ زیارت کے لئے عراق آیا تھا۔ تو میں نے اس سے ملاقات کی تھی۔ وہ ایک صالح اور بلند قامت جوان ہے۔ ابھی وہ اس کی ماں زندہ ہے۔

(۹۷)

حضرت حرؓ کی کرامت

جناب مولوی موصوف ہی نے بیان کیا ہے کہ میں تیس سال قبل کر بلائے معلے میں تھا اور اختلاف حواس میں مبتلا تھا۔ میرے رفقاء تفریح اور تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے مجھے حضرت حرؓ کے روضے کی طرف لے گئے۔ میں حرم کے اندر پہنچا تو کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی۔ لہذا بیٹھ کے ایک مختصر زیارت پڑھی۔ اسی اثناء میں دیکھا کہ ایک صحرائی عرب عورت آئی اور ضریح مبارک کے قریب بیٹھ کے اپنی انگلی ضریح کے حلقے میں ڈالی اور یہ دعا پڑھی۔

يَا كَاشِفَ الْكُرْبِ عَنْ وَجْهِهِ مُحَمَّدًا يَا كَاشِفَ الْكُرْبِ عَنْ وَجْهِهِ مُحَمَّدًا يَا كَاشِفَ الْكُرْبِ عَنْ وَجْهِهِ مُحَمَّدًا

پھر اپنی انگلی نکال کر اس سے متصل دوسرے حلقے میں ڈالی اور یہی دعا پڑھی۔ اسی طرح وہ دعا پڑھتی رہی اور ضریح کا دورہ کرتی رہی۔ اس کے پانچویں یا چھٹے دور میں میں نے بھی یہ الفاظ یاد کر لئے، اور چونکہ کھڑے ہو کر اوپر سے شروع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا لہذا اپنے کو کھینچے ہوئے کسی طرح میں نے ضریح تک پہنچایا اور اپنی انگلی ضریح کے نیچے والے حلقے میں ڈال کر یہی دعا پڑھی۔ اسی طرح دوسرے حلقے میں پڑھنے کے بعد جب تیسرے حلقے میں پڑھنا شروع کیا تو ضریح کے اندر سے میری انگلیوں میں ایک ہلکی سی گرمی محسوس ہوئی جو میرے جسم کے تمام رگ و پے میں سرایت کر گئی جس طرح انجکشن کی دوا بدن میں سرایت کرتی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اٹھ سکتا ہوں۔ چنانچہ اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔ اور اسی حالت سے بقیہ حلقوں میں بھی دعا پڑھی۔

اسی وقت میرا مرض مکمل طور سے برطرف ہو گیا۔ اور پھر اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ چونکہ بعض اشخاص حضرات حرؓ ابن یزید ریاحی کی منزلت کے بارے میں شک کرتے تھے

اور کہتے ہیں کہ یہی وہ شخص تھے جو حضرت سید الشہداء کے راستے میں حایل ہوئے اور حضرت کو دینے والے جانے سے روکا۔ لہذا ان کا شبہہ دور کرنے اور ان جناب کا مقام و منزل واضح کرنے کے لئے متوجہ کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت حجر ایک مرد شریف و بزرگوار اور کوفے کے اندر ریاست کے مالک تھے۔ اور ان کا سید الشہداء کے سامنے آنا اپنی ریاست کی حفاظت کے اور اس امید پر تھا کہ یہ مرحلہ آخر کار صلح و آشتی پر تمام ہو جائے گا۔ البتہ حضرت کے ساتھ جنگ اور امام کا قتل ایسی چیزیں تھیں جن کا تصور بھی حُر کو نہیں تھا۔ اور نہ وہ ان پر یقین کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے خود فرمایا کہ اگر انھیں روز عاشورہ کے سانحے اور امام کے قتل کا اندازہ ہوتا تو وہ کبھی ایسی خطا کے مرتکب نہ ہوتے۔ جب انھوں نے روز عاشورہ امام کی تجویز سنیں، جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مجھے چھوڑ دیا جائے تاکہ میں اپنے باقی ماندہ اہلیت کے ساتھ عراق سے باہر چلا جاؤں۔ اور ابن سعد نے ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہیں کیا۔ تو جناب حُر اس کے پاس آئے اور کہا، کیا تو حسین سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا، ہاں! ایسی جنگ جس کا کم سے کم نتیجہ جہنم سے سروں اور ہاتھوں کی جدائی ہوگی۔ جناب حُر نے فرمایا، آیا تو حسین کی ان پیشکشوں میں سے کسی ایک کو بھی منظور نہیں کرے گا۔ تاکہ بات صلح اور سلامتی پر ختم ہو۔ عمر سعد نے کہا، ابن زیاد اس پر راضی نہیں ہے۔ حُر غصے اور صدمے کے عالم میں واپس ہوئے اور اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کے بہانے لشکر سے دور ہو کر امام حسین کی قیام گاہ سے آہستہ آہستہ قریب ہونے لگے۔ مہاجرین اوس نے ان سے کہا۔ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو؟ حُر نے اسکو کوئی جواب نہیں دیا اور ان کے بدن پر لڑہ طاری ہو گیا۔ مہاجر نے کہا، اے حُر! تمہارے عمل نے ہم کو شک میں ڈال دیا ہے۔ خدا کی قسم ہم نے کسی جنگ میں تمہارا یہ حال نہیں دیکھا تھا۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھتا کہ کوفے والوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ تو میں تمہارا علاوہ کسی کا نام نہ لیتا۔ پھر تمہاری یہ لڑش کس وجہ سے ہے۔؟ حُر نے کہا بخدا میں اپنے آپ کو بہشت اور دوزخ کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ اور خدا کی قسم میں بہشت کے علاوہ اور کوئی چیز اختیار نہ کروں گا۔ اگرچہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور آگ میں جلا دیا

جاؤں، اس کے بعد اپنا گھوڑا امام حسین علیہ السلام کی طرف دوڑا دیا۔ سپر الٹی کر لی، دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ لئے اور آسمان کی طرف سراٹھا کے کہا۔ خداوند! میں تیری بارگاہ میں اپنے عمل بد سے توبہ کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے پیغمبر کی دختر کی اولاد کے دلوں کو اذیت پہنچائی ہے۔

جب اس عاجزی کی حالت میں امام کے سامنے پہنچے تو سلام کیا، اپنے کو زمین پر گرے دیا۔ اور امام کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا سراٹھاؤ! تم کون ہو؟ (معلوم ہوتا ہے شرمندگی کی شدت سے انھوں نے اپنا چہرہ چھپایا تھا) انھوں عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فلا ہو جائیں۔ میں حُر ابن یزید ہوں۔ میں ہی وہ شخص ہوں جس نے آپ کو دینے جانے سے روکا۔ آپ سختی کی یہاں تک کہ اس منزل میں بھی آپ پر تنگی کی۔ خدا کی قسم میرا یہ گمان نہیں تھا کہ یہ لوگ آپ کی خواہشوں کو ٹھکرا دیں گے اور آپ کے قتل پر آمادہ ہو جائیں گے۔ آیا میری توبہ مقبول نہیں ہے۔ امام نے فرمایا یقیناً خدا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ تمہاری توبہ بھی قبول فرمائے گا۔ اور تمہیں بخش دے گا۔

اس کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ جموقت میں کوفے سے نکلا تھا تو ایک آواز میرے کانوں میں آئی تھی کہ، اے حُر! تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔ (یقیناً بشارت ان کے انجام کے اعتبار سے تھی) اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا تھا۔ کہ یہ ہرگز بشارت نہیں ہو سکتی، کیونکہ میں تو فرزند رسول سے مقابلے کے لئے جا رہا ہوں۔ ایسے موقع پر بشارت کا کیا مطلب ہے؟ لیکن اب سمجھ میں آیا کہ بشارت درست تھی۔ امام نے فرمایا وہ خوشخبری دینے والے میرے بھائی حضرت خضر تھے۔ ان کی بشارت سچی ٹھہری اور تم اجمیل اور خیر کشیر پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد انھوں نے امام سے اجازت حاصل کی اور میدان میں پہنچ کے ان کفایتیں سے آسٹی افراد کو جہنم رسید کرنے کے بعد شہید ہوئے۔ اصحاب ان کی لاش اٹھا لائے۔ اور امام کے پاس رکھ دی۔ حضرت ان کے خون آلودہ چہرے پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

”يَجْزِي مَا خَطَاؤُكُمْ اَمْلاً حِينَ سَمِعْتُمْ خُذُوا اَنْتَ وَاللّٰهُ مُحَمَّدٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ اسْتَفْهَمُوا“

یعنی آفریں ہو آفریں ہو تمہاری ماں نے تمہارا نام حُر رکھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ خدا کی قسم

تم دنیا و آخرت دونوں میں مُحبوب۔ پھر ان کے لئے استغفار فرمایا۔ بعض مقاتل میں امام کے کچھ اشعار بھی نقل کئے گئے ہیں جو حضرت نے حُرّ کا مثنویہ کہتے ہوئے نقل فرمائے تھے۔

یہ باتیں بیان کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جناب حُرّ نے اپنی خطا سے توبہ کر لی تھی۔ اور امام نے ان کی توبہ قبول بھی فرمائی تھی انھوں نے امام کے سامنے جہاد کیا اور حضرت کی نصرت کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ پس یہ فضیلت شہادت میں دیگر شہیدانِ کربلا کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ البتہ جملہ شہداء فضیلت شہادت کے علاوہ علم و عمل کے لحاظ سے بھی اپنی اپنی جگہ پر ایک خاص فضیلت کے حامل تھے۔ لہذا ہم کہیں گے کہ حضرت حُرّ بھی ایک ایسی فضیلت رکھتے ہیں۔ جسے بقول مرحوم شیخ جعفر شوستری دیگر شہیدوں کی فضیلتوں سے کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور وہ ہے توبہ کا عمل، جو شخص فوج کا سردار ہو، چاہے اراکال لشکر اس کی ماتحتی میں ہو۔ اس کے لئے عیش و عشرت کے تمام مسائل فراہم ہوں۔ اور واقعہ کربلا کے بعد ان سے بالاتر مقاصد و مدارج تک پہنچنے کی توقع رکھتا ہو وہ دفعتاً یاد خدا میں غواور خوف الہی سے اس طرح ترساں و لرزاں ہو جائے کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جائیں اس کے بعد اپنے گناہ پر شرمساری کی حالت میں اپنے چہرے کو چھپا کر اپنے کو خاک پر گر دے۔ اسکی توبہ کی کیفیت جو ایک قلبی عبادت ہے پروردگار کے نزدیک بہت ہی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ اس حد تک کہ وہ بندہ اپنے خالق کا محبوب بن جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان کی حالت توبہ نے امام کو خوش کر دیا اور اس لمحے حضرت کے غم و آلام کو برطرف کر دیا۔ اس بیان سے جملہ "یا کاشف الکُوب عنی و جُوبہ مَوَکَا الحُسَیْن" کی صحت ثابت ہوتی ہے یعنی اے بزرگوار جنھوں نے اپنی توبہ کے ذریعے امام کے چہرے سے غم دور کر دیا اور آپ کا دل شاد کر دیا۔

(ضمناً ہمیں بھی جان لینا چاہیے کہ اگر ہم اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور توبہ کی وہی کیفیت ہمیں بھی نصیب ہو جائے تو یقیناً امام زمانہ ہم سے راضی اور دلشاد ہو جائیں گے۔) پس معلوم ہوا کہ حضرت حُرّ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے ثواب اور دنیوی و آخری حاجتوں میں آپ سے توسل کے بارے میں دیگر شہداء کے ساتھ مساوی درجہ رکھتے ہیں اور حضرت

حُرّ یا حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام یا کسی دیگر شہید سے خطاب کرنے میں یا کاشف الکُوب کا فقرہ اگرچہ مفہوم کے اعتبار سے درست ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا، لیکن چونکہ کسی معصوم سے منقول نہیں ہے۔ لہذا اس کے شرع کی طرف سے وارد ہونے کا قصد نہ کرنا چاہیئے۔ جناب حُرّ کے مرتبے کے بارے میں مریدِ اطمینان کے لئے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جسے مرحوم سید نعمت اللہ جزائری نے کتاب انوارِ نعمانیہ میں بیان کیا ہے۔

جب شاہ اسماعیل صفوی نے بغداد پر قبضہ کیا اور کربلائے معلیٰ کی زیارت سے شرف ہوا تو بعض لوگوں کے بارے میں سنا کہ وہ جناب حُرّ کے بارے میں طعنہ زنی کرتے ہیں۔ پس وہ خود قبر حُرّ کے پاس حاضر ہوا اور حکم دیا کہ قبر کھولی جائے۔ جب لوگ آپ کے جسم تک پہنچے تو دیکھا کہ بدن بالکل تازہ اور اسی روز کے مانند ہے جب آپ کی شہادت ہوئی تھی۔ دیکھا گیا کہ آپ کے سر و ہر ایک کپڑا بندھا ہوا ہے۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ روز عاشورہ آپ کے سر مبارک پر ایک ضربت لگی تھی۔ جس کی وجہ سے خون جاری تھا۔ امام نے یہ کپڑا زخم کے اوپر باندھ دیا تھا۔ اور آپ اسی حالت میں دفن کئے گئے تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ کپڑا کھول دیا جائے تاکہ میں اسے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھوں۔ جب وہ کپڑا کھولا گیا تو اسی مقام زخم سے خون پھر جاری ہو گیا۔ اس جگہ دوسرا کپڑا باندھا گیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور خون بدستور جاری رہا۔ مجبوراً وہی امام کا کپڑا باندھا گیا تو خون رُک گیا۔ اس طرح بادشاہ کو جناب حُرّ کے انجام اور مرتبے کی نیکی اور عظمت کا یقین ہو گیا۔ اور اس نے آپ کی قبر پر ایک قبہ اور روضہ تعمیر کرا کے ایک خادم مقرر کیا۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حضرت حُرّ کی قبر مبارک مقام شہادت سے ایک فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے۔ جس کی دو جہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کے خاندان والوں نے جہد مبارک کو لے جا کر اپنی قیام گاہ کے قریب دفن کیا۔ اور دوسری وجہ یہ کہ آپ دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو یہیں شہید ہوئے۔ اور پہلی وجہ زیادہ قریب قیاس ہے۔

سٹری ہوئی لاش اور ذیبا کا مردار

انھیں جناب مولوی موصوف نے آقا سید رضا موسوی قندھاری سے جو ایک فاضل و پرمیر گار سید تھے۔ یہ بیان نقل کیا کہ ان کے ماموں سلطان محمد خیاظمی کا پیشہ کرتے تھے لیکن بہت تنگ دست اور پریشان حال تھے۔ ایک روز میں نے ان کو لبشاش اور ہنستا ہوا پایا تو پوچھا کیا بات ہے آج میں آپ کو شاد و خرم دیکھ رہا ہوں؟ انھوں نے فرمایا ذرا اٹھو! قریب ہے کہ خوشی کی شدت سے میرا دم نکل جائے۔ کل رات میں نے اپنے بچوں کی عمرانی، ایام عید کی قربت اور اپنی پریشانی و فلاکت کے پیش نظر بہت گریہ کیا اور اپنے مولا المؤمنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آقا! کہ آپ شاہ مرداں اور سارے زمانے میں سب سے زیادہ سخی ہیں۔ آپ میری مصیبتوں کو دیکھ رہے ہیں جب میں سویا تو دیکھا کہ قندھار کی عید گاہ کے دروازے سے باہر نکلا تو ایک بہت بڑا باغ نظر آیا۔ جس کا قلعہ سونے اور چاندی سے بنا تھا۔ اس میں ایک دروازہ تھا جس میں متعدد افراد کھڑے ہوئے تھے۔ میں ان کے قریب گیا۔ اور پوچھا کہ یہ باغ کس کا ہے؟ انھوں نے کہا حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا۔ میں نے التماس کیا کہ مجھے اس میں داخلے اور حضرت کے حضور میں حاضری کی اجازت دیں۔ انھوں نے بتایا کہ اس وقت یہاں حضرت رسولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے اجازت دی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ پہلے حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اور آنحضرت سے ایک سفارشی خط حاصل کروں گا۔ جب میں آنحضرت کی خدمت میں پہونچا اور اپنی پریشانی کی شکایت کی تو فرمایا کہ اپنے آقا ابوطحسن کے پاس جاؤ

میں نے عرض کیا مجھے کوئی حوالہ عنایت فرمائیں۔ آنحضرت نے مجھے ایک خط دیا اور دو آدمی بھی میرے ہمراہ بھیجے۔ جب میں حضرت ابوطحسن کی خدمت میں پہونچا، تو آپ نے فرمایا، سلطان محمد! تم کہاں تھے؟

میں نے کہا میں زمانے کی پریشانیوں سے آپ کی پناہ میں آیا ہوں۔ اور حضرت رسول خدا کا حوالہ بھی میرے پاس موجود ہے۔ حضرت نے وہ حوالہ لے کر پڑھا اور مجھ پر ایک نظر ڈالی میرا بازو سختی سے پکڑ کے مجھے دیوار باغ کے پاس لے گئے اور اشارہ فرمایا کہ وہ دیوار شکستہ ہو گئی۔ اور ایک تاریک و طولانی دالان ظاہر ہوا۔ مجھے ساتھ لے کر وہاں تشریف لے گئے میں اس صورتحال سے بہت خوفزدہ ہو گیا۔ آپ نے دوسرا اشارہ فرمایا تو روشنی پیدا ہو گئی۔ پھر ایک دروازہ نمایاں ہوا، اور ایک تیز بدبو میری ناک میں پہونچی۔ آپ نے سختی کے ساتھ مجھ سے فرمایا کہ اس میں داخل ہو اور چاہتے ہو اٹھاؤ۔ میں اس کے اندر پہونچا۔ تو دیکھا کہ ایک ویرانہ ہے جو مردار لاشوں سے پٹا پڑا ہے۔ حضرت نے زور دیتے ہوئے فرمایا، جلد اٹھاؤ! (وہاں لاشیں کھانے والے جانور بھی کثرت سے جمع تھے) میں نے مولا کے خوف سے ہاتھ آگے بڑھایا تو ایک مردہ مینڈک کا پاؤں میرے ہاتھ میں آ گیا۔ اور میں نے اسے اٹھا لیا۔ فرمایا، اٹھا لیا؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا، آؤ واپسی میں دالان روشن تھا۔ دالان کے وسط میں پانی سے بھری ہوئی دو دیگیں بکھیرے ہوئے چولہے پر کھتی ہوئی تھیں۔ فرمایا۔ سلطان محمد جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اسے پانی میں ڈبو کر باہر نکالو۔ میں نے اسے پانی میں ڈالا تو دیکھا کہ وہ سونا بن گیا ہے۔ حضرت نے مجھے دیکھا لیکن آپ کی ناراضگی کم ہو چکی تھی۔ فرمایا، سلطان محمد! یہ تمہارے لئے بہتر نہیں ہے۔ تم میری محبت چاہتے ہو یا یہ سونا۔ میں نے عرض کیا آپ کی محبت چاہتا ہوں۔ فرمایا پس اسے اسی ویرانے میں پھینک دو! اسے پھینکتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ اور ایک نفیس خوشبو میرے مشام میں پہونچی۔ میں اپنی خوش نصیبی پر صبح تک گریہ کرتا رہا۔ اور خدا کا شکر بجالایا کہ میں نے آقا کی محبت کو ترجیح دی اور قبول کیا۔

آقا سید رضا نے فرمایا کہ اس واقعے کے بعد سلطان محمد کی دنیاوی پریشانی اور اضطراب دفع ہو گیا۔ اور ان کی اولاد کی حالت بھی سدھ گئی۔

اس داستان کی روشنی میں چند حقیقتیں سامنے آتی ہیں جن کے ایک جز کو اس مقام پر اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کی تفصیل کسی دوسرے موقع پر انشاء اللہ صاحبان بصیرت افراد سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ دولتمندی، ذیوی نعمتوں کی فراوانی اور کامیابی عقل سلیم کے نزدیک ایک انسان کے لئے بذات خود اچھائی یا بُرائی سے متصف نہیں ہے۔ ہر چند دنیا کی تمام نعمتیں ذاتی طور پر بہتر ہیں لیکن انسان کی نسبت سے ان کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ اگر دولت و ثروت کے مالک انسان کا قلبی تعلق عالم آخرت، ابدی قیام گاہ، اور جوارِ محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم ہو اور دنیا میں جو کچھ اسے حاصل ہے وہ اسے جاگزین نہ ہو، یعنی ان چیزوں کو بالذات دوست نہ رکھتا ہو بلکہ انھیں اپنی ابدی زندگی کو سنبھالنے کا وسیلہ سمجھتا ہو تو یقیناً ایسی دولت و ثروت اس کے لئے حقیقی نعمت و ابدی سیاست کا پیش خیمہ ہے۔ اور ایسے شخص کی علامت یہ ہے کہ وہ دولت و ثروت میں اضافے کی سعی تو کرتا ہے لیکن حرص و ہوس اور اس کے ساتھ قلبی محبت کی بنا پر نہیں اور اس کی حفاظت کی کوشش تو کرتا ہے لیکن حق کی راہ میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ یعنی باطل کے راستے پر تو ایک درہم صرف کرنے سے بھی احتراز کرتا ہے۔ لیکن خدا کی راہ میں اپنا سارا سرمایہ بھی خرچ کرنے میں پس و پیش نہیں کرتا۔ نیز ایسا شخص اپنی ثروت پر ناز اور تکبر نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے کو ایک تہی دست آدمی کے ساتھ یکساں اور مساوی حیثیت میں دیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس کی تمام دولت اور دیگر مادی و البط تلف ہو جائیں تو اسے اندرونی اضطراب اور قلبی صدمہ لاحق نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی کا قلبی میلان اور وابستگی صرف مادی زندگی اور دنیاوی خواہشوں کے لئے وقف ہو۔ وہ دولتمندی کو بالذات دوست رکھتا ہو۔ اسے صرف نفسانی آرزوؤں کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتا ہو۔ موت کے بعد حیات پروردگار کی بارگاہ میں قرب اور جوارِ اہل محمد علیہم السلام میں رسائی کو ایک فقط افسانہ جانتا ہو۔ یہ چیزیں صرف اس کی زبان تک محدود ہوں۔ جب یہ کہتا ہو کہ قیامت حق ہے۔ میزان و صراط و جنت و جہنم سب حق ہیں۔ تو یہ ایسے امور ہوں جو محض اس کی زبان پر جاری ہوں اور اس کا دلی تعلق تنہا دنیا سے ہو تو حقیقی طور سے ایسے شخص کے لئے زیادتی ثروت اور دنیاوی کامیابیاں بلائے عظیم اور شقاوت

ابدی کی موجب ہیں۔ عالم حقیقت میں ایسے شخص کی مثال اس شخص کے مانند ہے جس کے لئے بادشاہی کا اہتمام ہو چکا ہو اور اب اُسے آگے بڑھ کے اور شاہی محل میں داخل ہونے کے تحت سلطنت پر بیٹھنا اور انواع اقسام کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا ہو۔ پس وہ اثنائے راہ میں ایک ایسے ویرانے میں پہنچے جولاٹوں سے اور مُردار غار جانوروں اور گدھوں سے بھرا ہوا ہو۔ وہ اسی ویرانے میں پڑاؤ ڈال دے۔ اور قصر شاہی کے عیش و عشرت کے مقابلے میں یہاں مُردار کھانے پر قناعت کرے۔ چنانچہ مذکورہ داستان میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چونکہ دولتمندی اور دنیاوی کامیابی اکثر انسان کے لئے ایک ایسا جال ثابت ہوتی ہے جو اسے اپنا شکار بنا لیتا ہے یعنی ان چیزوں کی محبت اس کے دل میں جڑ پکڑ لیتی ہے۔ یہ عالم اعلیٰ سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور بعد موت کے عالم سے اس کا قلبی تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔

میت بہتر سال کے بعد بھی تازہ ہے

پیر روشن ضمیر حاج محمد علی سلامی ساکن ابرقو (جو سبز کے طغات میں سے ہے) نے جن کا سن شریف ۹۰ سال کے قریب ہے۔ اور جب وہ شیراز آئے ہیں تو مسجد جامع کی جماعت میں بھی شریک ہوئے ہیں بیان کیا کہ وہ ۳۲ سالہ میں شہر وادی (نیو پلائی) کی جانب سے ابرقو میں پارک کے گرد و ٹرک بنائیکے لئے کھدائی میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک ایسے سرداب تک پہنچ گئے جس میں عالم سبز گوار حاج ملا محمد صادق کا جسد محفوظ تھا انکے انتقال کو ۱۲ سال ہو چکے تھے لیکن انھوں نے دیکھا کہ انکا جسد بالکل تازہ ہے جیسے اسی روز دفن کئے گئے ہوں۔ ان کی انگلیاں اور ناخن سب سب صحیح و سالم تھے حاجی موصوف نے بتایا کہ میں نے اپنی زوجانی کی عمر میں انھیں دیکھا تھا۔ چونکہ انھوں نے وصیت کی تھی کہ انکا جنازہ نجف اشرف پہنچایا جائے لہذا اسے قوی طور پر سرداب میں امانت رکھ دیا گیا تھا۔ اسکے بعد اسطوف تو جہیز میں ہوئی یہاں تک کہ ان کے صوبے بھی انتقال کر گئے اور کوئی دوسرا شخص جنازہ لیجا بیٹا والا پیدا نہیں ہوا۔ اس واقعہ کو ہم لوگ بھول چکے تھے کہ اس روز بہتر سال کے بعد انکی میت برآمد ہوئی۔ اور اسے تابوت میں رکھ کر تم لجا لیا گیا پھر وہاں سے نجف اشرف منتقل کیا گیا۔

محرم ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ بعض مقدس روجوں کی اس حیات حقیقی کی تاثیر سے جو انھیں حاصل ہے انکے مبارک اہم جنکے ساتھ انھوں نے برسوں کا کام کیا ہے۔ زندگی کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ اور وہ ان سے مفاقت کے بعد مٹی کے نیچے پوشیدہ ہو گئے ہیں انکی نظر تو جس سے نہاں نہیں ہوتے اور اسی بنا پر ایک نامعلوم مدت تک ترمو تازہ رہتے ہیں۔ بہت سے پیغمبروں، امام زادوں اور بزرگ علماء کے پاکیزہ اجسام ان کے انتقال کے صد سال کے بعد بھی ان کی قبروں کے اندر تازہ دیکھے ہیں۔ اور ان کا ذکر تاتلخ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے مثال کے طور پر حضرت شہیدؒ، حضرت دانیالؑ، حضرت احمد بن موسیٰ شاجرؑ، سیّد علاء الدین حسینؑ، جناب ابن بابویہؑ، شیخ صدوقؑ رے کے اندر اور جناب محمد بن یعقوب کلینی بغدادیؑ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات جن کی پوری تفصیل موضوع کتاب سے خارج ہے۔

نجف اشرف کا سفر اور بیٹے کی شفا

جناب آقا شے شیخ محمد انصاری دارابی نے جن سے داستان نمبر ۸۲ نقل کی جا چکی ہے بیان کیا کہ سفر کر بلائے محلّے سے پہلے مجھ سے عالم رویا (خواب) میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ زیارت کے لئے آؤ۔ میں نے عرض کیا میرے پاس سفر کے وسائل مہیا نہیں ہیں۔ فرمایا یہ میرے ذمّے ہے۔ پس زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ نجف اشرف تک پہنچنے کے اخراجات فراہم ہو گئے۔ اور نجف اشرف میں بھی وہاں قیام کرنے اور وہاں سے واپس آنے کے لئے حسب ضرورت پیسوں کا انتظام ہو گیا۔

اس کے علاوہ وہ میرے بیٹے کو صرع (مرگی) کا مرض لاحق تھا۔ چنانچہ اسے بھی طلب شفاء کے لئے ہمراہ لے گیا تھا۔ اور نجف اشرف میں خدا نے اسے بھی صحت عطا فرمائی۔

پیسوں کا حصول اور ان کا دوام

نیز انھوں نے اپنے باپ موسوم بہ شیخ محترم ابن شیخ عبدالعہد انصاری سے نقل کیا کہ میں اور میرے ایک رفیق سفر موسوم بہ غلام حسین زیارت کربلا کے مشتاق ہوئے لیکن ہمارے پاس زاد راہ کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ ہم دونوں کوہ داراب کی چوٹی سے خالی ہاتھ روانہ ہوئے۔ ہم لوگ ہر منزل پر دو ایک روز ٹھہر کر محنت مزدوری کرتے تھے پھر آگے بڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے اپنے کو پانچ ماہ کی مدت میں پایادہ کرمانشاہ کے راستے کر بلائے معلیٰ پہنچایا، اور وہاں بھی روزانہ کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے تھے جس سے ہمارے خورد و نوش کا انتظام ہو جاتا تھا۔ لیکن نجف اشرف میں ہم کو دور و نزدیک کوئی کام نہیں ملا عید غدیر کی شب ہم بھوکے تھے اور کوئی ذریعہ بھی نظر نہیں آتا تھا لہذا ہم نے اپنے دل میں کہا۔ کہ ہمیں حرم اقدس ہی میں قیام کرنا چاہیئے۔ تاکہ اگر ہماری تقدیر میں مرنا ہی ہو تو اسی جگہ موت آئے جب تھوڑی رات گزری تو چار سبز گوار حضرات حرم مطہر میں داخل ہوئے ان میں سے ایک بزرگ میرے قریب تشریف لائے اور میرا، میرے باپ کا، میرے دادا کا، اور میرے چچا کا نام لیا جس پر مجھ کو بہت تعجب ہوا۔ اس کے بعد چند فقری سکے میرے ہاتھ میں رکھ کے چلے گئے جب میں نے انھیں شمار کیا تو تقریباً چار تو مان تھے ہم لوگ دو ماہ تک عراق میں رہے اور انھیں پیسوں میں سے خرچ کرتے رہے۔ پھر وطن واپس آنے کے بعد بھی دو مہینوں تک انھیں میں سے خرچ کیا۔ اس کے بعد وہ دفعتاً ختم ہو گئے۔

مریض کی شفا اور قبر میثم کی تعمیر

جناب آقا کے قندھاری مذکور نیز نجف اشرف کے دیگر مؤلف اور محدثان کی ایک جماعت نے نقل کیا کہ رشاد مرضہ جو عراق کے درجہ اول کے تاجروں میں سے ہیں سات سال قبل اندرون سرطان کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ عراق لبنان اور شام کے اطباء ان کے علاج سے عاجز ہو گئے تو انھوں نے اس کے لئے یورپین ممالک کا سفر اختیار کیا۔ لیکن بالآخر وہاں بھی ان سے یہی کہا گیا کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے خواہ ہم اس کا آپریشن کریں یا نہ کریں۔ سرطان کی جڑیں دل میں پہنچ چکی ہیں۔ بالخرض اگر ہم آپریشن کریں بھی تو ہو سکتا ہے موت میں ایک ہفتے کی تاخیر ہو جائے۔ وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چکے تھے کہ رات کو انھوں نے خواب میں ایک عرب کو دیکھا کہ وہ موتی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے محاسن اوسط درجے کے ہیں۔ انھوں نے کہا رشاد مرضہ! اگر تم میری قبر کو درست کر دو تو میں خدا سے تمہاری شفا کے لئے دعا کروں گا۔

انھوں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ تو فرمایا میں میثم تمار ہوں۔ (پہلے جناب میثم کا مقبرہ بہت مختصر اور معمولی حیثیت میں تھا)۔

یہ خواب سے بیدار ہو گئے، اس کے بعد دو مرتبہ سوئے۔ اور ہر بار یہی منظر دیکھا، یہاں تک کہ تیسری مرتبہ بھی یہی کیفیت مشاہدہ کی۔

صبح کو بیدار ہونے کے بعد ہوائی جہاز سے بغداد واپس ہوئے اور راستے کے درمیان ہی سے خود ان کی خواہش پر انھیں براہ راست جناب میثم کی قبر پر پہنچایا گیا۔ اور انھوں نے وہیں قیام کیا۔

رات کے وقت وہی شخصیت جسے انھوں نے خواب میں دیکھا تھا ان کی نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوئی اور آواز دی ”رشاد مرضہ اقم“

یعنی، اٹھو! انھوں نے کہا میں اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس پر اس نے سختی سے کہا۔ ”قم“ دفعۃً یہ کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے اندر مرض کا کوئی اثر بھی نہیں پایا۔ اس کے بعد یہ فوراً جناب میثم کا روضہ تعمیر کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور موجودہ

شاذار قبہ بنوایا۔

پھر حضرت مسلم ابن عقیل کا روضہ تعمیر کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس پر طلانی قبہ مکمل کرایا۔

اس سے فراغت کے بعد مولائے کائنات حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے گنبد کی جدید تلاکاری کے لئے دو سو کلو (کلو گرام) سونا پیش کیا اور مجد اللہ اس کی تکمیل بھی ہو چکی ہے۔

قم کے اندر الہییت کا معجزہ

سید جلیل اور فاضل نبیل جناب آقائے سید حسن برقی واعظ اسکن قم نے لکھا ہے کہ آقائے قاسم عبدالمعینی نے جو آستانہ مقدسہ حضرت مصومہ سلام اللہ کے موزیم کے محافظ دستے کے رکن اور اب بھی ۳۷ سالہ ہیں اسی جگہ پر خدمت میں مشغول ہیں اور چون کا ذاتی مکان خیابان تہران کو چھ آفاقال میں ہے۔ مجھ سے بیان کیا کہ جس زمانے میں نقل و حمل کا کام کرنے والی ایک جماعت اپنا سامان جنوب کے راستے سے روس لے جاتی تھی اور فی الحال ایران میں موجود تھی۔ میں ریلوے میں کام کرتا تھا۔ اتفاق سے میرا ایک پاؤں پتھر ڈھونڈنے والے ٹرک کے پہیے کے نیچے آگیا۔ مجھے شہر قم کے فاطمی ہسپتال میں لے گئے۔ جہاں ڈاکٹر مدنی کی (جو ابھی زندہ ہیں) اور ڈاکٹر سیفی کی نگرانی میں میرا علاج شروع ہوا۔

میرا پاؤں دم کر کے ایک بڑے ٹکڑے کے مانند ہو گیا تھا۔ مجھے درد کی شدت کی وجہ سے پچاس شب دروز تک ایک لحظے کے لئے بھی نیند نہیں آئی، میں شدید درد کے باعث مستقل نالہ و فریاد کرتا تھا۔ اور یہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی شخص میرے پاؤں پر ہاتھ رکھ دے۔ کیونکہ میں درد کی وجہ سے بے قابو ہو جاتا تھا اور سارے دارو اور حال میری چیخ و پکار سے گونجنے لگتا تھا۔ میں اس دوران حضرت فاطمہ زہرا، حضرت زینب اور حضرت مصومہ قم سے متوکل تھا۔ اور میری ماں اپنے زیادہ تر اوقات میں حرم جناب مصومہ میں حاضر ہو کر توسل اختیار کرتی تھیں۔

میری دائی جانب تقریباً ایک میٹر کے فاصلے پر تیرہ، چودہ سال کا ایک لڑکا جس کا باپ ایک کارنگیر تھا، میری ہی طرح بستر علالت پر پڑا ہوا تھا۔ اسے تہران میں گولی لگ گئی تھی اور زخم بگڑ کے جذام کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ ڈاکٹر اس کی طرف سے واپس ہو چکے تھے۔ وہ چند روز سے احتضار کی حالت میں تھا۔ کسی کسی وقت اس کی بہت ہی خفیف آواز سنائی دیتی تھی۔ اور جب نرسیں اس کی خبر گیری کے لئے آتی تھیں تو پوچھتی تھیں کہ کیا ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اور وہ سب ہر لمحہ اس کی موت کی منتظر رہتی تھیں۔

پچاسویں شب میں نے خود کشی کی نیت سے تھوڑا زہر فراہم کر کے تھکے کے نیچے رکھ لیا۔ اور عزم کر لیا کہ آج کی رات اگر کوئی فائدہ نہ ہو تو خود کشی کر لوں گا۔ کیونکہ اب میری طاقت جواب دے چکی تھی۔ میری ماں مجھے دیکھنے کے لئے آئی تو میں نے اس سے کہا کہ اگر آپ نے آج کی شب جناب معصومہ سے میری شفا حاصل کرنی تو بہتر ہے ورنہ صبح کو تخت پر میری میت ملے گی۔ میں نے یہ بات کافی زور دیکر کہی، کیونکہ میرا بخت ارادہ ہو چکا تھا۔ میری ماں غروب آفتاب کے وقت حرم مطہر کی طرف چلی گئیں۔ اسی رات تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا کہ باعظمت بیبیاں (داڑ کے دروازے سے نہیں بلکہ) باغ کے دروازے سے میرے کمرے میں جہاں وہ لڑکا بھی میرے پہلو میں تخت پر لیٹا ہوا تھا داخل ہوئیں۔ ان میں سے ایک بی بی کے بارے میں ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کی شخصیت سب سے بلند ہے۔ اور ایسا سمجھ میں آ رہا تھا کہ پہلی جناب فاطمہ زہرا، دوسری حضرت زینب، تیسری، حضرت معصومہ، ثم سلام اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا سب سے آگے حضرت زینب سلام اللہ علیہا ان کے پیچھے اور جناب معصومہ سلام اللہ علیہا ان کے پیچھے پیچھے تشریف لارہی تھیں۔ یہ بیبیاں براہ راست اسی لڑکے کے تخت کے پاس پہنچیں اور تینوں ایک دوسرے کے پہلو میں کھڑی ہو گئیں۔ حضرت فاطمہ زہرا نے لڑکے سے فرمایا۔ اٹھو! اس نے کہا میں اٹھ نہیں سکتا۔ پھر فرمایا، اٹھو! اس نے دوبارہ بھی یہی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا تم اچھے ہو گئے ہو۔ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکا اٹھ کے بیٹھ گیا۔ اب میں اس انتظار میں تھا کہ میری جانب بھی کچھ توجہ فرمائیں گی۔ لیکن میری توقع کے

برخلاف میرے تخت کی جانب متوجہ نہیں ہوئیں۔ اسی اثنا میں میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مخدرات عصمت و طہارت کی نظر عنایت میرے حال پر نہیں تھی۔ چنانچہ تکیہ کے نیچے ہاتھ ڈالا تو جو زہر مہیا کیا تھا۔ اسے نکال کے کھالوں بھر سوچا کہ جب انھوں نے میرے کمرے میں قدم رکھا ہے تو ممکن ہے ان کے قدم کی برکت سے میں نے بھی شفا پائی ہو۔ میں نے اپنا ہاتھ اپنے پاؤں پر رکھا تو دیکھا کہ درد نہیں کمر رہا ہے پھر پاؤں کو آہستہ سے حرکت دی تو دیکھا کہ حرکت بھی کر رہا ہے۔ میں نے سمجھ لیا کہ مجھ پر بھی توجہ مبذول ہوئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو نرسیں آئیں، پوچھا پوچھ کس حال میں ہے وہ اس خیال میں تھیں کہ سچہ مر چکا ہے۔ میں نے کہا بچہ اچھا ہو گیا ہے۔ انھوں نے کہا، یہ تم کیا کہہ رہے ہو، میں نے کہا قطعاً ٹھیک ہو چکا ہے۔ اور چونکہ وہ سو رہا تھا لہذا میں نے کہا جگنا نا نہیں یہاں تک کہ جب وہ بیدار ہوا تو ڈاکٹر آئے اور اس کے پاؤں میں زخم کا کوئی نشان نہیں ملا۔ گویا کہ وہ کبھی زخمی تھا ہی نہیں۔ البتہ وہ لوگ ابھی اصل صورتحال سے بخیر تھے ایک نرس آئی اور اس نے معمول کے مطابق جدید مرہم پٹی کے لئے میرے پاؤں کی پٹی کھول کے روئی ہٹائی۔ چونکہ پاؤں کا ورم ختم ہو چکا تھا۔ لہذا روئی اور پاؤں کے درمیان فاصلہ موجود تھا۔ اور ظاہر ہو رہا تھا کہ حقیقتاً اس مقام پر کوئی زخم یا چوٹ تھی ہی نہیں۔ میری ماں حرم سے واپس آئی تو اس کی آنکھیں روتے روتے ورم گر گئیں تھیں۔ مجھ سے پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے اس خیال سے اپنی مکمل صحت کا ذکر نہیں کیا کہ اسے شادی مرگن ہو جائے۔ میں نے کہا پہلے سے بہتر ہوں۔ مجھے ایک چھڑی لاد دیجئے تاکہ اس کے ہمارے گھر تک جاسکوں (یعنی ایک مصنوعی بہانہ تھا) غرض کہ گھر پہنچنے کے بعد سارا ماجرا نقل کیا۔ ادھر ہسپتال میں میری اور اس لڑکے کی شفایابی کے بعد تمام ڈاکٹروں اور نرسیوں میں اس قدر جوش و خروش اور شور و غوغا برپا ہوا تھا کہ زبان اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ گریے اور صلوات کی آوازیں سے کمرے اور وارد کی ساری فضا گونج رہی تھی۔

حضرت ولی عصر کا معجزہ اور مریض کی شفا

حقیقۃً یعنی سید حسن برقی کو ایک مدت سے مسجد صاحب الزمان ارواحنا فداہ معروف برسی جگران قم میں حاضری کی توفیق حاصل ہے۔ تین ہفتے قبل (شب چہار شنبہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ میں) مشرف ہوا تو مسجد کے قہوہ خانے میں جہاں مصافحہ سنگی رفع کرنے کے لئے بیٹھتے اور چائے نوشی کرتے ہیں ایک شخص محمد احمد پهلوانی ساکن شاہراہ عبد العظیم سے ملاقات ہوئی۔ عبد اللہ کبابی توکل نے سلام کیا اور رسمی طور سے جواب سلام کے بعد باہم احوال پرسی کا سلسلہ شروع ہوا۔ انھوں نے کہا چار سال پورے ہو رہے ہیں میں چہار شنبہ کی شبوں میں مسجد جگران سے مشرف ہوتا ہوں۔ میں نے کہا، آپ نے باقاعدہ کوئی چیز دیکھی ہے جس کی وجہ سے اتنی مستقل پابندی کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ دستور کے مطابق جو شخص امام زمانہ صلوات اللہ علیہ کے گھر میں آتا ہے وہ ان امید واپس نہیں جاتا۔ اور کیا آپ نے اپنی کوئی مراد حاصل کی ہے۔

انھوں نے کہا ہاں، اگر میں نے کچھ دیکھا ہے تو حاضری نہ دیتا۔ سال گذشتہ ایک چہار شنبہ کی شب میں تہران کے اندر میرے ایک عزیز قریب کی شادی تھی جس کی وجہ سے میں یہاں حاضر نہ ہو سکا۔ اگرچہ شادی کے جشن میں موسیقی وغیرہ جیسی کھل ہوئی معصیت کا ارتکاب نہیں تھا لیکن جب میں شام کا کھانا کھانے کے بعد اپنے گھر گیا اور سویا تو نصف شب کے بعد میری آنکھ کھل گئی مجھے پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے اٹھنا چاہا تو دیکھا کہ میرا ایک پاؤں جنبش نہیں کر رہا ہے۔ میں نے پاؤں کو حرکت دینے کی ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ میں نے اپنی اہلیہ جگایا اور بتایا کہ میرا پاؤں جنبش نہیں کر رہا ہے۔

اس نے کہا شاید ٹھنڈک لگ گئی ہو۔ میں نے کہا سردی کا موسم نہیں ہے۔ (کیونکہ وہ گرمی کی فصل تھی) میں نے اپنے کو بالکل معذور پایا تو اپنے ایک ہمسائے اور دوست اصغر آقا کو بلانے کے لئے کہا، وہ آئے۔ تو میں نے کہا کسی ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔ انھوں نے کہا اس وقت ڈاکٹر کہاں ملے گا۔

میں نے کہا، سوا اس کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ بالآخر وہ گئے اور ایک ڈاکٹر کو جن کا نام ڈاکٹر شاہرخ ہے اور عبسہ حضرت عبد العظیم کے گرد دائرہ نمائش پر مطب کرتے ہیں لے آئے۔ ان کے پاس ایک تھوڑی تھی ابتدائی معائنہ کے بعد اسے میرے زانو پر مارا لیکن مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا، اور پاؤں نے حرکت نہیں کی۔ ایک سوئی بھی میرے پاؤں کے تلوے میں چھوئی اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ دوسرے پاؤں میں چھوئی وہاں بھی درد نہیں ہوا۔ پھر میرے بازو میں چھوئی تو درد محسوس ہوا۔ ایک نسخہ لکھ دیا اور میری غیبت میں اصغر آقا سے کہہ گئے کہ سکتے کامرض ہے اچھا نہیں ہوگا۔ جب صبح ہوئی اور بچے بستروں سے اٹھے اور مجھے اس حال میں دیکھا تو گریہ وزاری شروع کی۔ میری ماں کو علم ہوا تو انھوں نے بھی اپنا سر اور پہرہ پٹینا شروع کر دیا۔ اور ہمارے گھر میں ایک شور و غوغا برپا ہو گیا، صبح کے تقریباً نو بجے ہوں گے جب میں نے کہا، یا امام زمانہ میں ہر چہار شنبہ کی شب آپ کی خدمت میں پہنچتا تھا۔ لیکن کل کی شب نہیں آسکا اور کوئی گناہ بھی نہیں کیا ہے۔ میری طرف توجہ فرمائیے اس لئے مجھے ہر گز یہ طاری ہو گیا اور پھر مجھے نیند آگئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آقا تشریف لائے اور ایک عصا میرے ہاتھ میں دے کے فرمایا، اٹھو! میں نے کہا آقا میں اس لائق نہیں۔! فرمایا، میں کہتا ہوں اٹھو! میں نے کہا میں اٹھ نہیں سکتا۔ انھوں نے آگے بڑھ کے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حرکت دی اسی اثنا میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ پاؤں کو جنبش دے سکتا ہوں۔ چنانچہ میں اٹھ کے بیٹھ گیا، اس کے بعد کھڑا ہو گیا اور شوق کے عالم میں اطمینان قلب کے لئے اچھلنے کودنے لگا۔ لیکن اس خیال سے کہ میری ماں مجھے اس حال میں نہ دیکھیں در نہ خوشی سے انھیں سکتا ہو سکتا ہے پھر لیٹ گیا۔

میری ماں آئیں تو میں نے کہا مجھے ایک چھڑی دیجئے تاکہ اس کے سہارے اٹھ سکوں اس طرح انھیں آہستہ آہستہ احساس کرایا، کہ میں حضرت ولی عصر علیہ السلام کے فرجہ

سے توسل کی بدولت صحتیاب ہو چکا ہوں۔

میں نے کہا اصغر آقا کو بلائیے۔ جب وہ آئے تو میں نے کہا، ڈاکٹر کو لاؤ۔ اور ان سے کہو کہ فلاں شخص اچھا ہو گیا ہے۔ اصغر آقا گئے اور واپسی میں بتایا کہ ڈاکٹر کہتا ہے یہ جھوٹ ہے، وہ اچھے نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ سچ کہتے ہیں تو خود چل کر یہاں آئیں۔ چنانچہ میں اپنے پاؤں سے چل کے گیا۔ پھر بھی انھوں نے یقین نہیں کیا۔ اور میرے تلوے میں سونے چھوٹی جس سے میری پیچ بلی ہو گئی۔

مجھ سے پوچھا تم نے کیا کیا ہے؟ میں نے اپنا حال اور حضرت ولی عصر سے توسل کی کیفیت بیان کی، تو انھوں نے کہا، یقیناً یہ معجزہ ہے۔ اگر تم یورپ اور امریکہ بھی گئے ہوتے تب بھی تمہارا علاج ممکن نہیں تھا۔

(۱۰۵)

ایک عجیب سہ گزشت اور سختی کے بعد کُشادگی

آقائے برقی موصوف کہتے ہیں کہ ایک شخص مشہری محمد جہانگیر مختلف مقامات کا دورہ کر کے فرش اور کنبل بیچنے کا پیشہ کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں اکثر کاشان بھی جاتے ہیں میں انھیں برسوں سے پہچانتا ہوں۔ لیکن کبھی ان کے ساتھ سفر یا ہم نشینہ کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ البتہ یہ نجوبی جانتا ہوں کہ وہ ایک سچے انسان اور شرافت و نیک نفسی میں مشہور ہیں۔ باوجودیکہ ان کے پاس سرمایہ کی بہت کمی ہے۔ اور چند روز قبل میں ان کے گھر پر گیا تو دیکھا کہ ان کی زندگی بالکل متوسط درجے کی ہے، پھر بھی اگر وہ چاہیں تو اکثر تجارت انھیں ایک لاکھ تومان سے زیادہ قیمت کا مال دینے کو تیار ہیں۔ لیکن وہ خود اپنی مالی قدرت کے مطابق ہی مال اٹھاتے ہیں۔

چند روز قبل جب میں کاشان کے سفر میں تھا، ان کے پہلو میں بیٹھنے کا موقع ملا انھوں نے دینی مطالب پر گفتگو اور معجزات ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین سے بحث کے ضمن میں کہا کہ آقائے برقی! انسان کو چاہیے کہ اپنے دل پر قابو رکھے تاکہ اس کی حاجت پوری ہو سکے۔ اس کے بعد بھلے طور سے اپنا حال بیان کیا، اور کہا کہ کسی دوسرے موقع پر اپنے حالات زندگی کی تفصیل بیان کروں گا۔ جس سے پوری ایک کتاب مرتب ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ میری حالت بہت اچھی تھی اور گھوم بھر کے فرش فروشی کرنے سے روزانہ تقریباً سو تومان یا اس سے بھی زیادہ کا نفع ہو جاتا تھا، لیکن جب انسان دو لقمہ ہو جاتا ہے تو گناہ بھی کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ میں بھی کبھی کبھی گناہ میں آلودہ ہونے لگا۔ یہاں تک

میرے اقبال کا ستارہ زوال کی طرف بٹل ہوا۔ سارا سرمایہ میرے ہاتھوں سے جاتا رہا اور میں ایک ہزار تومان سے زیادہ کا مقروض ہو گیا جبکہ ادائیگی کے لئے میرے پاس ایک تومان بھی نہیں تھا۔ کئی مہینوں تک میں اپنے مکان سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ جب میں بیٹھے بیٹھے خستہ ہو جاتا تھا تو راتوں کو لباس بدل کے پوری احتیاط کے ساتھ کوپے کے اندر نکلتا تھا۔

ایک رات میرے ایک قرضخواہ نے جس کو میرے باہر نکلنے کا علم تھا ایک سپاہی کو بلا کر اندھیرے میں بٹھا دیا۔ اور جیسے میں باہر آیا مجھے گرفتار کر دیا۔ میں نے کو توالی میں کہا کہ مجھے قید خانے لے چلو، لیکن رات بھر میں بھی تمہارا مطالبہ وصول نہ ہو گا۔ کیونکہ میرے پاس دس پیسے بھی نہیں ہیں۔ البتہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر خدا کے عزوجل نے گنجائش پیدا کی تو میں قرض ادا کروں گا۔ اس بات پر انھوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

ایک دوسرا قرضخواہ (جس کا انھوں نے نام بھی بتایا تھا) میرے دروازے پر آیا تھا۔ میری بیوی ایک چھوٹے دو سال کے بچے کو لے کر دروازے کے پیچھے پہنچی تو اس نے دروازے پر ایسی لات ماری کہ اس کی ضرب میری زوجہ کے پیٹ اور اس بچے پر لگی کہ بچہ چند گھنٹوں میں مر گیا۔ اور میری زوجہ بیمار ہو گئی اور باوجود اس کے کہ اس واقعے کو بیس سال سے زیادہ ہو چکے ہیں وہ اب بھی بیمار ہے۔ میرے گھر میں جو کچھ بھی تھا اسے لیجا کر میری بیوی نے فروخت کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم ایک روٹی خریدنے کے لئے کبھی کبھی چائے کی پیالی (فنجان) اور تشری بھی فروخت کر دیتے تھے۔

بالآخر میں نے طے کیا کہ ایران سے نکل کے عتبات عالیات کی طرف چلا جاؤں۔ شاید وہاں کوئی کام مل جائے اور ساتھ ہی قرضخواہوں کے شر سے بھی محفوظ رہوں۔ اس کے علاوہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے توسل بھی اختیار کروں۔ میں اپنے وطن سے خرم شہر کے راستے روانہ ہوا میرے ساتھ صرف ایک چھوٹی سی خورجین تھی جس میں مختصر سا سامان رکھ لیا تھا۔ یہاں کھانے کے لئے بھی کوئی چیز نہیں تھی۔ جب میں عراق کی سرزمین پر پہنچا تو تنہائی کا عالم تھا۔ اور راستے سے بھی واقف نہیں تھا۔ یعنی سمجھے بوجھے ایک خلستان میں چل نکلا یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ اور یہ راستہ کہاں پر تمام ہو گا۔ وہاں کوئی دوسرا شخص بھی نہ تھا جس سے راستہ دریافت کرتا۔ نہ

کھانے کے لئے کوئی غذا موجود تھی۔ میں بھوک اور سفر کی تھکن سے ڈر ہال ہو چکا تھا۔ درخت سے گرے ہوئے کچھ خمرے زمین پر پڑے ہوئے تھے لیکن انھیں اس خیال سے نہیں کھایا کہ ان کا استعمال میرے لئے جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسی حالت میں رات ہو گئی۔ اور اندھیرا چھا گیا، میں اسی سسنان اور تاریک خلستان میں بیٹھ گیا۔ اپنی خورجین زمین کے اوپر رکھ دی اور مجھ پر بے اختیار گر پڑی ہو گیا۔ میں بلند آواز سے رو رہا تھا کہ ناگہاں دیکھا کہ ایک بہت ہی نورانی صورت بنرگوار تشریف لائے۔ ان کے سر پر بغیر عقاب کے ایک چغفہ تھا۔ (اس سے مراد وہ رومال ہے جو عرب لوگ اپنے سروں پر باندھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ سر بند نہیں تھا۔) انھوں نے فارسی زبان میں فرمایا۔ اس قدر پریشان کیوں ہو؟ غم نہ کرو میں ابھی تمہیں پہنچاتا ہوں۔ میں نے کہا، آقا! میں راستے سے واقف نہیں ہوں۔ فرمایا میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔ اپنی خورجین اٹھاؤ اور میرے ساتھ آؤ۔ میں شاید دس قدم بھی نہیں چلا تھا کہ دیکھا ایک چوڑی پختہ سڑک ہے۔ فرمایا اسی جگہ ٹھہرو ابھی ایک بس آئے گی اور تمہیں لیجائے گی۔ اتنے میں دوسرے بس کی روشنی ظاہر ہوئی اور وہ آتا چلے گئے۔ جب گاڑی میرے قریب پہنچی تو عود ہی رک گئی۔ اور مجھے سوار کر لیا۔ ایک مقام پر پہنچ کے مجھے دوسری بس میں بٹھا دیا، اور مجھ سے کوئی کرایہ بھی نہیں مانگا۔ اسی طرح کربلائے معلیٰ تک ہر ایک بس والا مجھے منزل پنزل دوسری بس کے حوالے کرتا رہا۔ اور کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ کربلا لائے۔ گویا کہ وہ پہلے ہی سے اس کام پر مامور تھے۔

کربلائے معلیٰ میں بھی مجھے کوئی کام نہیں ملا میری حالت بہت خراب تھی چنانچہ میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے حرم مطہر میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ آقا! میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ میرے حالات درست فرمادیجئے۔ اس کے بعد بہت گریہ کیا۔ جب میں حرم اقدس سے باہر آیا تو (یہ اربعین کا روز تھا) میں نے انھیں آقا کو دیکھا، جنھیں خلستان میں دیکھا تھا۔ میں نے سلام کیا تو انھوں نے جواب دیا۔ اور مجھے دئل دینار مرحمت کر کے فرمایا کہ یہ دس دینار لو! میں نے کہا، آقا! یہ کم ہیں۔ فرمایا کم نہیں ہیں، اگر کم ہوں گے تو میں اور دیدوں گا۔ میں نے

کہنا، آقا! آپ کا پتہ کیا ہے؟ فرمایا، ہم انھیں جگہوں پر ملتے ہیں۔

مشہدی محمد کہتے تھے کہ وہ پیسے بھی عجیب تھے۔ ان سے ایک عجیب قسم کی عطر کی خوشبو آتی تھی میں ان سے جو مال خریدتا تھا۔ اس میں کئی گنا فائدہ ہوتا تھا۔ میں نے اس طرح بہت نفع کمایا۔ جب چند ہزار تومان پس انداز ہو جاتے تھے۔ تو ایران اگر قرضوں میں تقسیم کر دیتا تھا اور یہ ساری آمدنی انھیں دیندار سے ہو رہی تھی۔

دوسرے ایک سال میں نے ۲۸ صفر کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حرم اقدس میں انھیں آقا کو دیکھا تو میں نے کہا، کہ آقا! میری امداد فرمادیجئے، انھوں نے مزید پانچ دینار مرحمت فرمائے۔ لیکن اس کے بعد پھر ان کی زیارت نہیں ہوئی۔

ایک روز میں نجف اشرف کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک تجارت پیشہ شخص نے مجھے آواز دی میں اس کے سامنے پہنچا تو اس نے کہا، کیا تم میرے حجرے تک چل سکتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا تھا کہ اسے پاس کوئی ضامن ہے۔ میں نے کہا دو ضمانتدار ہیں۔ اس نے کہا، کون؟ میں نے کہا ایک خدا کے عزوجل اور دوسرے امیر المومنین صلوات اللہ علیہ۔ اس نے اسے قبول کر لیا۔ وہ کہتے تھے کہ وہ تاجر کبھی کبھی ایک ایک ہزار دینار میرے سپرد کر دیتا تھا۔ اور میں بغداد جا کر جنس کی خریداری کر کے لاتا تھا۔ میں اس تجارت میں اس کا شریک تھا۔ میں نے اس کا بار باندھے اپنے تمام قرض ادا کر دیئے۔ لیکن چونکہ میرے گھر والے قم میں تھے لہذا میں مجبوراً قم واپس آ گیا۔ میں نے حضرت سید الشہداءؑ کے حرم مطہر میں صرف یہ دعا کی تھی کہ میرے قرض ادا ہو جائیں اور میرے پاس ضروری اخراجات کے مطابق ذریعہ معاش موجود ہے۔ میں نے اس سے زیادہ کی خواہش اس لئے نہیں کی کہ میں دولت و ثروت کے برے اثرات دیکھ چکا تھا۔

مشہدی محمد موصوف کے مکان میں ایک روضہ بھی ہے۔ ان کے اخلاص کا ان کی مجلس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ میں بھی ذاتی طور سے اس میں شرکت کر چکا ہوں۔ وہ کہتے تھے کہ میں حضرت فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا کو موجود پاتا ہوں۔

(۱۰۶)

قیر اور کارزین فارس کا زلزلہ

قیر شیراز کے جنوب مشرق میں تقریباً چالیس فرسخ کی مسافت پر واقع فیروز آباد سے تقریباً چودہ فرسخ دوسرے۔ کارزین سے اس کا فاصلہ ڈیڑھ فرسخ ہے۔ (فارس نامے میں کہتے ہیں کہ قیر کے ہلاک کا طوفان فرسخ ہے جس کی ابتدا متازک آباد اور آخری حصہ باغ پاسلار ہے۔ اس کی چوڑائی تقریباً کیفرکان سے گندمان تک ڈھائی (۱۲) فرسخ ہے اور یہ فارس کے ان مقامات میں سے ہے جہاں لوگ گرمیاں گزارنے جاتے ہیں۔ یہ ہلاک تیس آبداد قریں پر مشتمل ہے)۔ آخر میں قیر بجلی، پانی کے نلوں، وسیع شاہراہوں، سہمنٹ اور لوہے کے گرڈروں سے بنی ہوئی عمارتوں کے ساتھ آباد ہوا۔ اور اس کی آبادی سات ہزار افراد پر مشتمل تھی ۱۲۵۔ ماہ صفر ۱۳۹۲ قمری مطابق ۲۱۔ فروردین ۱۳۸۵ شمسی کو یہ خطہ قہر الہی کا نشانہ بنا، اور بلائے آسمانی اور زمین کے عظیم زلزلے سے قیر کا بیشتر ہلاک تباہ ہو گیا لیکن اس نے ہر جگہ سے زیادہ قیر کو زبردست کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک عمارت بھی سالم نہیں رہی اور تقریباً اس کے ثلث (۱/۳) باشندوں نے پتھروں اینٹوں اور مٹی کے انبار کے نیچے سخت ترین حالت میں جانیں دیں۔ اور بوڑھے لوگوں کی یادداشت میں بھی کوئی ایسا حادثہ شتابانہ موجود نہیں ہے۔ چونکہ اس کی تفصیل کا علم عبرت اور خواب غفلت سے بیداری کا موجب ہے۔ لہذا دو موقوف اور مقبر اہل علم حضرات یعنی جناب آقائے شیخ محمد جوادی قمی قیری اور جناب آقائے شیخ احمد رشید گار سے جنھوں نے خود اس حادثے کا مشاہدہ کیا تھا درخواست کی گئی کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا اور معلوم کیا ہے۔ اُسے لکھ دیں چنانچہ ناظرین کتاب کی اطلاع

کے لئے ان دونوں بزرگواروں کے مکتبہ درج کئے جا رہے ہیں۔

جناب شیخ محمد جوادی مقیمی قیری کا مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیر کارزین، اور آفرز کے زلزلے کے دلخراش حادثے کے سلسلے میں جو کچھ پیش آیا، جتنی تحقیق ہو سکی اور حقدار جانی و مالی نقصانات ہوئے انھیں خلاصے کے طور پر عرض کر رہا ہوں۔ ۲۵ ماہ صفر ۱۳۹۲ھ کو طلوع آفتاب سے ۱۵ منٹ پہلے ایسا شدید زلزلہ آیا کہ ماضی میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ جو لوگ اس وقت آبادی سے باہر تھے انھوں نے بتایا کہ پہلے ایک بجلی قبلے کی جانب سے پھر ایک بجلی قطب کی طرف سے چمکی اس کے بعد زلزلہ آگیا۔ ابتدا میں تو یہ قدر ضعیف تھا۔ لیکن پھر اس قدر شدید ہو گیا کہ زمین اپنے گرد چکر کھاتی تھی۔ اس سے بجلی کی کڑواہٹ کی مانند ایک مہیب آواز پیدا ہوئی۔ اور یہ زلزلہ تقریباً ۱۵ سکند قائم رہا۔ تمام گھر منہدم ہو گئے۔ اور ہمنٹ، لوسہ، گج اور پتھر سے تعمیر کی ہوئی پائیدار عمارتیں بھی بچ و بنیاد سے منتشر ہو کر زمین بوس ہو کر زمین بوس ہو گئیں۔ چونکہ چھوٹے بچے سو رہے تھے اور جو عورتیں جاگ رہی تھیں۔ وہ وضو یا نماز میں مشغول تھیں۔ اور بعض نماز پڑھ چکی تھیں۔ اور مرد بھی بیدار تھے۔ لہذا زیادہ تر چھوٹے بچوں اور ان کی ماؤں کی جانیں تلف ہوئیں۔ جو اولاد کی محبت میں انھیں مکانات سے باہر لانے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن انھیں مہلت نہیں ملی۔ اور سب ملے کے نیچے دب کے ہلاک ہو گئیں۔ ایک یقینی انداز کے مطابق خود قیر کے اندر بڑے چھوٹے افراد کی تقویر ڈھائی ہزار جانیں ضائع ہوئیں۔ اور اس کے ملحقات میں پانچ سو نفر کے قریب ہلاک ہوئے۔ واللہ اعلم۔

البتہ وہ لوگ جو زلزلے کے بعد دو روز ایک رات کی مدت میں یعنی ۲۵ صفر کی صبح

سے پچیسویں تاریخ کی شام تک ملے کے نیچے سے کچھ لوگ زندہ نکالے گئے، ان میں سے — (۱) محمد صفائی ساکن قیر کا ایک سات یا آٹھ سال کا لڑکا محمود ہے۔ اس گھر کے کئی افراد ملے میں دب گئے تھے۔ انہیں سے بعض تو اسی روز نکال لئے گئے۔ جن میں سے ایک مرحوم کا تھا۔ لیکن اس لڑکے کو دوسرے روز نکالا گیا، اور یہ بالکل صحیح و سالم نکلا۔

اس سے پوچھا گیا، آیا ان دونوں کے اندر کوئی شخص انھیں کھانا اور پانی بھی پہنچاتا تھا اس نے کہا میرے ماموں جان رسول خاکساری مجھے بسکٹ اور پانی دیتے تھے۔ (یقیناً اسے غیب سے خوراک پہنچائی گئی، اور بچہ غذا دینے والے کو اپنا ماموں سمجھتا رہا۔) یہ لڑکا آج بھی زندہ صحیح و سالم ہے۔

(۲) آقا سید حبیب اللہ خمینی ساکن قیر کا ایک چار سال کا بچہ سید حسن جو زلزلہ آنے کے بعد صبح کے سارے پانچ بجے مٹی اور پتھروں کے ڈھیر میں دب گیا تھا، اسے دوسرے روز پچیسویں تاریخ دس بجے دن کو ملے سے نکالا گیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں اس مدت میں کوئی شخص کھانا پانی دیتا تھا۔ تو اس نے جواب دیا میری ماں مجھے کھلاتی پلاتی تھی۔ درحالیکہ اس کی ماں ملے میں دبی نہیں تھی بلکہ باہر تھی۔ البتہ اس کے دو بڑے بھائی۔ ایک اٹھارہ سال کا اور دوسرا اس سے چھوٹا، اور ایک بہن تینوں ہلاک ہو گئے تھے۔ یہ بچہ بالکل صحیح و سالم نکالا گیا تھا۔

(۳) جو لوگ چوالیس گھنٹے گزرنے کے بعد خدا کی قدرت کاملہ سے برابر نکالے گئے ان میں سے مشہدی ابراہیم موزی ساکن قیر کا ایک گیارہ سال کا لڑکا منصور بھی ہے۔ جو پچیسویں کی صبح سارے پانچ بجے مٹی میں دبا اور ستائیسویں تاریخ کے نصف شب کے ایک گھنٹے بعد ملے سے نکالا گیا۔ البتہ یہ زندہ تھا، زیادہ دیر تک مٹی میں دبے رہنے کی وجہ سے اس کے پاؤں مدت تک چلنے کے لائق نہیں رہے۔ بجز اللہ اسے جلد ہی صحت ہو گئی۔ اور اب پھر چل پھر سکتا ہے۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اگر اسی روز بلکہ دوسرے روز تک بھی امداد پہنچ گئی ہوتی تو یقیناً بہت سے افراد ملے کے نیچے سے زندہ نکل سکتے تھے۔ لیکن افسوس کہ لگ اور امداد انہیں پہنچی۔ اور اکثر افراد نے دونوں کے بعد مٹی کے نیچے اپنی جانیں دیدیں۔

حشتاک حادثے کی پیشگی خبر

ایک شخص سید حفص حسینی تھے جو زلزلہ آنے سے چند روز بلکہ تین ہی روز قبل رحمت خدا سے واصل ہوئے وہ ایک متدین اور ایماندار انسان تھے۔ اور مرض الموت کے عالم میں بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے اکوڑے فرزند آقا سید اکبر احباب و اقرباء کے ساتھ ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ وہ مرحوم اسی بیماری کی حالت میں کہنے لگے، اے تاجرو! اور اے پیشہ ور! تم لوگ ایک ایک ہزار تومان دو کیونکہ تم لوگوں کے مکان ہر ماہ ہونے والے ہیں۔ اور اسی فقرے کی چند بار تکرار کی کہ ہزار تومان دو۔

پھر کہتے ہیں کہ سو ہی تومان دو، ورنہ گھر تباہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اپنے گھر والوں کی طرف رخ کر کے کہتے ہیں کہ تم سب لوگ قیر سے باہر نکل جاؤ، ورنہ اگر یہاں رہو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور اس جملے کو بھی کئی مرتبہ دہرایا۔ اور اس کے چار روز کے بعد دنیا سے نہایت ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ ان کے انتقال کے تین روز بعد ہی وہ عظیم زلزلہ آیا جس میں مکانات منہدم ہو گئے۔ اور جانی و مالی نقصانات ہوئے۔ غالباً تاجروں اور دولتمندوں سے خطاب اور ایک ہزار تومان دینے کی تاکید سے مراد یہ تھی کہ صدقہ دو اور فقیروں کو کھانا کھلاؤ تاکہ رد بلا ہو۔ اور ممکن ہے مرحوم نے اس حالت میں بلا کا مشاہدہ بھی کیا ہو۔ اور ان پر کشف ہوا ہو۔ اللہ اکبر! کس قدر غفلت میں ہیں ہم اولاد آدم کہ خدا کی ایسی عظیم نشانیوں سے بھی بیدار اور متنبہ نہیں ہوتے۔

سچی خواب

ایک شخص رمضان طاہری نے کہا کہ چھ سو برس صفر کی شب میں جس کی صبح کو زلزلہ آیا میرا ایک چھوٹا بچہ بیدار تھا۔ اور اسے نیند نہیں آ رہی تھی، اور وہ بہت بچھین تھا۔ طلوع صبح کے قریب میں نے دیکھا کہ وہ شدت سے رو رہا ہے۔ میں نے اس کی مال کو آواز دی

وہ بیدار ہوئی تو کہا، کیا ابھی صبح ہونے میں زیادہ دیر ہے۔ میں نے کہا صبح قریب ہے میں تھوڑی دیر کے لئے سوئے جا رہا ہوں۔ مجھ کو نماز کے وقت جگادینا۔ مجھے نیند آگئی ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک جوان شخص میرے دروازے پر آیا اور مجھ سے کہا۔ باہر آؤ، میں نے کہا کیا کام ہے اس نے پھر کہا باہر آؤ، میں چلا گیا۔ میرے مکان کے قریب ایک وسیع میدان نظر آیا، اس نے کہا دیکھو میں نے کہا کیا چیز دیکھوں؟ اس نے کہا گھروں اور عمارتوں پر نگاہ کرو! جب میں نے نظر ڈالی تو دیکھا تمام مکانات منہدم ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا، کیا یہ ہم لوگوں کے گھر ہیں؟ اس نے کہا، ہاں۔ میں نے کہا، یہاں کے سب لوگ نماز پڑھتے ہیں؟ روزے رکھتے ہیں؟ عبادت گزار ہیں؟ اس نے کہا یہ سب ریاکاری ہے۔ اس میں اخلاص نہیں ہے۔ میں نے ہر چیز التماس کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ روانہ ہو گیا۔

میں بیدار ہو گیا، تو دیکھا کہ نماز کا وقت ہے۔ میری اہلیہ نے کہا تم خواب میں گریہ کیوں کر رہے تھے۔ اور اس قدر پریشان کیوں تھے؟ میں نے کہا کچھ نہیں، جلدی کرو دو بچوں کو تم اٹھاؤ اور دو کو میں اٹھاتا ہوں تاکہ انھیں گھر سے باہر لے چلیں۔ اس گھر میں دوسرے افراد بھی تھے میں نے جیسے ہی باہر لیجانے کے لئے بچوں کے ہاتھ پکڑے زلزلہ آگیا اور ہمیں جنبش کرنے کی بھی مہلت نہیں دی۔ ہم سب لوگ مکان کے بلبلے میں دب گئے، کئی بچے اور ان کی ماں ہلاک ہو گئی۔ اور مجھے چند دیگر حضرات کے ساتھ مٹی کے بلبلے سے نکالا گیا۔ میں جو وقت بلبلے کے نیچے سے باہر آیا تو مضطرب ہوا کہ میری بیوی اور بچے مٹی کے نیچے ہیں۔ اور یہاں کوئی دوسرا شخص بھی نہیں ہے کیا کروں؟ میں نے دیکھا کہ میرا ایک عزیز میرے قریب آیا، اور آواز دی غوغو! میں نے کہا آؤ امداد کا وقت ہے۔ میرے بچے مٹی کے نیچے دبے ہوئے کر رہے ہیں انھیں نکالنے میں میری مدد کرو! اس نے روتے ہوئے کہا میرے بچے چند آدمی دبے ہوئے ہیں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ ہمارے گھر میں ایک نوجوان طالب علم تھا میں نے دیکھا کہ وہ محفوظ ہے لہذا اسے پکارا کہ آؤ مدد کرو، اس نے بھی گریہ کرتے ہوئے کہا، میں کچھ نہیں کر سکتا، اور چلا گیا پھر میرا ایک رشتہ دار اور ہم سایہ آگیا جو بہت حیران اور سرگرداں تھا۔ میں نے کہا، محض رضائے خدا کے لئے آؤ، اور میری مدد کرو، میرے بچے میرے ہاتھ سے جا رہے ہیں اس نے کہا، میرے بچے بھی مٹی کے نیچے ہیں اور کوئی مددگار نہیں۔ خلاصہ یہ کہ

یہ کہ قیامت کا نمونہ تھا۔ سبھی نفسی نفسی کمر رہے تھے۔ اگر میں اس واقعے کی پوری تفصیل کو لکھنا چاہوں تو بہت طول ہو جائے گا۔ قیر کی رہنے والی ایک عورت نے بتایا کہ جس رات کی صبح کو زلزلہ آیا اور مکانات برباد ہوئے، میں نے نصف شب ایک گھنٹے کے بعد خواب دیکھا کہ ایک سید ہمارے کے دروازے پر آئے ہیں جو عمامہ ان کے سر پر ہے اسے اپنی گردن کے گرد لپیٹے ہوئے ہیں۔ اور ایک عورت بھی ان کے ہمراہ ہیں جو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ہیں۔ مجھے آواز دی اور میں بیدار ہوئی تو فرمایا چراغ روشن کرو۔ میں نے چراغ جلایا تو فرمایا، اپنے شوہر اور بیٹوں کے ہمراہ گھر سے باہر نکلو۔ میں نے عرض کیا کہ آقا! میں نے چھ سات سال تک زحمتیں برداشت کر کے یہ گھر تعمیر کیا ہے۔ اور ابھی تازہ بہ تازہ رہنے کے لئے آئے ہیں، فرمایا باہر نکلنا ضروری ہے۔ کیونکہ بلانازل ہونے والی ہے، میں نے کہا آپ اجازت دیتے ہیں۔ کہ اپنے شوہر کو جگاؤں۔

انھوں نے کہا جلدی کی ضرورت ہے۔ میں وحشت زدہ ہو گئی اور اپنے دل میں کہا، کاش صبح ہو جاتی اور مؤذن اذان دیدیتا۔ انھوں نے کہا آگ جلاؤ، پانی آگ پر رکھو لیکن چائے بنانے کی مہلت نہیں ملے گی۔

میں نے آگ جلائی اور اپنے شوہر حیدر کو آواز دیکر خواب سے بیدار کیا، دیکھا کہ مؤذن کی آواز بلند ہوئی اور اس نے صبح کی اذان کہی۔ دوسری بار جب میں گڑ گڑا کہ حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام سے متوسل ہوئی اور صمدی کہ یا ابو الفضل العباس میری فریاد کو پہنچئے۔ تو دیکھا کہ ایک جو ان نورانی صورت سید جبرئیل کے جسم پر ہاتھ نہیں ہیں گھر کے دروازے پر آئے اور کہا حیدر کو جگاؤ اور کہو، تمھاری ماں کا انتقال ہو گیا ہے آگے ان کا جنازہ اٹھاؤ اور دفن کرو، میں نے کہا آقا سید کاظم آپ کہاں تھے؟ (سید کاظم فاطمی اہل قیر کے منبر نشینوں اور خطیبوں میں سے تھے جو زلزلے کے حادثہ میں رحمت خدا سے واصل ہوئے۔) فرمایا میں سید کاظم ہوں میں قبیلہ کی جانب سے آیا ہوں اور یہاں سے آگے جانا چاہتا ہوں۔ میں بہت خوفزدہ ہوئی تو فرمایا کہ ڈرو نہیں چونکہ تم حاملہ ہو اور میں تمھاری طرف پشت کر کے بات کر رہا ہوں۔ پس اس کے بعد میں نے انھیں نہیں دیکھا پس ایک ہلکا سا زلزلہ آیا اور جب تک میں بچوں کو جگاؤں اور میرے شوہر

بستر خواب سے اٹھیں شدید زلزلہ شروع ہو گیا۔ اور صرف اتنے ہی وقفے میں کہ میں بچوں کو باہر لاسکی مکان منہدم ہو گیا۔ اگرچہ ہمارے سبھی گھر تباہ ہوئے، لیکن جس گھر میں بچے سو رہے تھے وہ شق اور شکستہ تو ہوا، لیکن نیچے نہیں آیا۔ اور سجد اللہ گھر والوں میں سے کسی کی جان تلف نہیں ہوئی۔

ایک مومنہ عورت نے کہا، میں نے زلزلہ آنے سے تقریباً ڈیڑھ مہینے پہلے ماہ محرم میں خواب دیکھا کہ مشرق کی طرف سے ایک ابر ظاہر ہوا جس کے درمیان ایک شخص بلند آواز سے اذان کہہ رہا تھا۔ وہ طلوع آفتاب کے ابتدائی افق سے اذان اور اللہ اکبر کہنے میں مشغول تھا۔ اور بتدریج بلند ہوتا ہوا اذان کے ایک ایک کلمے کو دہرا رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب قیر کے اوپر پہنچا تو خاموش ہو گیا۔ اس کی آواز ہر جگہ پہنچ رہی تھی۔ اور سارا عالم اسے سن رہا تھا۔ میں خواب سے بیدار ہوئی۔ اور اپنے ایک ہمسایہ سے خواب بیان کیا۔ اس نے جواب دیا کہ تمھارا خواب اس بات کی دلیل ہے کہ قیر تباہ و برباد ہو جائے گا۔

قیر کے ایک باشندے سے سید علی مرتضوی کہتے ہیں کہ زلزلہ آنے اور قیر کی بربادی سے ایک رات قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گہرا سیاہ ابر قبیلہ کی جانب سے نمودار ہوا ہے اور قیر کے باشندوں کی کثیر تعداد اس کے سامنے کھڑی ہوئی التماس کر رہی ہے۔ کہ ہماری کشتی سے گزر جائیں بلایں گرفتار نہ کر، لیکن ان کی درخواستوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور وہ ابر قطب کی جانب سے آگے سیلاب کی مانند دفعہ سارے قیر پر چھا گیا۔ اور پھر قبیلہ کی طرف نیچے اتر گیا۔

اس طرح کے وحشتناک خواب کثرت سے ہیں۔ جو اس عظیم حادثے کی پیشگی خبریں دے رہے تھے۔ لیکن ان سب کا نقل کرنا طول کلام کا باعث ہو گا۔ اسی طرح جو لوگ ایک یا دو روز تک ملبے کے نیچے دبے رہنے کے بعد زندہ برآمد ہوئے ان کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ لیکن جمہور لکھا گیا ہے عورت حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔

”مَا أَكْبَرُ الْوَعْدَ أَقْلَ الْإِعْتِبَادِ“ یعنی کتنے زیادہ ہیں عبرت کے اسباب اور کتنے کم ہیں عبرت کے حاصل کرنے والے۔

جو کچھ میں نے بذات خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ میں ایک مقام ”تنگ روئین“ میں تبلیغ میں مشغول تھا۔ ماہ صفر کی چوبیسویں تاریخ عصر کے وقت مجھے وہاں سے ایک فرسخ کے فاصلے پر مقام ”بزلست“ میں دعوت دی گئی۔ اور میں وہاں نیز چند مزدور سپیشہ اور خانہ بدوش قبیلوں کے یہاں تبلیغ اور عزاداری حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے سلسلے میں پہنچا، وہاں سے قریب تک پانچ فرسخ کا فاصلہ تھا۔ میں اسی شب میں اسی جگہ دو گھنٹے تک دینی مسائل کی تلقین، وعظ و نصیحت، اور عزاداری میں مصروف رہا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد چند لوگوں نے جو ”تنگ روئین“ سے آئے تھے کہا۔ آئیے تنگ روئین واپس چلیں اور وہیں آرام کیجئے۔ میں نے کہا۔ میں بہت تھک گیا ہوں آج کی شب یہیں سوؤں گا۔ اور کل صبح کو آؤں گا۔ وہ لوگ تو پہلے گئے اور میں اسی جگہ خیمے کے اندر سو گیا۔ پھر صبح کی نماز بھی وہیں پڑھی اور بعد نماز دوبارہ لیٹ گیا۔ ابھی میری آنکھ نہیں لگی تھی زلزلہ شروع ہو گیا۔ میں گھبرا کے اٹھا کہ خیمے سے باہر نکلوں لیکن زلزلہ اس قدر شدید تھا کہ میں کھڑا نہیں ہو سکا اور زمین پر گر پڑا۔ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی اور پھر گر گیا۔ سہ بارہ ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے۔ زمین اپنے گرد چکر کھاتی تھی اور کانپ رہی تھی۔ جب ذرا سکون ہوا تو خیمے سے باہر نکلا۔ وہاں سے قریب ہی ایک بڑا پہاڑ تھا وہ اس طرح لرز رہا تھا کہ اس کی چوٹی سے بڑے بڑے پتھر اکھڑ کے ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے۔ اور ٹوٹ ٹوٹ کے نیچے گر رہے تھے۔ پہاڑ عدد و برق کے مانند آواز دے رہا تھا۔ اور بعض مقامات پر زمین جگہ جگہ سے شق ہو کر دوبارہ مل گئی تھی۔

ایک پہاڑ ”آب یاد“ کے نزدیک زمین بھٹ گئی اور چشمے کے مانند بہت کثرت سے پانی اُبل اُجس کی گہرائی کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ یہاں ایک بڑی جھیل کی طرح پانی ٹکا ہوا ہے اور حرکت نہیں کر رہا ہے بعض دھیرے دھیرے پانی جاری تھا اور اس سے زراعت کے بہت بڑے رقبے اور بے شمار باغات کی آبیاری ہوتی تھی چشمے بالکل خشک ہو گئے ہیں یا ان کا پانی کم ہو گیا ہے اور بعض علاقوں میں چشموں کا پانی کئی گنا بڑھ گیا ہے۔

جیسا کہ خود قریب ہوا۔ خدا نے بزرگ و برتر اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کا بہتر جاننے والا ہے خدا جملہ مومنین و مومنات کو بلاؤں سے محفوظ رکھے۔ بحق محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

مزید اطلاع قیر و اہل قیر کے حالات سے روشناس کرنے کے لئے عرض کرتا ہوں کہ: خود قیر ایک ایسا قصبہ تھا جسے کسی حد تک شہر کی حیثیت دیدی گئی تھی۔ اور موجودہ تمدن کی روشنی میں تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔ اس میں کھلی، میوہ پلٹی اور نل کے پانی کا انتظام موجود تھا۔ اور شہر کے درمیان جدید اور نچتر سڑکیں بنائی گئی تھیں۔ اس کی آبادی چھ ہزار افراد سے زیادہ تھی۔ اس میں چند مدرسے بھی قائم تھے اور یونیورسٹی کے ابتدائی مراحل بھی انجام پا رہے تھے یہاں سات آٹھ مسجدیں بھی تھیں لیکن کوئی عالم دین اور مذہبی پیشوا موجود نہیں تھا صرف ماہ رمضان اور ماہ محرم و صفر میں اور وہ بھی بہت کمی کے ساتھ تبلیغی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں، جن کے مقرر اور ذکر بھی بے سواد تھے نہ ان لوگوں کے پاس کوئی عالم تھا نہ انھیں اہل علم سے قلبی اور حقیقی لگاؤ تھا۔

سب بہت مادہ پرست اور دنیا کے حریف تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کے درمیان بالکل متروک تھی۔ اور اگر کوئی شخص دینداری اختیار کرتا اور اس کا کوئی دینی فریضہ انجام دیتا تو اس کے پیچھے لگ جاتے اور اسے ملامت کرتے اور آج خدا کی اس عظیم نشانی کے بے بھی جو قیامت کا ایک نمونہ تھی کسی مبلغ و عالم اور صحیح راہبر کی عدم موجودگی کی وجہ سے باقی ماندہ افراد بھی اسی سابقہ حالت پر باقی ہیں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ بد بخت اور بدتر ہو گئے ہیں۔ معلوم نہیں ان بیچاروں کا انجام کار کس منزل پر منتہی ہو گا۔

اب میں اس سے زیادہ آپ کا وقت نہ لوں گا۔ خدا بحیرت محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین علمائے اعلام اور مجتہدین عظام کا عموماً اور خاص طور سے حضرت مستطاب جناب علی کا سایہ مبارک اس سبب نثار نہیں تمام مسلمین و مومنین کے سروں پر قائم رکھے اور آپ کے وجود مبارک کو جملہ بلیات سے مضمون و محفوظ قرار دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ ہے جناب آقائے شیخ احمد رستگار کی تحریر

بسمہ تعالیٰ

۲۵ صفر ۹۲ھ کی تاریخ میں جب قیام کارزین میں زلزلہ آیا میں کارزین کے ایک قریب موموں "سرچشمہ" میں حاضر و ناظر تھا۔ اس کے حالات و واقعات یہ ہیں کہ میں صبح کے وقت فریضہ صبح ادا کرنے کے بعد تقریباً سو پانچ بجے نماز کے تعقیبات اور وظائف و اوراد میں مشغول تھا کہ ناگاہ زمین نے تھوڑا تھوڑا لرزنا شروع کیا۔ میں نے جان لیا کہ زلزلہ ہے اور اس خیال سے کچھ دیر تامل کیا کہ زلزلہ ٹھہرے تو نماز آیات پڑھوں۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس کا سلسلہ قائم ہے تو اٹھ کے کمرے کے دروازے سے سر باہر نکالا کہ دیکھوں کہ کیا ہو رہا ہے؟ درحالیہ میں باہر نہ تھا لیکن بھاگنے کا قصد نہیں تھا۔ جب میں دروازے سے باہر نکلا تو دیکھا کہ دفعتاً آسمان سے ایک آواز پیدا ہوئی اور زمین شدت سے ہلنے لگی۔ میں جھونکے میں اُچھل کے تقریباً سات میٹر آگے ایک درخت کے پاس پہنچ گیا۔ چونکہ زمین کی لرزش بہت تیز تھی اس لئے اپنے اوپر قابو نہ پاسکا۔ اور مجبوراً درخت سے لپٹ گیا۔ ناگاہ دنیا پر ایک بارگی اندھیرا چھا گیا تھوڑی دیر کے بعد جب روشنی ہوئی اور تاریکی زائل ہوئی تو میں نے نظر ڈالی اور دیکھا کہ چند مختصر سی ٹوٹی پھوٹی دیواروں اور گرسے پڑے مکانات کے علاوہ گھروں اور گاؤں کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ خلاصہ یہ کہ زلزلہ تقریباً ۲۵ سکنڈ تک قائم رہا لیکن آبادی کی خرابی اور سردی حد سے زیادہ واقع ہوئی۔

مختصر یہ کہ چونکہ صبح کا وقت تھا اور گاؤں کے لوگ کاشتکاری کے امور انجام دینے کے لئے گھروں سے نکل چکے تھے لیکن ابھی گاؤں سے باہر نہیں گئے تھے۔ لہذا میں نے فوراً انھیں تاکہ کی باہر نہ جائیں، انھیں تسلی دی اور اس کا اپنا مستعد کر دیا کہ جوانوں اور بوڑھوں نے ہل کے بلکہ عورتوں نے بھی تعاون کر کے کسی نے اپنے پاس موجود اوزار کے ذریعہ اور کسی نے صرف

ہاتھوں سے کوشش کی اور چار گھنٹوں تک پوری جدوجہد اور محنت کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ افراد کو مٹی اور مبلے کے نیچے سے باہر نکالا جن میں زیادہ تر تعداد بچوں کی تھی اور چند مرد اور عورتیں بھی تھیں اور جو لوگ جاں بحق ہوئے تھے ان کی تعداد اکسٹھ تھی۔ تمام لاشوں کو ایک دوسری کے پہلو میں لٹا کر قبضہ کھودنے کا کام شروع کیا گیا۔ میں نے چند افراد کو معین کیا کہ غسل دینے اور کفن پہنانے میں مشغول ہوں۔ اور میں نے جناب حاج شیخ منصور محمودی کی معیت میں جو زندہ بچ جانے والوں میں سے تھے اور امام باڑے کے مہتمم ہونے سے پہلے ہی باہر نکل آئے تھے۔ تمام میتوں پر نماز جنازہ پڑھی اور ظہر کے بعد چار گھنٹوں کے اندر ہر ایک کو جدا جدا سپرد خاک کر دیا۔

میں اہل قریہ کی تعزیت اور تسلیت کی غرض سے تین روز تک وہاں مقیم رہا، اس کے بعد اپنے گھر واپس آ گیا۔ البتہ قیام کارزین کی بستیوں کے بارے میں کافی موات حاصل کر سکا۔

ایک ضروری یاد دہانی

بعض مسلمان مادہ پرستوں کی پیروی میں نادانستہ طور پر تباہ کن زلزلے اور ہلاکت خیز سیلاب جیسے زمین میں واقع ہونے والے وحشت انگیز حادثات کو طبیعت اور فطرت کا قہر کہتے ہیں اور انہیں اخبارات میں طبیعت کے غریظ و غضب کے لفظوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ الفاظ عقل و شرع کے برخلاف ہیں۔ خلاف عقل اس لئے کہ قہر و غضب غصہ و اور اک و شعور کے آثار میں سے ہے مثلاً انسان یا حیوان جب کسی دوسرے سے ناموافق اور ناگوار سلوک کا ادر اک کرتا ہے تو اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ اور اس سے انتقام لیتا ہے اس بنا پر طبیعت کے لئے جس میں بنیادی طور پر کوئی شعور نہیں پایا جاتا خشم و غضب کا تصور قائم نہیں ہوتا۔

اس طرح امکان و حدوث کی برہان سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا کہ کرۂ زمین اس کے اندر پائے جانے والے موجودات اور عالم ہستی کے دیگر اجزاء سب کے سب خالق کائنات کے پیدا کئے ہوئے ہیں عمومی طور سے اس کی بے حد و انتہا حکمت و قدرت کے نمونے ہیں۔ اور عرش سے فرش تک درزے سے درزے تک سبھی چیزیں رب العالمین کی تربیت اور تدبیر کے ماتحت ہیں لہذا جو حادثات کرۂ زمین میں رونما ہوتے ہیں۔ وہ بھی دنیا کے خالق اور پروردگار کی جانب سے ہیں آیایہ بات عقل میں آتی ہے کہ کوئی حادثہ خود بخود پیدا ہو جائے۔ آیا یہ ممکن ہے کہ خدا کے ملک میں اور اس کے مخلوقات میں بغیر اس کے اذن اور مشیت کے کوئی حادثہ رونما ہو؟ درحالیکہ بغیر اس کی اجازت کے نہ کوئی پتہ درخت سے گرتا ہے نہ بارش کا کوئی قطرہ برستا ہے، جل جلالہ! سلہ

حادثات کے لئے طبعی اسباب

اگر کہا جائے کہ ان حادثات کے لئے کچھ جانے بچانے اسباب ہیں مثلاً ہلاکت خیز سیلابوں کا سبب پے درپے اور شدید بارشیں ہیں۔ اور زلزلے کا سبب جوف زمین کے اندر آپس میں تھپیڑے کھانے والے بخارات ہیں جو متحرک ہو کر کسی مقام سے باہر نکلنا چاہتے ہیں یا وہ سیلاب ہیں جو زمین کے اندرونی حصوں میں حرکت کرتے ہیں۔

مسبب کی مسببیت کی طرف سے

تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ہم اسباب و مسببات کے سلسلے اور علتوں سے معلومات کے ارتباط کے منکر نہیں ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں کہ مکانات اور عمارتوں کی تباہی سیلاب اور اس بارش کی وجہ سے ہے جو اس سے نیچے آتی ہے اور اس بھی وہ بخارات ہیں جو آفتاب کی حرارت اور حرارت کے باعث سمندروں سے اٹھتے ہیں۔ یا مثلاً میوے کی پیدائش درخت سے ہے۔ اور درخت بھی اس تخم سے حاصل ہوا جو زمین میں بویا گیا اور اسے پانی کی تری پہنچی نیز حیوان کی پیدائش نطفے سے ہوتی ہے۔ اور نطفہ بھی نر کے مادہ کے ساتھ جفت ہونے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح دیگر اشیاء لیکن گفتگو اسباب کی پیدائش اور ان سے اثر اور خاصیت کے ظہور کے بارے میں ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جس طرح عقل کے قطعی فیصلے کے مطابق ہر سبب کا اصل وجود اس کی طرف سے نہیں ہے اور وہ خود اپنے ہی جیسے مخلوق سے عالم ہستی میں نہیں آیا ہے۔ بلکہ ساری کائنات کے خالق خدا نے اسے پیدا فرمایا ہے۔ اسی طرح اس کی خاصیت اور سببیت بھی خود اس کی ذات سے نہیں ہے۔ بلکہ خدا نے مسبب الاسباب نے اسے دوسری چیز کی پیدائش کا سبب قرار دیا ہے اور تمام اجزاء نے ہستی میں مرقی اور مدبّر صرف وہی ہے کوئی دوسرا نہیں۔ اور اس میں اس کا کوئی شریک بھی نہیں ہے۔

(اور یہ مطلب کتاب قلب سلیم کی بحث توحید افعالی میں تفصیل سے سمجھا جا چکا ہے) مثال کے طور پر جیسا کہ پانی کی اصل پیدائش خدا کی طرف سے ہے اس کا آفتاب کی تابش سے

یعنی اگر ساری کائنات کے لوگ کافر ہو جائیں تو اس کے دامن کبریا پر اس کی گرد بھی نہیں پڑے گی البتہ اس نے انسان کے افعال و کمزوریوں کو بھی مہل اور بے اثر قرار نہیں دیا ہے بلکہ اگر کچھ بندے اس کے فرمانبردار ہوتے ہیں تو انہیں اپنے لطف و عنایت اور انعام و اکرام سے بہرہ مند فرماتا ہے۔ جیسا کہ اگر طاعی اور باغی ہوں۔ تو ان پر سخت عقوبت اور عذاب بھی فرمائیگا "یہ جان لو کہ خدا سخت تسکین دہن والا ہے۔ اور خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔" خلاصہ یہ کہ خدا کی رضامندی اور ناز و ملکی اس کا وہی ثواب اور عقاب و سزا ہے اور عالم جزا اکل طور پر ایک عظیم عالم میں موت کے بعد یعنی برزخ اور قیامت میں ہے۔

البتہ دنیاوی زندگی کے بارے میں آیات اور روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض طاعتیں اور عبادتیں ایسی ہیں کہ آخرت کی جزا اور ثواب کے علاوہ ردِ بلا اور مال و عمر میں برکت کا موجب بھی ہیں۔ جیسا کہ بعض گناہوں کا اثر ہے کہ وہ آخرت کی سزا کے علاوہ اس دنیا میں نزولِ بلا کے باعث ہیں جیسے حرص، شدید بخل، قسوت قلب، ظلم، ایک دوسرے کے حقوق میں تجاوز اور زیادتی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا وغیرہ۔

یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ گناہوں کے نتیجے میں بلا کا نزول کلیتہً اور عمومیت نہیں رکھتا کیونکہ ممکن ہے کہ کریم اور حلیم و حکیم پروردگار گناہگار کو مہلت دے دے کہ شاید وہ توبہ کر لے یا کوئی ایسا نیک عمل بجالائے جو اس گناہ کے اثر کو اٹل کر دے۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بغاوت و معصیت کی شدت کے سبب اس پر کوئی بلا نازل ہی نہ ہو بلکہ اس کی نعمتوں میں اضافہ ہو جائے تاکہ اس کا عذاب آخرت اور بڑھ جائے۔ اس مطلب کے شواہد قرآن مجید میں کثرت سے ہیں جن کا نقل کرنا طولِ کلام کا باعث ہو گا۔

۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے حضرت شعیبؑ کو وحی فرمائی کہ میں تمہاری قوم کے ایک لاکھ افراد پر عذاب کروں گا، چالیس ہزار اشرا پر اور ساٹھ ہزار نیک لوگوں پر۔ حضرت شعیبؑ نے عرض کیا، پروردگار! مجھے تو اس کے مستحق نہیں لیکن نیک لوگوں پر کس لئے؟ ارشاد ہوا، چونکہ انھوں نے میرے اشخاص سے اتحاد رکھا، میری نافرمانی کی بنا پر ان سے ناراض نہیں ہوئے۔ اور انھیں زجر و تنبیہ نہیں کی۔ (وسائل کتاب امر بمعروف باب ۸)

طرح طرح کے اشکال اور انکے جوابات

جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ زمین کا وہ زلزلہ جس سے کچھ لوگ ہلاک ہوتے ہیں کچھ خانہاں برباد ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ایک دوسرا گروہ بھی مجبور اور مصیبت زدہ ہو جاتا ہے دیگر بلاؤں کی طرح الہی قہر و غضب و انتقام اور سزا کا نمونہ ہوتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ عمومی بلا خدا کی جانب سے انتقام اور سزا کیونکر ہو سکتی ہے۔ درحالیکہ بلا رسیدہ اور مصیبت زدہ افراد میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو بلا کے مستحق نہیں ہوتے یا بے گناہ، کمزور اور بچے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بہت سی جماعتیں اور گروہ جو ان بلا رسیدہ لوگوں سے بدرجہا زیادہ گناہگار ہیں۔ محفوظ مامون رہتے ہیں۔ یہ تو عدل و انصاف کے برخلاف نظر آتا ہے۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ انتقام اور سزا تو صرف گناہگاروں کے لئے ہے لیکن عمومی بلا میں جو بے گناہ اشخاص ہلاک ہوتے ہیں یہ بلا دنیاوی نعمتوں اور مصیبتوں سے انکی خلاصی اور عالم جزا، دار ثواب، اور دائمی سعادت و نیک منتی تک ان کے جلد از جلد پہنچنے کا سبب بن جاتی ہے۔ البتہ انہیں جس رنج اور تشنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے خلاصے جلد اس کا جبران اور تلافی فرمائے گا۔ اور انہیں اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ خلاصہ یہ کہ بلا گناہگار کے لئے عقوبت اور سزا ہے۔ اور بے گناہ اور نیکو کار کے لئے کرامت اور ثواب و درجات کی باعث ہے۔ جو اطفالِ جہنم ہی کے اندر مچاتے ہیں ان کے لئے روایت کے اندر ہے کہ وہ عالم برزخ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زیرِ کفالت ہیں جہاں ان کی تربیت ہوتی ہے اور وہ قیامت کے روز اپنی ماں اور باپ سے آلیں گے۔ ان کے حق میں شفاعت کریں گے اور انھیں ساتھ کے جنت میں داخل ہوں گے۔

لیکن باقی ماندہ مصیبت زدہ لوگ، پس یہ بلا ان کے لئے الہی تادیب، نیز عبرت اور غفلت سے ہوشیاری کی موجب ہے تاکہ وہ توبہ کریں صلح و سداد و نیک شغری کی طرف رخ کریں اور اس خداوندی تنبیہ اور گوشمالی سے فائدہ اٹھائیں۔

۲۔ چنانچہ شہر لوط کے بارے میں جو ان لوگوں کی سرکشی اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے زیرِ زبر ہو گیا (بقیہ حاشیہ آگے صفحہ ۲۵۶ پر)

اور مخصوص طور پر کسی ایک گروہ کے بلائیں گرفتار ہونے اور اس سے کہیں زیادہ فاسد و بدکار معاشروں اور جماعتوں سے محفوظ اور امن و امان میں رہنے کے بارے میں جواب یہ ہے کہ اولاً جیسا بتایا گیا دنیا عالم جزا نہیں ہے۔ کہ ہر گنہگار کو یہیں اس کے برے کردار کی سزا مل جائے۔ نیز بتایا گیا کہ جنس وقت حکمت الہی کا اقتضا ہوتا ہے انسان کو بعض گناہوں کی سزا دیدیتا ہے تاکہ وہ متنبہ ہو جائے۔ یہ سرکشی اور مصیبت سے ہاتھ کھینچ لے۔ اور خدا کی بندگی کا راستہ ترک نہ کرے جو اس کی ساری سعادت اور نیک نیتی کا وسیلہ ہے۔

دوم :- ضروری نہیں ہے کہ جس وقت کسی خاص جماعت پر بلا نازل ہو اسی وقت دوسرے لوگ بھی مبتلا ہوں۔ دوسرے گنہگار اشخاص بھی اپنے موقع پر جب حکمت الہی مقضی ہوگی، زمین آئیں گے۔ اس کے علاوہ بلا کچھ زلزلے ہی سے مقصود نہیں ہے۔ ممکن ہے انھیں اس سے زیادہ سخت مصیبت میں گرفتار کرے جیسا کہ اس دور میں اکثر مالک ایک دوسرے کے ساتھ جنگ و جدال میں مبتلا ہیں۔ اور راحت و آسائش امن و سکون ان سے سلب کر لیا گیا ہے (کتاب قلب سلیم میں اس طرح کی بلاؤں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے)۔

سوم :- زیادہ تر معاشروں اور اجتماعوں میں کچھ ایسے خیمہ کمر بوڑھے ہوتے ہیں جنھوں نے خدا کی عبادت میں اپنے بال سفید کرے ہیں۔ اور کچھ ایسے خضوع و خشوع رکھنے والے جوان بھی ہوتے ہیں جنھوں نے نفسانی خواہشوں سے منہ موڑ کر خدا کی طرف رخ کر لیا ہے۔ اور ان کے اخلاص اور دعاؤں کی برکت سے انکی جماعت سے بلادور ہو جاتی ہے اگر رکوع و سجود کرنے والے بندے، ایسے نیک افراد جن کے دل خدا کی بارگاہ میں جھکے ہوئے ہیں۔ اور شیر خوار بچے نہ ہوتے تو بلا تم لوگوں کے اوپر پھٹ پڑتی رہے

(بقیہ مابقیہ صفحہ ۲۵۵) اور اس کے تباہ شدہ مکانات اس راہ سے گزرنے والوں کے لئے عبرت اور ہشامی کے موجب ہیں "وَلَا تَكُنْ مِنَ الْكَافِرِينَ" (سورۃ الاحقاف)۔ اوتیم (عَلَّامِیْنِ مِنْ شَمِیْکِیْ) سفر کرتے ہوئے ان پر سے گزرتے ہو۔ آپا تم نہیں کرتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے تاکہ سرکشی اور گناہوں سے باز ہو۔

لله (مختاراً) من النبی صلی اللہ علیہ والہ فی حدیث طویل۔ لکھا عبادت و دعا و جلال خشع و صبا و وضع لصب علیکم العذاب صلباً۔ (مسندک الاماں جلد ۱ صفحہ ۲۵۳)۔

دعا کی فوری قبولیت

فقیر عادل حضرت آقائے حاج شیخ مرتضیٰ حائری دامت برکاتہ نے جو حوزہ علمیہ قم کی صفحہ اول کے علماء میں سے ہیں چند باعث عبرت اور بصیرت افروز داستانیں رقم فرمائی ہیں جنھیں عام فائدے کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

ایک داستان جسے میں نے دو معتبر طریقوں سے سنا ہے نقل کرتا ہوں۔ ایک جناب آقائے حاج سید صدر الدین جزائری سے جسے انھوں نے اپنے ایک معتمد اور مؤثق شخص سے سنا۔ دوسرے ان کے پوتے (یا نواسے) جناب آقائے مروارید سے جسے انھوں نے ایک ایسے شخص سے سنا جس پر انھیں پورا اعتماد اور بھروسہ تھا۔

داستان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرحوم حاج شیخ حسن علی رحمۃ اللہ علیہ (جن بزرگوار کا داستان نمبر ۱۵ نام آپکا ہے) اپنے ایک رفیق کو دیکھنے کے لئے گئے جسے شدید بخار تھا۔ انھوں نے بخار سے کہا، بہ اذن خدا نے تعالیٰ فلاں کے بدن سے نکل جا پھر فرمایا، کہ ایک حقہ لاؤ تاکہ میں اس کا کش لگاؤں۔ یہ نکل جائے گا۔ چنانچہ اس طرح بیمار کے جسم سے بخار نکل گیا۔ اور اسے صحت ہو گئی۔

لوگوں نے ان سے کہا کہ، آپ نے اس قدر جزم و یقین سے کہنے کی ہمت کس طرح کی؟ تو فرمایا، اس لئے کہ میں نے اپنے مولا و آقا امام زمانہ (عجل اللہ فرجہ) سے خیانت نہیں کی ہے اور یقین رکھتا ہوں کہ آپ اپنے امانتدار خادم کی آبرو کی حفاظت فرماتے ہیں۔

واضح رہے کہ مرحوم حاج شیخ حسن علی مرحوم حجتہ الاسلام حاج میرزا محمد حسن شیرازی کے عظیم شاگردوں میں سے اور میرزا شیرازی، آخوند خراسانی، اور سید فشاں کی صف میں شامل تھے۔ آقائے نونہانی نے جو خود بھی زمانے کے بہترین افراد میں سے تھے نقل کیا کہ جب مرحوم حاج شیخ

مشہد مقدس آئے ہوئے تھے تو یہاں اپنے قیام کے ابتدائی ایام میں اپنے کو اس قدر غیر معروف اور بے تعلق بنا رکھا تھا کہ علما بھی ان کے علمی مقام سے واقف نہ تھے وہ مرحوم آقا میر سید علی حائری یزدی کے مصلے کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور محتاج اور پریشانی لوگوں کے لئے امداد طلب کیا کرتے تھے (بظاہر قحط سالی کے زمانے کا ذکر ہے)۔ مرحوم حائری نے ان امور کے سلسلے میں ان سے ایک بات کہی جن سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی منزلت سے آگاہ نہیں ہیں۔ وہ ایک روز تنہا سید حائری کے یہاں (جو خود حلیل القدر علماء میں سے تھے) گئے اور انھیں ایک مسئلے میں تین مرتبہ لا جواب کیا۔ تیسری بار مغلوب ہونے کے بعد روشن ضمیر سید نے کہا۔ برکت دے اللہ، حاج میرا محمد حسن کو، انھوں نے کیسے عجیب اور بے مثل شاگرد تیار کئے ہیں۔

آقائے آقا سید محمد علی سلمہ اللہ نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ایک لمبی مدت یعنی تقریباً ۶۰ سال تک مرحوم حاج شیخ مدرّس کے حجرے کے بالائی سوراخ سے میرے لئے پیسے پھینکتے رہے۔ اور ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہ کس طرف سے آتے ہیں۔ بعد میں ایک مناسبت سے معلوم ہوا کہ ان کی جانب سے ہیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ علمائے ربانی کی کرامتیں اور مقام یقین پر فائز حضرات کی دعاؤں کی مقبولیت کے واقعات درحقیقت شمار سے باہر ہیں۔ اور استعجاب کو رفع کرنے اور اس مطلب کو ثابت کرنے کی غرض سے کتاب کی داستان ۲۵۷ میں کچھ مطالب بیان کئے جا چکے ہیں اس مقام پر اس واقعے کی تائید کے لئے خاتم المجتہدین شیخ مرفعی انصاری کی ایک داستان نقل کی جاتی ہے۔

یہ شیخ محمود اراقی سے جو شیخ کے شاگردوں میں سے تھے کتاب "دار السلام" کے آخر میں نقل ہوئی ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرحوم حاج سید علی شومتری جو اکابر علماء میں سے اور صاحب کرامت و اجابت دعوات تھے۔ اور شیخ انصاری سے عقیدت و اراد رکھتے تھے۔ ۱۲۷۰ ہجری میں جب کہ نجف اشرف میں ایک وبائی مرض پھیلنا ہوا تھا۔ تقریباً نصف شب کے وقت اس مرض میں مبتلا ہوئے جب ان کے فرزندوں نے انکی حالت تشویشناک پائی تو اس خوف سے کہ مبادا ان کا انتقال ہو جائے اور شیخ ان سے باز پرس کریں کہ تم نے عیادت کے لئے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں دی، انھوں نے چراغ روشن کیا کہ شیخ کے گھر جا کر انھیں سید کی بیماری

سے آگاہ کریں۔ مرحوم سید متوجہ ہوئے اور کہا، کیا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا آپکی بیماری کی خبر دینے کے لئے شیخ کے پاس جانے کا قصد ہے۔ فرمایا، جانے کی ضرورت نہیں ہے وہ اس وقت خود ہی تشریف لارہے ہیں۔ ابھی ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ سید نے فرمایا شیخ ہیں، دروازہ کھول دو۔ وہ کہتے ہیں کہ تم نے دروازہ کھولا تو شیخ ملا رحمتہ اللہ کے ہمراہ موجود تھے۔ شیخ نے پوچھا حاج سید علی کیسے ہیں؟ ہم نے کہا اب کہ وہ مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں خدا رحم کرے انشاء اللہ۔ شیخ نے فرمایا۔ کوئی خوف نہیں ہے انشاء اللہ، اور گھر میں داخل ہوئے سید کو مضطرب اور پریشان دیکھ کر فرمایا، پریشان نہ ہو۔ انشاء اللہ آپ تھے ہو جاؤ گے سید نے کہا یہ آپ کس بنا پر کہہ رہے ہیں؟ شیخ نے فرمایا میں نے خدا سے خواہش کی ہے کہ تم میرے بعد زندہ رہو اور میرے جنازے پر نماز پڑھو۔ سید نے کہا آپ نے ایسی خواہش کیوں کی؟ فرمایا اب تو کر چکا اور یہ تمنا مقبول بھی ہو چکی اس کے بعد بیٹھ گئے اور قدرے سوال جواب اور مزاحیہ گفتگو کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

(بعض لوگوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ شیخ سے پوچھا گیا کہ اس رات آپ نے کیسے جزم یقین کے ساتھ فرمادیا کہ سید آپ سے ہو جائیں گے۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے خدا کی اطاعت و بندگی اور خدمت شریع میں ایک عمر گزاری ہے چنانچہ اس رات جب خدا سے حاجت طلب کی تو اس کی قبولیت کا یقین کر لیا۔)

غرض کہ خدا نے سید کو شیخ کی دعا سے شفا بخشی، یہاں تک کہ جمادی الثانیہ ۱۲۷۰ ہجری کی اٹھارہویں شب میں شیخ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ اتفاق سے اس وقت سید نجف اشرف میں تھے اور کہ بلائے مملیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ صبح کو شیخ کا جنازہ محسن مہر میں لایا گیا۔ تو لوگ نماز جنازہ کے لئے حیران تھے۔ ناگاہ ایک آواز بلند ہوئی کہ، سید آگئے پس جناب سید نے نماز جنازہ پڑھی اس کے بعد شیخ کے منبر پر بیٹھ کے درس دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا خود شیخ درس دے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ۱۲۸۳ ہجری میں سید بھی اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ رحمتہ اللہ علیہما۔

اجابت دعا سے متعلق سوال کے جواب میں شیخ کا یہ ارشاد اس مختصر سی داستان کے

مانند ہے کہ: ایک چھوٹا سا بچہ جو گھٹنیوں چلنے لگا تھا مکان کی چھت پر تھا۔ اور پر نالے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی ماں اسے بکڑنے کی کوشش اور نالہ و فریاد کر رہی تھی نیچے گلی سے گزرنے والے لوگ مینظر دیکھ رہے تھے لیکن کوئی مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔ ناگاہ وہ بچہ پر نالے سے نیچے گر پڑا، اُسی لمحے ایک مومن اور شفیق بزرگ نے جو وہاں موجود تھے کہا۔ خداوند! اسے روک لے! یہ کہنا تھا کہ بچہ ایک لحظے کے لئے ہوا پر معلق ہو گیا اور ان بزرگوں نے اسے ہاتھوں پر لے کے زمین پر بیٹھا دیا لوگوں نے ان کے گرد حرم کر لیا اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینے لگے۔ ان بزرگ نے فرمایا لوگو! یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں ہے۔ اس روسیہ بندے نے معبود کی اطاعت میں ایک عرصہ کی ہے۔ اگر وہ ایک بار اپنے اس بندے کی گزارش قبول فرمائے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

مؤلف کہتا ہے کہ رجب کی راتوں میں حدیث ملک داعی کا ایک جزء اس طرح ہے۔
 ”انما مطیع من اطاعنی“ (یعنی جو شخص میری اطاعت کرے میں بھی اس کی بات مانتا ہوں)

تنگدستی کے بعد خوشحالی

نیز آیت اللہ حائری نے آقائے طالقانی سے جو حاج سید علی ناصر کے فیقول میں سے اور خود عدلیہ کے وکیل ہیں بھڑپٹ نہیں بولتے بالخصوص کرامتوں کے بارے میں اور صاحبانِ دینا و صلاح میں سے ہیں، نقل کیا کہ میں آیت اللہ سید محمد فشارکی کے فرزند آقائے آقا سید علی اکبر کے ہمراہ اصفہان میں آقائے حاج میرزا عبدالحیاد کلباسی کے گھر ہو گیا۔ (میں ان سبھی حضرات کو پہچانتا ہوں۔ رحم اللہ)۔ انھوں نے بنایا کہ آقائے سید علی اکبر کا ہاتھ پیسے سے بالکل خالی تھا۔ وہ نماز صبح ادا کرنے مسجد جیکم گئے ہوئے تھے جب انھیں کچھ دیر لگی تو میں انکی تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ وہ مسجد سے میں ہیں اور خوش و خرم نظر آ رہے ہیں۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور واپس آ گیا۔ ایک شخص میرے گھر پر آیا اور کہا میں حاج عبدالحیاد ہوں۔ آیا آقا سید محمد فشارکی کے فرزند یہاں ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ ان کے لئے ایک ہزار تومان لایا تھا۔

چالیس سال قبل ایک ہزار تومان بہت بڑی رقم تھی۔ اور کوئی شخص بغیر وصول کرنے والے کو دیکھتے ہوئے اور اتنی غفلت کے ساتھ اتنے پیسے کسی کو نہیں دیتا تھا۔ عذہ علیہ قم کے تمام اخراجات ماہوار تین ہزار تومان تھے۔ اور کبھی وہ بھی مہیا نہیں ہوتے تھے۔ غرض کہ وہ شخص مذکور رقم دیکر چلا گیا۔ اس کے بعد جس شخص سے بھی پوچھا گیا کوئی حاج عبدالحیاد کو نہیں جانتا تھا۔

ہدیہ قبولیت زیارت کی نشانی

نیز انھوں نے آقائے حاج میر حسن برقی کے فرزند آقائی آقا مصطفیٰ برقی سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے کہ انھوں نے مشہد مقدس کے راستے میں مجھ سے بیان کیا کہ اُن مرحوم کے چھوٹے بیٹے آقائی آقا میرزا رضا جو اس وقت زندہ تھے۔ (مجھ کو توفیق نہ ہوئی کہ خود انھیں سے ان کے حالات کی تفصیل معلوم کرتا۔) اپنے والد کے ہمراہ مشہد مقدس کی حاضری سے مشرف ہوئے (یادجو دیکھ وہ موٹر اور بس وغیرہ کا دور تھا انھوں نے اپنے عیال اور نوکر کے ساتھ کجاوے میں سفر کیا)۔ انھوں نے بتایا چونکہ ہمارے پاس صرف کجاوے کا وسیلہ تھا لہذا میں نے سارا یا زیادہ تر راستہ پایادہ طے کیا۔ (یہ شبہ میری طرف سے ہے)۔ میں اسی سلسلے میں دور سے حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کر رہا تھا کہ اگر میری زیارت قبول ہے تو مجھے کوئی ہدیہ عطا فرمائیے۔

جب ہم مشہد مقدس پہنچے اور لوگ میرے والد مرحوم کو دیکھنے کے لئے آ رہے تھے ایک روز ایک بوڑھے بزرگ اہل علم کے لباس میں وارد ہوئے، باوجودیکہ نوکر موجود تھا میرے باپ نے مجھے حکم دیا کہ ان کے لئے حقہ تیار کرو۔ جب میں ان کے سامنے حقہ لے کے پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ ہم نے تمھیں خواب کی تعبیر بخش دی۔ اگر کوئی شخص تمھارے سامنے کوئی خواب بیان کرے تو اس رات کے شمار کے مطابق جس میں خواب دیکھا گیا ہے قرآن مجید کے ورق اُلٹو خواب کی تعبیر مل جائے گی۔

یہ کہنے کے بعد وہ چلے گئے لیکن میرے دل میں ان کی اس بات کی کوئی اہمیت

محسوس نہیں ہوئی یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد میں قم واپس ہوا۔ میرے والد نے وفات پائی اور میری مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ ایک رات میں حرم جناب محصومہ سلام اللہ علیہا کے سر ہانے والی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خاتون اپنے شوہر کے ساتھ آئیں جنھوں نے ایک خواب دیکھا تھا انھوں نے کہا میں نے مہینے کی (مثلاً) پندرھویں تاریخ ایک خواب دیکھا ہے۔ میں نے قرآن مجید کھول کے پندرہ ورق الٹے تو دیکھا کہ اس عورت کا اصل خواب میرے دل پر لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے اس کی تعبیر بھی لکھی ہوئی ہے۔

میں نے کہا تمھارا خواب اس طرح ہے اور اس کی تعبیر بھی یہ ہے اس نے تعجب کیا اور کچھ رقم مجھے دی۔ اس کے بعد میں نے بعض لوگوں سے یہ طریقہ بیان کر دیا، اور یہ عنایت مجھ سے سلب ہو گئی۔

زیارت عاشورہ کی اہمیت

فقیر زائد و عادل مرحوم شیخ جواد ابن شیخ مشکور عرب جو نجف اشرف کے اجلہ علماء و فقہاء میں سے اور شیعہ اہل عراق کی ایک جماعت کے مرجع تقلید، نیز محسن مہلر کے ائمہ جماعت میں سے تھے یہ ۱۳۳۱ھ میں تقریباً نوے سال کی عمر میں وفات ہوئی اور اپنے باپ کے جوار میں محسن مہلر کے ایک بچے کے اندر دفن ہوئے۔ ان مرحوم نے چھبیس ۳۶ ماہ صفر ۱۳۳۱ھ ہجری کی شب میں نجف اشرف کے اندر ملک الموت حضرت عزرائیل کو خواب میں دیکھا تو سلام کے بعد ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا شیرازی سے میرزا ابراہیم خلّاتی کی روح قبض کر کے آ رہا ہوں، شیخ نے پوچھا برزخ میں ان کی روح کس سال میں ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ بہترین حالات میں اور عالم برزخ کے بہترین باغات میں۔ خداوند عالم نے ان کے لئے ایک ہزار فرشتے معین فرمائے ہیں۔ جو ان کی فرمانبرداری کر رہے ہیں۔ انھوں نے دریافت کیا کہ وہ اپنے کس عمل کی جزا میں ایسے مرتبہ پر پہنچے ہیں؟ آیا اپنی علمی برتری کی وجہ سے یا شاگردوں کی تعلیم و تدریس اور تربیت کی بنا پر۔ فرمایا، نہیں۔ پوچھا، آیا نماز جماعت اور لوگوں تک احکام دین پہنچانے کے سبب سے؟ فرمایا، نہیں۔ پوچھا، پھر کس وجہ سے؟ فرمایا، زیارت عاشورہ پڑھنے کے باعث۔ (مرحوم میرزا خلّاتی نے اپنی آخری عمر میں تیس سال تک زیارت عاشورہ ترک نہیں کی۔ اور اگر کسی روز بیماری یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے تھے تو اس کے لئے کسی کو اپنا نائب بنا دیتے تھے۔)

جب شیخ مرحوم خواب سے بیدار ہوئے تو صبح کو آیتہ اللہ میرزا محمد تقی شیرازی کے یہاں پہنچے اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔

مرحوم میرزا محمد تقی نے رونا شروع کیا۔ ان سے گریے کا سبب پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ میرزا خلّاتی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ وہ علم فقر کے حکم ستون تھے۔ ان سے کہا گیا کہ شیخ نے ایک خواب دیکھا ہے۔ معلوم نہیں اس میں حقیقت کہاں تک ہے؟

میرزا نے فرمایا، ہاں یہ ہے تو خواب ہی لیکن کسی معمولی انسان کا نہیں بلکہ شیخ مشکور کا خواب ہے۔ دوسرے روز میرزا نے خلّاتی کے انتقال کا تاریخ شہ راز سے نجف اشرف پہنچا اور مرحوم کے خواب کی صداقت ظاہر ہو گئی۔

اس داستان کو نجف اشرف کے افاضل کی ایک جماعت نے مرحوم آیتہ اللہ سید عبدالبہادی شیرازی سے سنا تھا جو اس وقت مرحوم میرزا محمد تقی کے گھر پر موجود تھے جب شیخ مرحوم وہاں پہنچے اور اپنا خواب بیان کیا۔

نیز ان مرحوم کے پوتے فاضل محترم جناب حاج صدر الدین خلّاتی نے بھی شیخ مرحوم سے یہ روداد سنی تھی۔

امام رضا علیہ السلام کے عنایات

عبد صالح اور متقی کامل جناب حاج محمد الدین شیرازی جو زمانے کے نیک انسانوں میں سے ہیں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مجھے بچپن میں درویشم عارض ہوا۔ میں میرزا علی اکبر جراح کے پاس گیا۔ تو انھوں نے میری آنکھ کے گرد تہی پھیر دی اور اس چہرہ پر توجہ نہیں کی کہ وہ اس سے قبل ایک سوداوی آنکھ پر ہاتھ رکھ چکے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ میری آنکھ بھی سوداوی ہو گئی، اور آنکھ کے کنارے زخمی ہو گئے۔ ناچار ہو کر میرے والد نے باری باری تمام ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ انھوں نے کہا اب میں حضرت رضا علیہ السلام سے شفا طلب کروں گا، چنانچہ ہم لوگ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے باپ اسماعیل طلا کی سبیل کے نیچے کھڑے ہوئے اور دستہ ہوئے عرض کیا یا علی ابن موسیٰ الرضا میں حرم میں داخل نہیں ہوں گا جب تک آپ میرے لڑکے کی آنکھ کو شفا نہ دیں گے۔

رات گزرنے کے بعد صبح ہوئی تو گویا میری آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں اور بحمد اللہ اسکے بعد آج تک درد نہیں ہوا۔ جب میں مشہد مقدس سے واپس ہوا تو میری بہن نے مجھے نہیں پہچانا، اور تعجب کے ساتھ کہا، تمھاری آنکھ تو زخمی تھی تم کو کیڑا ٹھیک ہو گئے۔ میں نے تو تمھیں پہچانا ہی نہیں۔ اسی طرح حاجی موصوف نقل کرتے ہیں کہ میں ششم شمسی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ مشہد مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا، اور چنانچہ عجیب حالات کا مشاہدہ کیا۔ منجملہ مسافر خانے میں میرا بچہ دوبار کوٹھے سے نیچے گرا اور بحمد اللہ حضرت رضا علیہ السلام کی نظر کرم کی بدولت اُسے کوئی ضرر نہیں پہونچا میں نے واپسی کے وقت بس کے اندر یہ روداد بیان کی تو ایک عورت نے کہا، تعجب نہ کرو میں خیابان طبری کے شروع میں ایک سمنڈلہ مسافر خانہ میں تھی، میرا بچہ تیسری منزل سے پختہ ٹرک پر گرنا، اور حضرت رضا کی مہربانی سے اسے کوئی چوٹ نہیں آئی۔

مفاتح اور قرآن کی عجیب داستان

جمادی الثانیہ ۹۴ھ کے آخری شعبہ کو جناب حاج ملا علی بن حسن کاندونی جن سے داستان نقل کی جا چکی ہے۔ بیماری کی حالت میں کویت سے شیراز آئے اور علاج کے لئے بیمارستان نمازی (ہسپتال) کی طرف رجوع کیا اور کتب مفتاح الجنان اور قرآن مجید اپنے ہمراہ لائے تھے۔

فرمایا کہ یہ دو دہریے میں تمھارے لئے لایا ہوں اور اس سے متعلق ایک داستان ہے مفتاح کے بارے میں تو یہ ہے کہ جیسا تم پہلے سے جانتے ہو کہ میں بچپن ہی میں ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یتیم ہو گیا تھا۔ اور کسی نے مجھے مکتب نہیں بھیجا نتیجہ یہ ہوا کہ میں جاہل اور بے سواد رہ گیا یہاں تک کہ ایک سال زیارت عرفہ کے قصد سے کربلائے معلیٰ حاضر ہوا اور عرفے کے روز زیارت سے مشرف ہونے کے لئے اٹھا لیکن مجمع کی کثرت سے راستہ اس طرح مسدود تھا کہ میں حرم اقدس تک پہونچنے میں کامیاب نہیں ہوا اور ہر چند تجسس کیا کہ کوئی ایسا باسواد شخص مل جائے جو مجھے زیارت کرا دے اور میں اس کے ساتھ زیارت مخصوصہ پڑھ لوں، لیکن کو ایسا آدمی بھی نظر نہیں آیا۔ لہذا بہت ہی شکستہ دلی اور نالہ و فریاد کے ساتھ حضرت سید الشہداء کو آواز دی۔ کہ آقا! آپ کی زیارت کی آرزو مجھے یہاں تک لائی ہے۔

میں لکھ پڑھ نہیں سکتا تھا، اور کوئی ایسا بھی نہیں تھا جو مجھے زیارت کرا دے۔ ناگاہ ایک جلیل القدر سید نے میرا ہاتھ تھام کے فرمایا، میرے ساتھ آؤ۔ پس ہجوم کے

درمیان سے ایک راستہ بن گیا۔ اور میں اذن دخول پڑھنے کے بعد حرم میں داخل ہوا
انھوں نے میرے ساتھ زیارت وارثہ پڑھی، اور پھر فرمایا کہ اب اس کے بعد تم زیارت وارثہ
اور زیارت امین اللہ پڑھ سکتے ہو۔ اور انھیں ترک نہ کرنا۔

اور کتاب مفاتیح کل کی کُل صحیح ہے۔ اس کا ایک نسخہ صحن کے دروازے پر شیخ
مہدی کتب فروش کی دوکان سے لے لینا۔

حاج علی موصوف کہتے ہیں کہ مجھے اس حال میں لطف الہی اور حضرت سید الشہداء
کی مرحمت کی طرف توجہ ہوئی کہ ان بزرگوار کو کس طرح سے میری مدد کے لئے بھیجا کہ ایسے
اثر دہام میں کامیابی نصیب ہوئی۔ چنانچہ میں سجدہ شکر بجالایا۔ جب سہراٹھایا تو ان بزرگ
کو نہیں پایا، جس طرف بھی گیا کوئی سراخ نہیں ملا۔ کشف داری میں پوچھا تو انھوں نے کہا، میں انھیں
نہیں پہچانتا۔

خلاصہ یہ کہ جب میں صحن سے باہر نکلا اور شیخ مہدی کتب فروش کو دیکھا تو قبل اس کے
کہ ان سے کتاب کا مطالبہ کروں انھوں نے یہ مفاتیح مجھے دی اور کہا میں نے زیارت وارثہ اور
زیارت امین اللہ کے صفحات میں نشانیاں رکھ دی ہیں۔ میں نے کتاب کی قیمت دینا چاہی، تو
انھوں نے کہا قیمت ادا کی جا چکی ہے اور مجھ سے سفارش کی کہ اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ جب
میں قیام گاہ پر پہنچا تو یاد آیا کہ کاش میں نے شیخ مہدی سے دریافت کیا ہوتا کہ میری طرف سے
کس نے انھیں مفاتیح کی قیمت ادا کی ہے۔ میں ان سے پوچھنے کے لئے گھر سے نکلا تو اس مقصد
کو بھول گیا۔ اور دوسرے کام کے لئے چلا گیا۔ دوسری بار اسی ارادے سے نکلا اور پھر بھول گیا۔
غرض کہ جب تک میں کربلائے معلیٰ میں رہا اس کی توفیق نہیں ہوئی۔ میں دوسرے سفر کرتا رہا مگر
یہ بات نظر میں رکھی کہ مجھے یہ راز دریافت کرنا ہے۔

مجھ کو تین سال تک سفر کرنا نصیب نہیں ہوا۔ تین سال کے بعد جب زیارت سے
مشرف ہوا تو شیخ مہدی مرحوم ہو چکے تھے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

اور قرآن مجید سے متعلق یہ ہے کہ میں نے مذکورہ عنایت کے بعد حضرت
سید الشہداء علیہ السلام سے توسل اختیار کیا۔ کہ جب آپ نے اتنی مہربانی فرمائی ہے تو

براہ کرم قرآن پڑھنے کی صلاحیت بھی عطا فرمائیں۔

یہاں تک کہ میں نے ایک رات ان حضرت کو خواب میں دیکھا کہ ایک ایک دانہ کر کے
مجھے پانچ دانے رطب عنایت فرمائے اور میں نے انھیں کھا لیا۔ ان کا ذائقہ اور خوشبو بیان
سے باہر تھا۔ پھر فرمایا اب تم قرآن مجید پڑھ سکتے ہو۔

اس کے بعد یہ قرآن مجید ایک شخص مصر سے میرے لئے تحفے میں لایا۔ اور میں برابر
اس سے تلاوت کرتا رہا۔ اور اس کے بعد حدیث کی اور عربی کی ہر کتاب پڑھ سکتا ہوں۔

شب قدر میں روحوں کی زیارت قبر حسین

نیز نقل فرمایا کہ میں تیسویں ماہ رمضان کی شب میں مکان کی چھت پر تنہا شہید کی اور اعمال شب قدر میں مشغول تھا، ناگاہ مجھ پر سستی اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو گئی، اسی حالت میں میں نے محسوس کیا کہ تمام عالم الہجوم اور غفلے سے مملو ہے اور کچھ ہلکی اور کچھ تیز آوازوں کی فراوانی ہے۔ ایک آواز سے جو زیادہ فصیح اور مجھ سے قریب تر تھی میں نے پوچھا تمہیں خدا کا واسطہ بتاؤ تم کون ہو؟ فرمایا جبہ ٹیل ہوں۔ میں نے کہا، آج رات کی کیا خبر ہے فرمایا کہ جناب فاطمہ، مرثیہ و آئینہ اور خدیجہ و کلثوم کے ساتھ قبر حسین کی زیارت کے لئے جا رہی ہیں، اور یہ پیغمبروں کی روحوں اور فرشتوں کا ہجوم ہے۔

میں نے کہا خدا کے لئے مجھے بھی لے چلو، تو فرمایا کہ تمہاری زیارت اسی جگہ سے قبول ہے اور یہ تمہاری سعادت و نیک نیتی ہے کہ تم ایسے منظر کا مشاہدہ کر سکو۔

مؤلف کہتا ہے کہ درحقیقت حاجی موصوف کو حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے شدید علاقہ اور عقیدت نصیب ہوئی ہے۔ اسی دو گھنٹے کی نشست میں چند مرتبہ ایسا ہوا کہ جب ان حضرت کا اسم مبارک زبان پر جاری کرتے تھے تو بے اختیار گریہ وزاری کرنے لگتے تھے۔ اور پھر کئی منٹ تک بات نہیں کر سکتے تھے وہ فرماتے تھے کہ میں ان حضرت کی مصیبت کا ذکر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

جناب سیدہ کی عنایت اور بیمار کی شفا

جناب آتش محمد بنی انصاری دارابی جو حوزہ علیہ قم کے افاضل میں سے ہیں عجیب حالات کے حامل ہیں جن میں سے ایک واقعہ اس مقام پر خود انھیں کی تحریر سے نقل کیا جاتا ہے۔ ایک سال کی طویل مدت تک میرا یہ حال رہا کہ شدید ضعف و اضمحلال، درد سر اور دوران سر میں مبتلا رہا۔ شیرازی میں مرتبہ م میں پانچ مرتبہ اور تہران میں تین مرتبہ متعدد ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا۔ اور کثرت کے ساتھ دواؤں اور انجکشنوں کا استعمال کیا۔ لیکن یہ سارے علاج صرف تھوڑی دیر کے لئے مسکن ہوتے تھے۔ اور دوبارہ اپنی کمزوری عود کر آتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک رات اسی بچپنی کے عالم میں زحمت اور دشواری کے ساتھ زلزلے کے عظیم عالم اور متقی و پیر سہرگاز آیتہ اللہ بھیت کے یہاں نماز جماعت کی غرض سے چلا گیا۔ نماز کے دوران میری حالت بہت غیر تھی چنانچہ ایک رفیق نے اسے محسوس کیا اور پوچھا، فلاں! معلوم ہو تلبس کہ تم بہت پریشانی میں ہو۔ میں نے کہا ایک سال ہو چکا ہے کہ میں اسی حالت میں ہوں اور جبکہ بھی ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا اور دواؤں استعمال کیں کوئی تاثیر نہیں ہوئی ان بزرگ نے جو خود بھی افاضل اور متقی حضرات میں سے فرمایا، ہم لوگوں کے پاس تو بہت ہی اچھے ڈاکٹر ہیں۔ ان کی طرف رجوع کیجئے!

میں فوراً سمجھ گیا اور انھوں نے بھی مزید اضافہ فرمایا، کہ حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا سے تو مثل اختیار کیجئے، حتماً شفا حاصل ہوگی۔

ان کی بات نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور میں متوسل ہونے کا عزم کر کے وہاں

سے واپس ہوا۔

اُسی بد حالی کے عالم میں سڑک پر ایک دوسرے عالم و فاضل سے ملاقات ہو گئی۔ اور انھوں نے بھی مجھ کو تو سئل کی ترغیب دی۔ اس کے بعد میں پہلے جناب معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم میں حاضر ہوا اور پھر اپنے گھر پر آکر تنہا ایک گوشے میں تضرع و توسل اور گریہ و زاری میں مصروف ہو گیا۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو واسطہ قرار دیا اور اس کے بعد نیند آ گئی۔ آدھی رات گزرنے کے بعد میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک مجلس منعقد ہوئی ہے اور سادات میں سے چند افراد اس میں شریک ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب اٹھے اور میرے لئے دعا کی۔

صبح کے وقت جب میں نیند سے بیدار ہوا تو اپنے سر کو جھٹکا دیا، دیکھا کہ سر کے درد اور چکر کا کوئی نام و نشان بھی موجود نہیں ہے، ذوق و شوق اور نشاط و خوشحالی کے عالم میں فوراً گھر سے نکلا چونکہ ایک مدت ہو چکی تھی ملاقاتوں سے محروم تھا۔ دوستوں کو دیکھا چند کو دعوت دی اور گھر میں ایک روضہ خوانی کی مجلس منعقد کی اور انشاء اللہ جب تک زندہ ہوں یہ ماہانہ اور گھر پر مجلس قائم رکھوں گا۔

اب جبکہ تقریباً اس واقعے کو آٹھ مہینے ہو رہے ہیں الحمد للہ میرا حال بہت بہتر ہے میرے توفیقات میں گئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اور میں انتہائی امید واری کے ساتھ درس و تبلیغ میں مشغول ہوں۔

(چہارم رجب ۱۳۹۴ھ ہجری قمری)

(۱۱۵)

معجزہ عسکریین

(امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہم السلام)

مولانا نے معظم ابوالفضل والمعالی جناب آقائی سید محمد ہادی مدرس موسوی نے جو ایک طویل مدت تک سامرا میں مقیم اور حرم حضرت عسکریین علیہما السلام میں امام جماعت رہے اور عراق میں سکونت پذیر ایرانیوں کے نکالے جانے کے آخری مرحلے میں وہاں سے واپس آ گئے ہیں۔ اما میں ہمایین حضرت عسکریین علیہما السلام کے عجیب و غریب واقعات کا ذکر کیا۔ جن میں سے دو واقعے ناظرین کتاب کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔

اہل تشن میں سے ایک جوان شخص جن کا نام مہدی اور کنیت ابن عباس ہے۔ اور جو خود اور ان کے باپ حرم مطہر کے خادموں میں سے ہیں۔ ایک روز اپنے چند دوستوں کے ساتھ سامرا کے اندر دجلہ کی نہر کے کنارے گئے اور لہو و لعب اور شراب نوشی میں مشغول ہوئے جب وہاں سے رات کے پچھلے پہر واپس ہوئے تو مہدی اپنا راستہ مختصر کرنے کی غرض سے صحن مطہر کے ایک دروازے سے داخل ہوئے تاکہ دوسرے دروازے سے نکل کے جلد اپنے گھر پہنچ جائیں لیکن روضہ اقدس کے صحن میں داخل ہوتے ہی زمین پر گر پڑے اور پھر اٹھ نہ سکے۔ جب لوگ جمع ہوئے تو معلوم ہوا کہ فالج گر لیا ہے اور ان کے جسم سے شراب کی بو آ رہی ہے۔ چنانچہ انھیں اٹھا کر صحن مطہر سے باہر لے گئے۔ اور شب کے اسی آخری وقت میں یہ خبر تمام سامرا میں پھیل گئی۔ اور وہاں کے لوگ صحیح صورتحال سے آگاہی کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر صحن مطہر میں داخل ہو رہے تھے۔ جو شخص یہ خبر سنتا تھا وہ حرم اقدس کے اندر پہنچ کے اپنی مخصوص عادت کے مطابق دعا اور زیارت میں مشغول ہو جاتا تھا۔

مہدی ہسپتال میں کئی روز کے بعد ہوش میں آئے۔ درحالیکہ ان کا نصف بدن شل تھا۔ ایک مدت کے بعد سامرا کے ہسپتال سے علاج کے لئے بغداد منتقل ہوئے۔ آٹھ ماہ کے علاج، سامرا اور بغداد کے درمیان رفت و آمد، جغفی اہل تسنن کے امام ابوحنیفہ اور عراق کے مشہور و معروف درویشوں سے متوصل ہونے کے بعد بھی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ایک روز ان کی ماں ان کے خاندان والوں عزیز و اقارب نے تجویز رکھی کہ بہتر ہوگا۔ اب ہم خود حضرات عسکریین سے شفا طلب کریں۔ چنانچہ مہدی کے بھائی بھی خدام تھے لہذا طے ہوا کہ مریض کو چند راتوں تک حرم مطہر کے اندر رکھا جائے۔ اور وہ صبح تک وہاں رہے یہاں تک کہ تیسری شب جو شب بعثت پیغمبر یعنی ماہ رجب ۱۳۸۶ء کی ستائیسویں تھی (چھک دہی رات جس میں حضرت ابو الفضل القاس علیہ السلام کی فترت مبارک وارد عراق ہوئی) نصف شب کے بعد دو بجے مہدی نے جن کی گردن ایک کپڑے کی پٹی کے ذریعے خراج اقدس سے بندھی ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سفید عمامہ باندھے ہوئے انکے سر پر ہاتھ پڑے ہیں۔ اور ان سے کہہ رہے ہیں کھڑے ہو جاؤ! انھوں نے کہا میں مفلوج ہوں کھڑا نہیں ہو سکتا، وہ دوبارہ ہی حکم دے کر چلے گئے۔

مہدی کہتے ہیں، میں خواب سے بیدار ہوا تو ہاتھ سے خراج کو تھام کے کھڑا ہو گیا۔ لیکن مجھ کو اپنے اوپر اعتبار نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ خراج کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے متعدد بار جھٹکے دیئے یہاں تک کہ یقین ہو گیا کہ میں اب سو نہیں رہا ہوں اور اپنی سابقہ حالت پر پلٹ چکا ہوں۔ یہ سمجھ میں آتے ہی میں نے چیخا اور شور کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ میرے بھائی خضر جو حرم مطہر کے ایوان میں سو رہے تھے بیدار ہو گئے۔ انھوں نے جس وقت اپنے معذور بھائی کو دیکھا کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر خراج کے گرد گھوم رہا ہے۔ اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس طرح نکال دیر رہا ہے کہ پوری خراج مبارک ہل رہی ہے تو اس پر بھی ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی۔

کافی دیر کے بعد ایک دوسرا شخص جو خداموں میں سے اور صحن کا دروازہ کھولنے پر مامور تھا آیا ان دونوں بھائیوں کو اس حالت میں دیکھا تو واپس جا کر سامرا کے قرقہ

جعفریہ کے مؤذن آقائے شیخ مہدی حکیم سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اور خواہش کی کہ آیتے اور گلدستہ اذان سے اس کا اعلان کیجئے۔ انھوں نے یہ کام انجام دیا۔

اذان صبح کے وقت سامرا کے تمام باشندے حضرت عسکریین کے حرم اقدس میں جمع ہو گئے، اور دوبارہ بھی صحن اور حرم مطہر اہل سامرا سے پُر ہوا۔ کثرت سے بھیڑیں ذبح کی گئیں ریشہ بینی اور شریعت کی تقسیم ہوئی، عورتیں ہلہلہ کرتی ہوئی آ رہی تھیں۔ اور تحسین و آفرین اور دعا کر رہی تھیں۔

حضرت عسکریؑ کی برکت کا لینا کی شفا

سید معظم حضرت آقائے موسوی دامت برکاتہ نے یہ داستان بھی نقل فرمائی ہے جسے انھوں نے خود صاحب معاملہ سے سنا تھا، اور یہ تاریخ سامرا، جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ پر منقول ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حاج میرزا سید باقر خان تہرانی معروف بہ حاج ساعد السلطانؒ سہ ہجری قمری میں ائمہ عراق کی زیارتوں کے قصد سے روانہ ہوئے تھے جب کاظمین علیہم السلام پہنچے تو ان کا چار سالہ اکلوتا بیٹا سید محمد آنکھوں کے شدید درد میں مبتلا ہو گیا۔ کئی روز تک اس کے علاج میں مصروف رہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا پھر سامرا کی طرف حرکت کی، اس خیال سے کہ وہاں دس دن قیام کریں گے۔ راستے میں گرمی کی شدت گرد و غبار اور عربانے کی ہکان کے باعث بچے کا درد شمم اور سخت اور کئی گنا زیادہ ہو گیا۔ سامرا پہنچنے پر بچے کو قدس الحکماء معروف بہ حافظ الصحت اور افلاطون زماں کے پاس لے گئے۔ اور علاج میں منہمک ہوئے لیکن کوئی نتیجہ لاحق نہیں ہوا۔ انھوں نے کہا کہ بچے کو حتماً اور فوراً بغداد میں فلاں آنکھ کے ڈاکٹر کے پاس پہنچانا ضروری ہے۔ اور اس میں غفلت کرنا خطرناک ہے۔ بچے کے باپ یمن کے سخت پریشاں و حیراں و نالاں ہوئے۔ کیونکہ بیٹے کا معاملہ انھیں کی ذات پر منحصر تھا۔ چونکہ یہاں دس دن قیام کرنے کا عزم کر چکے تھے لہذا روانہ نہیں ہوئے اور دعا و زیارت میں مشغول ہو گئے۔ جب اسی طرح سات دن گزرے تو بچے کا درد شمم اس قدر شدید ہو گیا کہ ایک لمحے کے لئے بھی رونا اور جھنجھائی بند نہیں کرتا تھا گھر کے لوگ اور ہمسائے رات بھر سو نہیں سکے جب صبح ہوئی تو حافظ الصحت کو لائے انھوں نے بچے کی آنکھ کھول کر غور سے دیکھا تو ان کی حالت متغیر ہو گئی اور ہاتھ پر ہاتھ مار کے پچھتے ہوئے

بچے کے باپ کی اس طرح سرنش کی کہ تم نے بچے کو اندھا کر دیا۔ میں نے تمھیں تاکید کے ساتھ سفارش کی کہ اسے جلد بغداد لے جاؤ۔ اور بار بار اس بات پر زور دیا، لیکن تم نے میری بات پر کوئی اعتنا نہیں کیا یہاں تک کہ بچے کی آنکھ جاتی رہی۔ اور اب تو بغداد جانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔ یہ درد اور بے چینی جو اس وقت لاحق ہے اس قرح اور زخم کی وجہ سے ہے۔ جو اس کی آنکھ میں موجود ہے اور جس نے آنکھ کی بینائی کو ختم کر دیا ہے۔ بچے کے باپ یہ بات سن کے سخت پریشاں اور نیم جان ہو گئے اس کے بعد حافظ الصحت ان دو مرحلوں کے علاج میں مشغول ہو گئے۔ جو بادام کے دانوں کے مانند آنکھوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ تاکہ درد میں سکون ہو جائے اور اندھے پن میں کم از کم درد سے نجات رہے۔ چنانچہ اس کی دونوں آنکھوں کو جو باہر کی طرف ابھرائی تھیں سختی کے ساتھ اندر کی جانب دبا دیا اور پچھے درد کی شدت سے عیش کر گیا۔ جب یہ صورتحال آیۃ اللہ میرزا محمد تقی شیرازی اور دیگر علماء کے سامنے بیان ہوئی تو وہ رنجیدہ اور ناراض ہوئے۔

جب دس روز کی مدت اقامت تمام ہوئی تو ایک عربانہ کمر ایسے پر لینے کے بعد روانگی کا عزم کیا زیارت و داع کے لئے حرم اقدس میں مشرف ہوئے اور زیارت کے بعد امامین، علیہم السلام کے پاس بیٹھ کے زیارت عاشورہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے اسی موقع پر ان کا ملازم حاجی فرید بچے کو بغل میں لئے ہوئے حرم میں حاضر ہوا۔ بچے کی آنکھوں کو جن پر پٹی بندھی ہوئی تھی ضریح اقدس سے مس کیا۔ اور بعد زیارت حرم سے واپس گیا۔

بچے کے باپ نے اپنے بیٹے کی اس حالت پر غور کیا، اور غور کیا کہ یہ صحیح و سالم آنکھیں کے عراق آیا تھا اور اب اندھا ہو کے واپس جائے گا۔ تو بے اختیار گریہ و نالہ اور فریاد و فغاں کرتے ہوئے صدر سے کی شدت سے لرزہ بر اندام ہو گئے زیارت کا بقیہ حصہ پڑھنا بھیو گئے اور بڑھ کے ضریح اقدس سے لپٹ گئے۔ امام کے ادب و احترام کا بھی لحاظ رہا اور کہا، آیا یہ سزاوار ہے کہ میں اپنے اس بچے کو اندھے پن کی حالت میں واپس لے جاؤں۔ اس کے بعد غم سے بے حال ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔

ناگاہ وہ بچہ اس حال میں حرم کے اندر داخل ہوا کہ اس کا ماموں اس کے پیچھے پیچھے

تھا۔ وہ اپنے باپ کے دامن پر بیٹھ گیا۔ اور کہا، بابا جان! میں اچھا ہو گیا، میری آنکھیں روشن ہو گئی ہیں۔ اور اب درج بھی نہیں کر رہی ہیں۔ باپ حیرت زدہ ہو گیا اور بچے کی آنکھوں پر ہاتھ پھر کے دیکھا۔ تو قرحوں کا کوئی اثر نہ پایا۔ یہاں تک کہ سُرخ بھی رفع ہو چکی تھی۔

بچے کے ماموں سے پوچھا کہ یہ ابھی ۵ منٹ قبل تو نابینا اور بند آنکھوں کے ساتھ حرم میں تھا۔ اتنی دیر میں کیا ہو گیا۔ انھوں نے کہا ہاں جس وقت ہم حرم سے باہر گئے ہیں بچے کا سر میرے شانے کے اوپر تھا۔ میں صحن سے گذر رہا تھا اور تمھارے آنے کا منتظر تھا۔ دفعہ بچے نے شانے سے سر اٹھایا۔ اور اپنے ہاتھ سے وہ کپڑا کھولنے لگا جو اس کی آنکھوں کے اوپر بندھا ہوا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ دیکھئے ماموں جان میری آنکھیں ابھی ہو گئیں۔ میں نے خوشخبری دینے اور تم کو شاد و مسرور ہونے کے لئے اس کو فوراً حرم میں واپس بھیج دیا۔ باپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ دونوں ماموں (علیہم السلام) کی خدمت میں عذر بخواہی اور شکر گزاری کی۔ اور خوش و خرم حرم سے باہر آئے۔ اس کے بعد حافظ الصحت کے پاس گئے۔ بچے کو اس کے مکان سے باہر اس کے ماموں کے پاس چھوڑ دیا۔ پھر حافظ الصحت سے کہا کہ میں بغداد جانے کا قصد رکھتا ہوں لہذا بچے کی آنکھوں کے لئے کوئی دوا دیدیجئے تاکہ اسے راستے میں استعمال کرا سکوں۔ طبیب نے کہا کیوں مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ جو آنکھ اندھی ہو چکی اس کی کوئی دوا نہیں۔ تم نے اپنی بے پروائی میں اسے نابینا کر دیا۔ اس وقت باپ نے بچے کو آواز دی اور ماموں اسے لئے ہوئے داخل ہوا جب طبیب نے اس کی آنکھیں کھول کر دیکھیں تو اسے روشن پایا۔ او مہبوت و حیرت زدہ ہو گیا بچے کی آنکھوں پر بوسے دینے اور اس کے گرد پھرنے لگا۔ اور شدید گریہ کرتے ہوئے کہا۔ کہاں گئے تمھاری آنکھوں کے وہ دونوں غنودہ؟ اور کس طرح چلا گیا تمھارا وہ اندھا پن جب اس سے شفا کوئی کیفیت بیان کی گئی تو اہلبیت پر صلوات بھیجنے لگا۔ اس کے بعد یہ لوگ میرزا شیرازی کے یہاں حاضر ہوئے۔ میرزا نے جو پہلے ہی سے متاثر تھے و فور شوق میں رونا شروع کیا۔ بچے کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا، بہتر ہو گا کہ ابھی یہاں قیام کیجئے تاکہ ہم شہر میں چراغاں کرائیں۔ لیکن انھوں نے معذرت کی۔ اور اسی روز کاظمین کے لئے روانہ ہو گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی توجہ

مرحوم حاج محمد رضا بقال ساکن کوچہ آستانہ ہر سال اربعین کے روز چالیس من چاول (ایران میں ایک من تقریباً تین کلو کے برابر ہوتا ہے) بچو اگر لوگوں میں تقسیم کرتے تھے جس سال کربلائے معلیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اسی مقدار یعنی چالیس من کا تعین کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو تاکید کی کہ اسے اربعین (چہلم سید الشہداء) کے روز بچو کے تقسیم کر دینا۔!

محمد رضا موصوف نے اربعین کے بعد کی شب میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ حضرت نے ان سے فرمایا، محمد رضا! اس سال تم کربلا آئے تو کھانے کی دعوت نصف کر دی جب یہ بیدار ہوئے تو بات ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ شیراز واپس ہوئے تو ان کی آمد کے سلسلے میں تین روز تک دعوت کا سلسلہ رہا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے فرزند سے پوچھا کہ اس سال تم نے کیا کیا۔؟ اس نے کہا میں نے روز اربعین کے بارے میں آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ لیکن بالآخر ان کے سوالات اور اصرار کے نتیجے میں اقرار کیا کہ بیس من سے زیادہ بخت نہیں ہوئی تھی۔ اور بیس من چاول میں نے سفر زیارت سے آپ کی واپسی کے موقع کے لئے روک لئے تھے اور فی الحال تین روز سے وہی یک رہے تھے۔

شادی کی شب میں داماد کی موت !

بہترین عالم باعمل جناب آقائی حاج سید محمد علی سبط اللہ شیخ نے نقل فرمایا کہ بغداد کے اطراف میں عرب کے ایک شیخ اور ایک قبیلے کے رئیس نے اپنے لڑکے کی شادی کے لئے اپنے اعزاء میں ایک لڑکی کے ساتھ نسبت طے کی۔ اور ان لوگوں کے یہاں رسم یہ ہے کہ عقد اور رخصتی ایک ہی شب میں انجام پاتی ہے۔ انھوں نے ایک متین شب میں احباب اور اقربا میں دعوت دی۔ مہمان نوازی جہن مسرت، اور کھانا کھلانے کا وسیع انتظام کیا۔ اور مرحوم حاج شیخ مہدی خالصی کو جو اس زمانے میں عرب کے مرجع تقلید تھے صیغہ عقد جاری کرنے کے لئے مدعو کیا۔

شیخ کی آمد اور مجلس عقد کی تیاری کے بعد چند نوجوان افراد نوشاہ کو لانے کے لئے گئے تاکہ اسے رواج کے مطابق ایک مخصوص عزت و احترام کے ساتھ محفل میں لائیں۔ لوگ راستے میں پہلے کرتے ہوئے نوشاہ کو لارہے تھے اور ساتھ ہی رسم و رواج کے مطابق ہوائی فیر بھی کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک جوان سید کے ہاتھ سے جو انھیں لوگوں میں سے تھا۔ اور بھری ہوئی بندوق اس کے پاس تھی ناگہانی طور پر فیر ہو گیا اور گولی داماد کے سینے پر لگی، جس سے اس نے دم توڑ دیا اور بیچارہ سید خوف کے باعث وہاں سے بھاگ گیا۔ پھر یہ دردناک واقعہ مجلس عقد میں نوشاہ کے باپ سے بتایا گیا، مرحوم شیخ مہدی خالصی نے انھیں صبر کی تلقین کی اور ان الفاظ میں تسکین دیتے ہوئے فرمایا، ”ایک تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب پر بہت بڑا حق رکھتے ہیں۔ اور ہم سب آپ کی شفاعت کے نیاز مند ہیں

نوشہ کے باپ نے اس کی تصدیق کی تو شیخ نے فرمایا، کہ اس نوجوان سید نے یہ کام عہد انہیں کیا ہے، بغیر اس کے ارادے اور اختیار کے گولی چل گئی۔ اور تمہارے بیٹے کے لگ گئی جس سے بقضائے الہی اس کی موت ہو گئی۔ اب تم اس سید کو اس کے جد کی خاطر سے معاف کر دو، اس مصیبت میں صبر کرو اور خدا کی مرضی کے آگے تسلیم خرم رکھو۔ تاکہ خداوند کریم تمہیں صابرین کا اجر عطا فرمائے۔

لڑکے کا باپ شیخ کی نصیحتیں قبول کرتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا اور غور کرتا رہا، اس کے بعد کہا میں جعفر وغور کرتا ہوں، یہی نظر آتا ہے کہ آج کی رات ایک جماعت ہماری مہمان ہے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو بزم عیش و مسرت کے لئے مدعو کیا ہے لہذا اس کا مجلس عزاسے مبتدل ہونا سنرا اور نہیں ہے۔

اور حضرت رسول اللہ کا مکمل حق ادا کرنے کے لئے آپ لوگ جائیں اور اس جوان سید کو میرے بیٹے کے عوض اپنے ساتھ لے آئیں۔ اسی کے ساتھ لڑکی کا عقد کیجئے۔ اور جملہ عروسی میں پہنچائیں۔

شیخ نے انھیں آفریں اور مرحوبہ کہی، لوگ سید کی جستجو میں نکلے اور انھیں ڈھونڈ کر نکالا۔ سید کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کے بارے میں ایسا فیصلہ کیا گیا ہے وہ سوچ رہے تھے کہ لوگ اسی پہلنے سے لے جا کر انھیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ضمانت اور پورا، اطمینان دلانے کے بعد وہ آئے اور شیخ نے اسی شب میں لڑکی کا عقد سید کے ساتھ پڑھ دیا۔ زفاف انجام پایا اور لڑکے کا جنازہ صبح کو دفن ہوا۔

شہادت میں ثبات قدم

اس داستان میں چند حیرتیں، عبرتیں، اور غور طلب باتیں بھی ہیں۔ جن کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

(۱) شجاعت و شہامت اور بزرگواری و بزرگداری اس عرب میں مرد شریف سے سیکھنا چاہیے۔ اَلشُّجَاعُ شَدِيدُ الْقَلْبِ حَتَّى الْبَاسِ، یعنی بہادر وہ ہے جو سختی اور ناگوار حادثے کے وقت

قوی دل رہے۔ مترنزل نہ ہو۔ جزع اور بیقراری نہ دکھائے۔ اور اپنے اوپر قابو رکھے۔ حق یہ ہے کہ سب سے زیادہ ہولناک حادثہ اور مصیبت بیٹے کی ناگہانی موت ہے اور وہ بھی اس کی شب زفاف میں اور وہ بھی قتل کی صورت میں۔ جو باپ ایسے قتل کے مرحلے میں اپنی عقل و ایمان کو ہاتھ سے نہ جانے دے جادۂ زندگی سے مخوف نہ ہو، یعنی اپنے کو اور اپنے فرزند کو خدا کی ملک جانے، اس کی موت کو قضائے الہی جانے، خداوند عالم کی بارگاہ کو اپنے فرزند کی اور اپنی جائے بازگشت جانے، اور یہ اس کا فرزند ایسی جگہ گیا ہے جہاں خود اسے بھی جانتا ہے۔ اور ان حقائق کے اعتراف کے ساتھ کہے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ وہ یقیناً اس لائق ہے کہ خدا کی بشارت، صلوات و رحمت اور بے حد و حساب اجر و جزا کا مستحق اور موروں فرار پائے۔ "اُوْلَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَٰوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ" اور اِنَامَ عَلَیْہِ السَّلَام نے ایسے ہی اشخاص کے وزن، استحکام و صلابت اور ثبات و استقامت کو پہاڑ سے تشبیہ دی ہے۔ اَلْمَوْءِنِیْنَ کَاجُنْدِیْ الدِّیْنِ لَا یَخِیْرُکُمْ اَلْعَوَاصِفُ، یعنی مومن ایک محکم و استوار پہاڑ کے مانند ہے جسے آندھیاں اور طوفان اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے۔

اسی کے بالمقابل جو لوگ ناگوار حالات و اتفاقات میں صبر و تحمل نہیں رکھتے، عقل و ایمان کے راستے سے جلد مخوف ہو جاتے ہیں، قضا و قدر الہی پر ناراض و خشمگین ہوتے۔ اور اس پر ایراد و اعتراض کرتے ہیں وہ ایسی گھاس کے مانند ہیں جنہیں باد بادل کے حوادث کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سکتے اور قلبی دورے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس جوان دولاہا کی موت میں دوسروں کا صبر اور حشر مسرت کو بنیم عزائیں تبدیل نہ کرنا بھی حیرت انگیز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے بزرگ کی برکت سے وہ لوگ بھی صبر کے حامل بن گئے۔ جیسا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا صبر حیرت انگیز اور عظیم ہے۔ اور دیگر اہل حرم کا صبر ان مخدرہ اور معظمہ کی برکت سے تھا۔

نصیحت قبول کرنا دشمنی کی دلیل ہے۔

(۲) جس وقت کوئی دیانتدار اور مہربان ناصح کسی عقلمند انسان کو کوئی نصیحت کرے

یا کسی سانحہ میں صبر کی تلقین کرے تو اسے چاہیئے کہ اس کے سامنے تواضع اور بردباری اختیار کرے اور اس کی نصیحت کو جان و دل سے اس طرح قبول کرے جس طرح اس شریف مرد عرب نے خالصی مرحوم کے سامنے سعادت اور شرف کا ثبوت دیا۔ اور اگر جہالت اختیار کرے اور ناصح کے رو برو ٹکڑو دکھائے مثلاً اگر وہ صبر کی تلقین کرے تو اس سے کہے کہ تمہیں میرے دل کی کیا خبر؟ تم کیا جانو کہ میں کس حال میں ہوں؟ اور تمہارے یکلمے میں تو درد ہو نہیں رہا ہے نیز اسی طرح کے دیگر نامناسب الفاظ، یا اسے تعوی یا پرمہیز گاری کی ہدایت کرے اور گناہ سے منع کرے، مثلاً کہے، فحش باتیں نہ کہو، نزاع نہ کرو وغیرہ وغیرہ تو اس کے مقابل اپنی بڑی ثابت کرنے اور کہے، تم کون ہوتے ہو؟ جو مجھ جیسے انسان کو سبق پڑھا رہے ہو؟ تم جاؤ اپنا کام کرو تم خود ایسے اور ویسے ہو، درحقیقت ایسا جاہل نہ صرف سعادت سے محروم ہے، بلکہ اپنی شقاوت میں مزید اضافہ کرتا ہے۔

قرآن ایسے اشخاص کے بارے میں فرماتا ہے۔ "جب اس سے کہا جاتا ہے پرہیزگار بنو کفر اور ضرور کا زور اسے گنہگاری میں گرفتار کر لیتا ہے۔ اس کے لئے جہنم ہی پسندیدہ ہے جو ایک بری آرام گاہ ہے۔ ہر کہ بگفتار نصیحت کننا گوش نہ گیر و بخورد گوشمالی یعنی جو شخص نصیحت کرنے والے کی باتوں پر کان نہ دھرے اسے بالآخر گوشمالی کا سامنا کرنا کرنا پڑے گا۔

مصیبت زدہ کی خبر گیری کرو

(۳) ایک الہی دستور جسے وہ سورۃ العصر میں بیان فرماتا ہے۔ کہ وہ مسلمان جو قوت کسی آفت میں گرفتار اور مصیبت زدہ انسان کو دیکھے جو مال اور جائیداد کے تلف ہونے جسم اور بیماری کی کسی پریشانی یا رشتہ داروں اور دوستوں کی موت کی وجہ سے غم و الم میں مبتلا ہو تو اس کا فتر

وَإِذَا تَوَلَّىٰ ۖ سَاءَ ٱلْوَجْهُ ۖ فَٱلْأَعْيُنُ بِٱلْأَعْيُنِ ۖ وَنَسِىَ ٱلْمَعَادَ ۖ

(بقدرہ آیت ۲۶)

یہ ہے کہ اسے امرِ صبر کرے، دنیا کی ناپائیداری، اس کے جلد گزر جانے، اس کے انقلابات اس کی عمومی اور ہمہ گیر بلا و گرفتاری اور اسی جیسی دیگر فطرتیں اس کے سامنے بیان کرے نیز آخرت کی بقا و دوام اور خداوند عالم کے بے انتہا اجر و ثواب کی یاد دہانی کرے اور اسے اس طریقے سے تسکین دے۔ ”وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ“

مومن مہمان نواز ہوتا ہے

(۴۶) اسی طرح مہمان داری، مہمان نوازی اور مہمان دوستی کا موضوع ہے جو مکامِ اخلاق، عمارتِ افعال اور ایمان کے لوازم میں سے ہے چنانچہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ”کہ جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام و احترام کرے“

مہمان نوازی کی فضیلت کے بارے میں روایتیں کثرت سے ہیں، اور اس کی اہمیت جاننے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ مروی ہے، مہمان نوازی کرنے والا انسان حضرت امیر المومنین خلیل اللہ کے ساتھ مشور ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ مہمان کے اکرام کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ اس کی مسرت اور شادمانی میں سعی کرے۔ اس طرح سے کہ اگر میزبان کو کوئی پریشانی اور سچی لاحق ہو تو اسے ظاہر نہ کرے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح مہمان بھی پریشانی میں پڑ جائے۔

کیا کہنا اس عرب مرد شریف کی بہادری اور جوانمردی کا جس نے اس رات اپنے مہمانوں کی بزمِ شادی کو اپنے بیٹے کی بزمِ ماتم بننے اور ان لوگوں کو ناراحت ہونے سے بچالیا۔

سادات کے ساتھ دوستی اور احسان

(۵) سادات اور ذریتِ رسول کے ساتھ محبت و دوستی اور اکرام و احسان کے وجوب و فضیلت، اس کے کثیر اجر و ثواب اور اس کے متعدد آثار کا موضوع ایک لازمی اور ضروری،

مطلب ہے اور اس کی یاد آوری کے لئے آیتِ مدّت میں غور کرنا کافی ہے۔ کہ دو اے پیغمبرؐ کہ میں تم سے اپنی رسالت پر کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا سوا اپنے اقربا کی محبت کے۔ لے اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ ”اور یہ میرے اقربا کی دوستی اور محبت جو میری رسالت کی اجرت ہے خود تمہاری ہی منفعت کے لئے ہے“

اس لئے کہ مسلمان اس دوستی کے وسیلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفا حاصل کر سکیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ میں قیامت میں انھیں لوگوں کی شفاعت کروں گا جنھوں نے میری نسل اور میری ذریت کا احترام کیا، مصیبتوں میں ان کی مدد کی۔ اور ان کی حاجتیں پوری کیں۔

اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی اور محبت کی حقیقی اور لازمی شرط آنحضرت کی ذریت کے ساتھ دوستی اور محبت ہے۔ اس حد تک کہ آنحضرت کی اولاد اس کے نزدیک خود اس کی اولاد سے زیادہ عزیز اور محبوب ہو۔ چنانچہ علامہ امینی علیہ الرحمہ نے دہلی سے سندیں، حافظ بن ہقی نے کتاب شعب الایمان میں اور ابوالیشیخ نے کتاب ثواب میں نیز ایک اور جماعت نے حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، کوئی زندہ خدا پر (پورا) ایمان نہیں رکھتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ اور میری عزت اور میرے اہل اس کے نزدیک اس کی عزت اور اس کے اہل سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

حق یہ ہے کہ ایمان کامل، سچی محبت اور حقیقی شجاعت عرب کے اسی شریف انسان کا حصہ تھی جو اس رات اس عمل پر آمادہ ہو گیا کہ اس سید نوجوان کو اپنے بیٹے کی جگہ پر دہلے

لے۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْوَدْعَ فِي الْقُرْبَىٰ۔ (سورہ ۴۲ آیت ۲۳)

لے۔ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ۔ (سورہ ۳۴ آیت ۴۷)

لے۔ کتاب قواعد۔ (علامہ کا وصیت نامہ اپنے فرزند کے نام)

لے۔ لَیْسَ مِنْ عِدَّتِ اللَّهِ حَتَّىٰ أَكُونَ أَهْبَیَ الْیَوْمَ نَفْسِهِمْ وَنَحْوُیَ أَهْبَیَ الْیَوْمَ عَنَّا وَنَحْوُیَ أَهْبَیَ الْیَوْمَ أَهْلِهِمْ (کتاب سیرتنا سنخا)۔

لے۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ صِفَتَهُ۔ (سفینۃ البحار)

بنائے۔ میں حیران ہوں کہ عالم جزا و آخرت میں خدا اور رسول اس مرد شریف کے ساتھ کیا۔
معاملہ اور کیا سلوک کریں گے۔ ۶۔

اس داستان کو نقل کرنے اور اس کے مختلف پہلوؤں کی طرف متوجہ کرنے کی غرض اور مقصد یہ ہے کہ ناظرین عزیز مردان خدا کا اصلی نمونہ اور صحیح صورت پہچان لیں اور ان سے ایمان و محبت اور شجاعت و شہامت کا سبق حاصل کریں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں، "شجاع وہ شخص ہے جو اپنی خواہش نفس پر غالب آجائے بلکہ یعنی اپنے نفس کی، خواہش اور میلان کی طرف سے منہ موڑے۔ اور اس بے اتفاقی کی طاقت و صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ خود غرض اور خود پرست نہ ہو۔ اس کے مقابلے میں بزدل اور ڈرپوک وہ شخص ہے جسے چھوٹی سے چھوٹی خواہش نفس بھی متحرک کر دے اور اس میں کامیاب نہ ہونے پر اس کا دل مایوس اور نڈھال ہو جائے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کے سامنے ذلیل و محکوم و اسیر ہو۔ اسی وجہ سے حدیث میں وارد ہوا ہے۔ "کہ بہشت کے لوگ بادشاہ ہیں۔" ۷۔

جی ہاں حقیقی سلطان وہی شخص ہے جو اپنے نفس پر مسلط ہو۔ اور اپنے کو سوا خدا کے کسی مخلوق کی کسی طرح کی طاقت و صلاحیت اور افراد بشر کا نیاز مند نہ جانے۔ خلاصہ یہ کہ اپنے کو ہر شخص اور ہر چیز سے بے نیاز اور صرف اپنے خالق اور پروردگار کا نیاز مند جانے۔ (۶) ایک اور اہم مطلب جس کا اس داستان کے ذیل میں ذکر ضروری ہے۔ یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے اشتباہ اور دھوکے میں بغیر قصد و عمد کے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو اس پر غضبناک ہونا اور اس کے ساتھ دشمنی کا سلوک کرنا عقل و شرع دونوں کے برخلاف ہے جیسے اس جوان سید سے کسی غلطی کی بنا پر قتل ہو گیا۔

جہاں تک عقل کا سوال ہے اگر کسی شخص سے دھوکے میں کوئی خطا ہو جائے تو صاحبان

عقل اسے زجر و توبیخ اور سرزنش نہیں کرتے (سوا اس صورت کے کہ اس کے اختیاری مقدمات میں تقصیر کی ہو) بلکہ کہتے ہیں کہ بچا ہے نے کوئی تقصیر نہیں کی ہے (اور اس نقصان کی تلافی کے لئے ریت معین کی گئی ہے)۔ یہی شرعی حیثیت تو سورہ احزاب آیت ۵۷ میں ارشاد ہے کہ "تو تھارے اوپر اس جرم کے بارے میں کوئی گناہ اور سزا نہیں ہے۔ جو تم سے خطا اور غلطی کی بنا پر سرزد ہو گیا ہو۔ البتہ گناہ اور سزا ۳۱۱۔ ۳۱۲ پذیر ہے جو تھارے دل کے قصد اور ارادے سے واقع ہو۔ (قول سے ہوا فعل سے) ۱۔

ہاں اس شخص کو جس پر ظلم و زیادتی ہوئی ہے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ خطا کار سے دیت کا یا اس سے کمر کا مطالبہ کر سکتا ہے یا چاہے تو بالکل ہی معاف کر دے۔ لیکن معاف کر دینا اور بخش دینا بہتر ہے۔ اور اس کا اجر خدا کے ذمے ہے۔ اور قتل خطائی کی دیت اکہزار مثقال طلائی یا دس ہزار مثقال نقرہ ہے (ایک مثقال کا وزن ہرام ماشہ) تمام اجزائے بدن کی دیت علیہ رسالوں میں درج ہے۔

قتل نفس اہمیت رکھتا ہے

خاص طور پر قتل نفس چونکہ ایک اہم معاملہ ہے لہذا آدمی کو سختی سے پابند رہنا چاہیے کہ اشتباہ اور غلطی سے بھی اس کا مرتکب نہ ہو۔ مثلاً جس شخص کے ہاتھ میں بھری ہوئی بندوق ہو اسے بہت ہی احتیاط کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر احتیاط نہیں کی اور خطا و قتل نفس کر دیا تو علاوہ ورثہ کو دیت ادا کرنے کے ایک غلام بھی آزاد کرنا ہوگا۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ساٹھ روز تک روزے رکھے۔ جیسا کہ اس سورہ نساء میں معین فرمایا گیا ہے۔ ۸۔

۸۔ وَیَنْبَغُ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَا اَخْطَا کُمْ بِہِ وَلَٰکِنْ مَّا تَعْمَلُوْنَ قُلُوْبُکُمْ۔

۹۔ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اَلَا خَطَاؤًا مِّنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ اَخْطَا فَعَزَّزْتُ دَقِیْقَتَہُ مَوْجِبَہُ مُسَلَّمَتَہُ اِلٰی اٰہِلِہِ اِذَا کَانَ یَضَدُّ قَوْلًا۔

(سورہ نساء، آیت ۹۰)

۱۰۔ فَلَا تَقَامُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَہُمْ مِنْ قَدْرَہُ اَعِیْنِ۔ (سورہ ۳۲ آیت ۱۷)

۱۱۔ اَلشَّجَاعُ مِّنْ غَلَبِہٖ هُوَ اَعِیْنِ (سفینۃ البحار)۔

۱۲۔ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ مُلَوَّنَ۔

اسی بنا پر خطائی قتل یا خطائی جنایت بردنی کے بالمقابل اس شخص کو جس پر یہ زیادتی ہوئی ہے یا اس کے متعلقین کو قاتل یا خطا کار سے دشمنی، کینہ توڑی یا انتقام جوئی کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور انھیں اپنے دل میں اس بے تقصیر کی طرف سے کدورت اور دشمنی نہ رکھنا چاہیے بلکہ اگر ہو سکے تو اس جرم کو فراموش کر کے خدا کے ذمے چھوڑ دیں اور اسے معاف کر دیں تو بہت اچھا ہے۔ اور اگر اس حد تک درگزر نہ کر سکتے ہوں تو صرف دیت کا مطالبہ کریں۔ خطائی امور اور دیگر موارد میں بغض مومن کی حرمت کی تفصیل کتاب قلب سلیم بحث حق میں لکھی جا چکی ہے۔

مہمان کا دشمن مکان

نیز جناب آقائی سبط نے نقل فرمایا کہ مرحوم آقا سید ابراہیم شوشتری جو ابو ازا کے ایک امام جماعت اور بہت محتاط و مقدس انسان تھے، عقد کرنے کے بعد سخت پریشان اور فقیر و بے دستی میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے لئے اپنے اور اپنے گھر والوں کے ضروری اخراجات پورے کرنا ممکن نہ رہا۔ ناچار ہو کر پویشیدہ طور سے خجف اشرف چلے گئے اور مدرسے میں شوشتر کے ایک طالب علم کے پاس قیام کر لیا۔ چند مہینے کے بعد شوشتر سے ایک قافلہ آیا اور انھیں خبر دی گئی کہ تمھارے اہل خانہ تمھارے خجف اشرف آنے سے واقف ہو گئے ہیں اور اب تمھاری بیوی، ماں باپ اور بہن سب یہاں آئے ہیں۔

وہ اس اطلاع سے سخت پریشان ہو گیا۔ اسے حال میں جب نہ ان کے پاس ٹھہرنے کیلئے جگہ ہے اور نہ خرچ کے لئے پیسہ، وہ کیا کریں؟ بہر طور وہ جس حالت میں بھی تھے ادھر ادھر کسی خالی مکان کا سرانگ لگانا شروع کیا۔ لوگوں نے انھیں ایک دوکاندار کا پتہ بتایا کہ اس کے پاس ایک خالی مکان کی کنجی ہے۔

انھوں نے اس سے ملاقات کی تو اس نے کہا، ہاں یہ صحیح ہے لیکن وہ مکان منحوس ہے لیکن جو شخص اس میں قیام کرتا ہے وہ پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جلد ہی موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔

سید نے کہا اس میں کیا قباحت ہے؟ (یعنی اگر میں مری بھی جاؤں تو اس سے بہتر کیا ہے؟) اس فلاکت و افلاس کی زندگی سے جلد نجات مل جائے گی۔ پس کنجی حاصل کر کے وہ مکان میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ ہر طرف کھڑی کے جالے لگے ہوئے ہیں اور گھر کوڑے سے اُٹا

ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مرقوں سے کسی کی سکونت نہیں رہی ہے انھوں نے صفائی کرنے کے بعد اپنے گھروالوں کو اس میں ٹھہرایا۔ جب رات کو سوئے تو دیکھا کہ ایک عرب سپر عقال لف (جو معمولی عربی عقالوں سے زیادہ سنگین اور شاندار ہوتا ہے) پلٹے ہوئے آیا اور غصہ کے عالم میں ان کے سینے پر سوار ہو گیا۔ اور کہا سید! تم کیوں میرے گھر میں آئے، میں اسی وقت تمہارا اگلا گھونٹ دوں گا۔

سید نے جواب میں کہا، کہ میں سید اور اولاد رسولؐ میں سے ہوں۔ اور پھر میں نے کوئی گناہ بھی نہیں کیا ہے۔ عرب نے کہا یہ سب تو ٹھیک ہے، لیکن تم نے میرے مکان میں قیام کیوں کیا؟

انھوں نے کہا، اب آپ جو کچھ کہیں اس پر عمل کروں۔ اور آپ سے مکان میں رہنے کی اجازت بھی چاہتا ہوں۔ عرب نے کہا بہتر ہے اب یہ کام کرو کہ تہہ خانے میں جاؤ اسے پاک صاف کرو اور اس میں گج چولا سٹریپ اسے نکالو اس کے پنجے سے میری قبر ظاہر ہوگی۔ اس کا کوڑا اور ملبہ باہر نکالو اور ہر رات امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایک زیارت (غالباً زیارت امین اللہ کی تھی) اور روزانہ فلاں مقدار میں (یہ مقدار ناقل کے ذہن سے نکل گئی تھی) قرآن کی تلاوت کرو، اس وقت اس گھر میں رہ سکتے ہو۔

سید کہتے ہیں میں نے اسی ترتیب سے سرداب کا فرش جو گچ سے بنایا گیا تھا کھودا اور قبر تک پہنچا تو سرداب کو صاف ستھرا کیا۔ اور ہر شب زیارت امین اللہ اور ہر روز تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہا۔ لیکن اخراجات کے بارے میں سخت تنگی کا شکار تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز صحنِ مطہر میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص نے جن کے بارے میں بعد میں معلوم ہوا کہ رئیس التجار حاج معروف بہادر اقدس اور شیخ خضر علی بن عزیز تھے، مجھے دیکھا اور حالات دریافت کرنے کے بعد میرے گھر کی ہر فرد کے حساب سے ایک ایک عثمانی لیبرہ دیا۔ اور ایک اچھی خاصی ماہوار رقم معین کر کے اس کی سند عطا کی۔ خلاصہ یہ کہ میری معیشت کی حالت سنبھل گئی، اور مجھے مکمل اطمینان حاصل ہو گیا۔

روحیں اپنی قبروں سے مانوس رہتی ہیں

چند دیگر مندرجہ بالا داستانوں کی طرح یہ داستان بھی عالم برزخ میں روحوں کی بقا اور اس دنیا کے حالات سے ان کی آگاہی پر مبنی ہے۔

اس داستان سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ روحیں اپنے بدنوں کے مقام دفن اور اپنی قبروں سے دلچسپی رکھتی ہیں۔ مطلب کی توضیح یہ کہ روح برسوں اپنے بدن کے ساتھ رہ چکی ہوتی ہے اسکے ویسے سے بہت سے امور انجام دیتی ہے۔ علوم و معارف کا اکتساب کرتی ہے۔ فرمانبرداریاں کرتی ہے نیک کام کرتی ہے۔ اور ان چیزوں کے مقابلے میں اس کی خدمتیں بھی انجام دیتی ہے نیز اس کی تربیت اور دیکھ بھال میں پریشانیاں برداشت کرتی ہے۔ انھیں وجہ کی بنا پر محققین کا قول ہے کہ بدن کے ساتھ نفس کا تعلق ایسا ہی ہے جیسے کہ عاشق اور معشوق کے درمیان، اسی سبب سے موت کے بعد جب روح بدن سے جدا ہوتی ہے تو اس سے مکمل قطع تعلق نہیں کرتی، اور جہاں اس کا جسم ہوتا ہے اس مقام پر خاص طور سے نظر رکھتی ہے۔ پس اگر وہ دیکھتی ہے کہ اس جگہ کوڑا ڈالا جا رہا ہے یا گناہ اور کثافت کا کوئی کام ہو رہا ہے تو سخت رنجیدہ ہوتی ہے اور ایسے غلط کام کرنے والوں پر نفرت کرتی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ روحوں کی لعنت و نفرین اثر انداز ہوتی ہے۔ چنانچہ اس داستان میں بیان ہو چکا ہے کہ جو لوگ اس گھر میں سکونت اختیار کرتے تھے انھیں کیسی کیسی دلتیں اور مصیبتیں پھیلنا پڑتی تھیں۔ اور وہ اپنے خیال خام میں کہتے تھے کہ گھر منحوس ہے۔

البتہ اگر کسی قبر کو پاک و صاف رکھا جائے، اس کے قریب تلاوت قرآن جیسے نیک اعمال کئے جائیں تو روح خوش ہوتی ہے اور اس شخص کے لئے دعا کرتی ہے جیسا کہ سید موصوف کے بارے میں بتایا گیا۔ کہ زیارت اور اس قبر کے قریب قرات قرآن کی برکت سے انھیں کیسی خوشحالی اور فارغ البالی نصیب ہوئی۔

"یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہے"۔

نیز امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ "درحقیقت زمانے کی رسوائیوں اور دشواریوں کے لئے کچھ آخری حدود ہیں۔ جہاں تک ان کا پہنچنا لازمی ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کے اوپر کوئی پریشانی حاوی اور مسئلہ ہو جائے تو اس کے سامنے تسلیم خم کر دے اور اسپر صبر کرے یہاں تک کہ وہ اس کے سر سے گزر جائے۔ اور جو وقت وہ اس کی طرف رخ کرے اس وقت اسے دفع کرنے کے لئے حیلہ اور تدبیر کرنا اس کی سختی کو بڑھاتا ہے۔"

ایں شام صبح گرد و دایں شب سحر شود
یعنی اے دل صبور باش و محو غم کہ عاقبت
اس لئے کہ انجام کار اس شام کی صبح طلوع ہوگی
اور اس رات کی سحر آئے گی۔

مصیبتیں بدکرداریوں کا نتیجہ ہیں

اور دوسرا مطلب یہ ہے جیسا لوگوں میں کہا جاتا ہے کہ فلاں گھر مثلاً مغموس ہے، جو شخص اس میں رہتا ہے وہ ہی دست، یا کسی مصیبت میں گرفتار یا موت کا شکار ہو جاتا ہے یہ ایک فضول اور مہمل سی بات ہے جو حقیقت سے خالی ہے جو سوا بدشگون اور بدفالی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ہر وہ بلا جو آدمی کو مرگ مفاعبات یا عمر کی کوتاہی تک پہنچا دیتی ہے۔ اس کا سبب خود انسان کے ناشائستہ اعمال ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے "اور تمہیں جو مصیبت اور بلا پہنچتی ہے، وہ تمہارے گناہوں اور بدکاریوں کے سبب سے ہے۔ اور خدا تمہارے بہت سے گناہ معاف بھی فرمادیتا ہے"۔

عمومی بلاؤں مثلاً قحط، گرانی، تباہ کن زلزلے، اور وبا وغیرہ کا ایک سبب لوگوں کے

اجتماعی گناہ ہیں۔ اور مخصوص بلائیں جو ہر فرد کو اس کی جان یا اولاد یا مال و عزت اور آبرو یا اس سے متعلق دیگر امور کے بارے میں پہنچتی ہیں ان کا سبب شخصی گناہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو لوگ گناہوں کے باعث مرتے ہیں وہ ان افراد کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ جو اپنی مقررہ موت سے مرتے ہیں۔ اور اسی طرح جو لوگ اپنے احسان اور کارہائے خیر کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں وہ ان سے زیادہ ہیں جو اپنی میعاد کے مطابق زندہ رہتے ہیں۔

دنیا میں گناہ کے وضعی آثار

جاننا چاہئے کہ جو بلائیں گنہگاروں کو پہنچتی ہیں وہ ان کے گناہوں کی سزا نہیں ہیں کیونکہ عالم جزا موت کے بعد ہے۔ اور بالفاظ دیگر دنیا صرف کاشت اور عمل کا مقام ہے۔ اور آخرت اس کا ثمرہ اور نتیجہ حاصل کرنے اور اعمال کی جزا و سزا کا محل۔ جو کچھ اس دنیا میں گنہگار کو پہنچتا ہے۔ وہ اعمال کے وضعی اور دنیوی اثرات ہیں جن کی بنا پر انسان اسی دنیا میں تکلیف و ذلت اور اپنے ہرے کرداروں کے برے آثار میں مبتلا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شرابی شخص کے کار و شہرت کی عقوبت اور سزا تو آخرت میں ہے۔ لیکن اس دنیا میں بھی شراب خواری کی رسوائیاں اور مضرتیں جن میں جسمانی نقصانات (ان سبب کی تشریح کتاب گناہان کبیرہ میں دی جا چکی ہیں) اور بدستی کے عالم میں اس سے سرزد ہونے والے فاسد حرکات کی تکلیفیں اور ذلتیں بھی شامل ہیں اس کی دامنگیر ہوتی ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ کی مذکورہ آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ خدا گناہوں کے بہت سے آثار و مضمی کو دنیا میں اپنے بندوں سے دور رکھتا ہے۔ اور صدقہ، صلہ رحمی مومن کی دعا اور توبہ کے واسطے سے ان سے درگزر فرماتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر گناہوں کے عفو و بخشش سے اس آیت میں دنیوی آثار و نتائج کی معافی مراد ہے، نہ کہ عالم جزا میں، کیوں کہ آخرت میں گناہوں کی بخشش نہ صرف صاحبان ایمان کے مخصوص ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جو دنیا

لَا تَجْعَلْ لِّغَیْبٍ لِّغَیْبًا ۚ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَیَغْفُرُ لِمَنِ یشَاءُ

(سورہ ۹۲ - آیت ۱۰)

لَا تَجْعَلْ لِّغَیْبٍ لِّغَیْبًا ۚ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ

بِالْأَعْمَادِ (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۵۵)

سے با ایمان گئے ہیں۔ ورنہ گناہ کے دنیوی اثرات و نتائج کی معافی اور بخشش تو مومن کی شامل حال بھی ہوتی ہے۔ یعنی صدقے اور صلہ رحم کے باعث ممکن ہے کہ کافر بھی دنیا میں آثار گناہ سے رہائی پا جائے۔ اور یہ مطلب آیت میں لفظ "مومنین" کے عوض لفظ "الناس" سے ظاہر ہوتا ہے

پاکباز افراد کی بلائیں گناہ کا نتیجہ نہیں

جو عمومی یا خصوصی بلائیں معصومین یعنی پیغمبروں، اماموں نیز بچوں اور دیوانوں جیسے بے گناہ افراد کو پہنچتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ان کے گناہوں کی وجہ سے نہیں ہوتیں، کیونکہ وہ گناہگار نہیں ہوتے بلکہ باجماعت اور معاشرے کے سلسلے سے ہوتی ہیں جن کا دھارا انھیں بھی اپنی پلیٹ میں لے لیتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ "ڈرو اس فتنے سے جو تنہا ظالموں کو نہیں پہنچتا بلکہ دوسروں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے"۔

یا اس دنیا کے لوازم میں سے ہوتی ہیں جیسی وہ مصیبتیں جو ظالموں کے ظلم اور حاسدوں کے حسد، یا جرنی حادثوں کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ اور ان تمام موارد میں چونکہ آفت زدہ اشخاص بلاؤں پر صبر کے نتیجے میں بلند درجات اور صابریں کے مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ بہا طین اور درحقیقت ان کے لئے رحمت بن جاتے ہیں۔

ممتی انسان کے لئے کوئی نحوست نہیں

جیسا کہ اس داستان میں کہا گیا ہے گھر کے منحوس ہونے کے موضوع میں بظاہر یہ مطلب اخذ ہوتا ہے کہ اس قبر میں دفن ہونے والا کوئی مرد صالح تھا جس کی قبر گھر کے اندر ہی بنائی گئی تھی۔ اور احتمال یہ ہے کہ اس نے زیارت اور تلاوت قرآن کی وصیت کی ہوگی جسے اس گھر میں سکونت رکھنے والے وہاں قیام کے عوض میں انجام دیتے رہیں۔ لیکن اس میں رہنے والوں نے پیارے مرحوم کے ساتھ خیانت کی، ان کی قبر پر پلاسٹر کر کے اسے پوشیدہ کر دیا۔ اس پر

کوڑا ڈالنا شروع کیا، اور اعمال صالحہ کے بجائے کتنے ہی ناروا اور بجا افعال کو اپنا رویہ قرار دیا۔ یہاں تک کہ ناچار و مجبور میت ان کے اعمال خیر سے بہرہ اندوز ہونے کے بجائے ان کی بدی اور شرارت سے اذیت میں مبتلا ہو گئی، اور اسی بنا پر وہ لوگ میت کی نفرتیں اور ہمدردی کے زیر اثر فقر و تنگدستی اور مصائب کے شکار ہو کر قبل از وقت موت کے پنجے میں آ گئے چونکہ یہ یتیم بن کر گوار متقی اور پرہیزگار انسان تھے اور خدا نے بھی ان کی فراموشی اور خوشحالی کا اذن دے دیا تھا۔ لہذا اس میت نے انھیں اس مکان میں قیام کرنے والوں کی پریشانیوں اور بد حالیوں کے سبب سے آگاہ کر دیا۔ اور چونکہ انھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور صاحب قبر کے لئے تلاوت قرآن اور زیارت جیسے امور خیر کے ہدیے روانہ کرنے لگے لہذا ان کی دعائے خیر کے حقدار قرار پائے۔ اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے انھیں خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی نصیب ہوئی۔

سیدانی کی اہانت

علمائے اعلام اور سادات کے سلسلہ جلیلہ کی ایک بزرگ شخصیت نے جو شاید اپنے اسم مبارک کے ذکر سے راضی نہ ہوں نقل فرمایا کہ ایک بار میں نے اپنے پدر علامہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے کچھ سوالات کئے جن کے انھوں نے جوابات دیئے۔

سوال سزا۔ جو روحیں عالم برزخ کے عذاب میں مبتلا ہیں ان کا عذاب اور سختیاں کس طرح کی ہیں؟

جواب :- چونکہ تم ابھی عالم دنیا میں ہو لہذا تم سے صرف مثال کے طور پر جو کچھ بیان کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ جب تم کسی پہاڑ کے درے کے اندر ہو اور چاروں طرف سے اتنے بلند و بالا پہاڑ اسے گھیرے ہوئے ہوں کہ ان پر چڑھنا کسی طرح ممکن نہ ہو، اس حال میں ایک بیٹیا تم پر حملہ کر دے جس سے فرار کا کوئی راستہ موجود نہ ہو۔

سوال سزا۔ میں نے دنیا میں جو امور خیر آپ کے لئے انجام دیئے ہیں آیا وہ آپ کو پہنچ گئے ہیں۔ اور ہماری خیرات سے آپ کی بہرہ اندوزی کی کیفیت کیا ہے؟

جواب :- ہاں وہ تمام امور خیر مجھے کو پہنچ گئے ہیں اور ان سے بہرہ اندوزی کی نوعیت بھی ایک مثال کی صورت میں تمھارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ جو وقت تم کسی بہت ہی گرم اور آدمیوں سے بھرے ہوئے ایسے حرم کے اندر موجود ہو جہاں تنفس اور بخار و حرارت کی کثرت کی وجہ سے تمھارے لئے سانس لینا دشوار ہو ایسی حالت میں حرم کا دروازہ تھوڑا سا کھل جائے اور باد نسیم کا ایک خنک جھونکا تم تک پہنچ جائے اس وقت تم کس قدر فرحت و راحت اور آزادی محسوس کرو گے۔ یہ ہے ہمارا حال تمھاری خیرات پہنچنے کے وقت۔

سوال سزا۔ چونکہ میں نے اپنے باپ کو صحیح و سالم نورانی حالت میں پایا، لیکن ان کے ہونٹ زخمی اور خون اور پیپ سے آلودہ نظر آئے لہذا مرحوم سے اس کا سبب پوچھا اور کہا کہ اگر آپ کے ہونٹوں کے فائدے کے لئے مجھ سے کچھ ہو سکتا ہو تو فرمائیے تاکہ میں اسے انجام دے سکوں؟

جواب :- اس کا علاج صرف تمھاری سیدانی ماں کے ہاتھ میں ہے کیونکہ اس کا سبب انکی وہ اہانت ہے جو میں دنیا میں کیا کرتا تھا۔ چونکہ ان کا نام سکینہ ہے لہذا جب میں انھیں پکارتا تھا تو خام سکوکھتا تھا۔ اور وہ اس سے رنجیدہ خاطر ہوتی تھیں۔ اگر تم انھیں مجھ سے راضی کر سکو تو میرے لئے فائدے کی امید ہے۔

ناقل محترم نے فرمایا کہ، میں نے یہ ماجرا اپنی ماں سے بیان کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں جب تمھارے باپ مجھے آواز دیتے تھے تو تحقیر و اہانت کے انداز میں خام سکوکھتے تھے۔ تو میں سخت رنجیدہ اور آزرده خاطر ہوتی تھی۔ لیکن اس کا اظہار نہیں کرتی تھی۔ اور ان کے احترام کی وجہ سے کچھ کہتی نہیں تھی۔ لیکن اب وہ چونکہ زحمت میں گرفتار اور تکلیف میں ہیں لہذا انھیں معاف کرتی ہوں۔ ان سے راضی ہوں اور ان کے لئے صمیم قلب سے دعا کرتی ہوں۔ ان تین سوالات اور ان کے جوابات میں کچھ مطالب پوشیدہ ہیں لہذا جن کا جاننا ضروری ہے۔ اور محترم ناظرین کی توجہ کے لئے مختصر طور پر ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نیک اعمال، برزخ میں بہترین صورتوں کے ساتھ

عقلی و نقلی دلائل و براہین سے ثابت و مسلم ہے کہ آدمی اپنی موت سے نیست و نابود نہیں ہوتا بلکہ اس کی روح مادی اور خاکی بدن سے رہائی کے بعد ایک انتہائی لطیف قالب سے ملتی ہو جاتی ہے۔ اور دیکھئے، سُنئے اور شادی و غم جیسے وہ تمام ادراکات اور احساسات جو اسے دنیا میں حاصل تھے اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بلکہ عالم دنیا کے مقابل اور شدید و قوی ہو جاتے ہیں۔ چونکہ مثالی جسم کامل طور پر صفائی اور لطافت کا حامل ہوتا ہے لہذا مادی آنکھیں اسے نہیں دیکھتیں۔ یعنی کمی مادی آنکھ کی طرف سے ہے۔ جو مثلاً ہو انہیں دیکھ سکتی

کیونکہ وہ ایک مرکب جسم ہونے کے باوجود لطیف ہے۔

روح انسانی کی اس حالت کو موت کے بعد سے قیامت تک عالم مثال اور برزخ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "اور ان کے پیچھے برزخ ہے۔" اس روز تک جب وہ اٹھائے جائیں گے۔ (اور عالم برزخ کی تشریح و تفصیل بحث معاویہ میں موجود ہے) ، جس چیز کی یاد دہانی اس مقام پر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ خوش نصیبی کے ساتھ اس دنیا سے گئے ہیں وہ برزخ میں اپنے تمام اعمال شائستہ اور اخلاق فاضلہ کا بہترین اور انتہائی حسین صورتوں میں مشاہدہ کرتے ہیں اور ان سے بہرہ مند ہو کر شاد و مسرور ہوتے ہیں جیسا کہ بد بخت نفوس اپنے ناروا افعال، خیانتوں، معصیتوں، اخلاق رذیلہ اور صفات ذمہ کو بدترین اور انتہائی وحشتناک شکلوں میں دیکھتے ہیں۔ اور آرزو کرتے ہیں کہ ان سے جدائی ہو جائے۔ لیکن ایمان نہ ہو سکے گا۔ جیسا کہ ان مرحوم بزرگوں کے جواب میں ایک جملہ آور بھیڑیے اور ایک ایسے شخص کی تشبیہ پیش کی گئی ہے جس کے پاس فراز کا کوئی راستہ نہ ہو۔

اس آیت مبارکہ میں غور کیا جائے "جس روز کہ ہر تنفس اپنے ہر اس نیک کام کو جسے وہ بجا لایا ہے۔ اپنے پاس حاضر پائے گا۔ اور اپنے برے کاموں کے بارے میں آرزو کرے گا۔ کہ کاش اس کے اور ان (افعال بد) کے مابین لمبا فاصلہ ہوتا ہے اور خدا تمہیں اپنے عذاب و عقاب سے بچانا چاہتا ہے۔ اور خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"

یہ اس کی مہربانی ہی ہے کہ اس نے دنیا ہی میں خطرے کا اعلان فرما دیا ہے تاکہ بندے دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد سختیوں اور شکنجوں میں گرفتار نہ ہوں۔

۱۔ وَمِنْ ذَٰلِكَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سورہ ۲۳ - آیت ۱۰۰)

۲۔ کتاب "معاذ" مؤلفہ حضرت مؤلف مرحوم کی فصل دوم "برزخ" کی طرف رجوع ہو۔

۳۔ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ شَرٍّ مُّذْ بَعْدَ كُوْنِهَا

بَيْنَ يَدَيْهَا ذِئْبَةً مُّأَمَّدًا أَوْ يَجْزَىٰ اللَّهُ نَفْسًا مِّنْ دُونِهَا بِالْعِبَادِ -

(سورہ ۳، آیت ۳۰)

اپنی زبان سے کسی کو نہ ستاؤ

دوسرا اہم مطلب جس کا یہاں ذکر کر دینا لازم ہے۔ زبان کی آفتوں اور گناہوں سے بچنا۔ کی حتمی پابندی ہے۔ منجملہ کسی مسلمان کو کسی ایسے برے لقب سے پکارتنا یا ایسے لفظ کے ساتھ یاد کرنا جو اسے تکلیف پہنچائے یا رنجیدہ کرے۔

یہاں تک کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ اپنے غلام اور کنیز سے اس کی غلامی اور کنیزی کی حیثیت سے خطاب نہ کرو بلکہ یا بُنی یعنی اسے میرے فرزند یا افتادہ، یعنی اسے جوان یا جوانمرد کہہ کر پکارو۔

اس قسم کے گناہ کو چھوٹا اور حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ اول تو یہ گناہ جسے آدمی نے ناچیز اور معمولی سمجھا ہے بزرگ اور اس کے نام نہ اعمال کا مستقل جزو قرار پائے گا۔ دوسرے اس طرح کے گناہ کی بخشش علاوہ بارگاہ خداوندی میں توبہ و استغفار اور عذرخواہی کے اس شخص کی عذر خواہی اور دلجوئی پر بھی موقوف ہے۔ جسے رنج پہنچایا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی مسلمان کے ساتھ سخت قسم کا مذاق کر کے اسے رنج پہنچاتا ہے۔ اور اپنے اس کام کو خطا اور گناہ بھی نہیں سمجھتا۔ تاکہ اس سے دلجوئی اور معذرت کرے اور بالآخر وہ اپنی موت کے بعد اسی ایک گناہ کے نتیجے میں، توں عذاب میں گرفتار رہے گا۔ اس مطلب کی شہادیت آیت مبارکہ ہے "جو شخص ایک ذرہ کے برابر بدی کرے گا اسے بھی دیکھے گا"

روحوں کے ساتھ رابطے میں لطف خداوندی

ایک اور مطلب سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ رحمت خداوندی کے ابواب میں سے ایک باب زندوں کا مردوں کے ساتھ ارتباط بھی ہے۔ اور اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک بعض پختہ خوابوں میں مردوں کی روحوں سے زندوں کا اتصال اور اس کے ذریعے ان کی سرگردشت اور حالات کے کچھ حصے اور ان خبروں سے آگاہی ہے۔ جو وہ پوشیدہ امور کے بارے میں دیتی ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں عالم غیب اور مرنے کے بعد روحوں کی بقا پر ایمان پختہ ہوتا ہے نیز جو کچھ شرع

میں وارد ہوا ہے۔ اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی طرح زندوں کے ساتھ رنجوں کا رابطہ بعض صورتوں میں تو مردوں کے لئے بھی سودمند ہے مثلاً کسی حد تک ان کی گرفتاریوں اور پریشانیوں میں تخفیف و اصلاح جیسا کہ اس داستان میں ایک علویہ سیدانی کا دل خوش کرنے اور انھیں راضی کرنے کا بیان ہے۔ اس کے شواہد اور نظائر کثرت سے ہیں۔ یہاں صرف ایک داستان کے نقل پر اکتفا کی جاتی ہے۔

چاقو اس کے مالک تک پہنچاتے ہیں

مرحوم استاد احمد امین نے کتاب التکامل فی الاسلام میں نقل کیا ہے کہ دو حکمہ ڈاک کے ملازم قبر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کے قصد سے تھران سے روانہ ہوئے۔ چونکہ حکومت کسی کو عتبات عالیات کے سفر کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ لہذا انہیں چاکو کے لوگوں نے قباچہ کار استہ اختیار کیا۔ اور ایک شورہ زار بیابان میں پھنس کے رہ گئے۔ ان پر پیاس کا اتنا شدید غلبہ ہوا کہ ان میں سے ایک نے تشنگی سے جان دیدی۔ اور دوسرا بھی سخت مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن بالآخر اپنے کو تھران تک پہنچایا۔ کچھ مدت کے بعد اپنے اس رفیق کار اور ہم سفر کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک انتہائی خوبصورت باغ میں پوری راحت اور آرام کے ساتھ لیٹ کر رہا ہے۔ اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ خدا کا شکر ہے۔ مجھے مکمل آسائش حاصل ہے لیکن روزانہ ایک بچھو مسرے قریب آتا ہے اور میرے پاؤں کے انگوٹھے میں ڈنک مارتا ہے جس سے مجھے اتنی سخت اذیت ہوتی ہے کہ مرنے کے قریب پہنچ جاتا ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ تکلیف اسوجہ سے ہے کہ ایک روز میں اپنے فلاں دوست کے یہاں مہمان تھا اس کے ساتھ باقلا کھاتے ہوئے ایک چھوٹا سا چاقو اس کے یہاں سے چر لیا۔ اور اسے اپنے مکان کے فلاں مقام پر بائیں طرف کے گوشے میں چھپا دیا ہے۔ تم سے اتنی خواہش ہے کہ میرے گھر پہنچ جاؤ، میری اہلیہ کو میرا سلام پہنچاؤ اور میری طرف سے کہہ دو کہ وہ چاقو تمھیں دیدیں تم اسے لے کر اس کے مالک تک پہنچا دو اور اس سے میرے لئے معافی کی درخواست کرو۔ شاید خدا میری خطا سے درگزر فرمائے، یہ شخص کہتا ہے میں نے اپنے خواب کے مطابق عمل کیا اور اس کے بعد دوبارہ اپنے دوست کو خواب میں

دیکھا کہ بہت خوش و خرم اور راحت کے عالم میں ہے۔ اور اس نے میرا شکریہ بھی ادا کیا۔

مظالم کی مکمل تلافی ہوگی

روضہ کافی میں قیامت کے روز حساب خلافت اور حقوق و مظالم کی ادائیگی و تلافی کے بارے میں حضرت علی ابن الحسین علیہم السلام سے ایک طولانی حدیث (۷۹) منقول ہے جس میں ارشاد ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ "میں خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی دوسرا پرستش کے لائق نہیں۔ میں ایسا انصاف پرور حاکم ہوں۔ جو عدل کے خلاف کوئی بات نہیں کہتا تھا اسے درمیان اپنے عدل و داد کے ساتھ کوئی فیصلہ نہ کروں گا۔ آج میری بارگاہ میں کسی کے اوپر ظلم و ستم نہ ہوگا۔ آج میں ایک طاقتور سے کمزور کا حق وصول کروں گا۔ قرضدار سے قرض خواہ کا قرض واپس لوں گا۔ یتیموں اور یتیموں کے ذریعے ایک دوسرے کے حقوق اور مظالم کا بدلہ چکاؤں گا۔ اور آج ہی کا دن ہے جب کوئی ظالم میرے مقابل اور اس منزل سے اس حالت میں آگے نہ جاسکے گا۔ کہ اس کی گردن پرسی کا حق اور ظلمہ باقی ہو۔ اسے لوگو! آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرو، اور جس کی گردن پر تھرا کوئی ایسا حق موجود ہو جو اس دنیا میں ظلم کے ساتھ تم سے لیا ہو، اس سے طلب کرو۔ میں خود اس کے خلاف تمھارا گواہ ہوں۔

حدیث کے آخر میں کہ ایک قرشی شخص نے حضرت سے کہا کہ اے فرزند پیغمبر! اگر کسی مومن کا کوئی حق کسی کافر کی گردن پر ہو تو اس کے عوض میں اس کافر سے کیا لیا جائے گا کیونکہ وہ تو اہل دوزخ میں سے ہے۔ امام نے فرمایا۔ "اس مومن مسلمان کے گناہوں میں سے اس کے اس حق کے مطابق جو کافر کے ذمے ہو گا کئی کر دی جائے گی۔ اور وہ کافر اسی انداز سے اپنے کفر کے عذاب کے ساتھ ساتھ مزید عذاب میں مبتلا ہوگا۔"

قرشی نے کہا کہ "اگر کسی مسلمان کا کوئی حق کسی مسلمان کی گردن پر ہو تو اس سے یوں کر وصول ہوگا۔"

آپ نے فرمایا اس ظالم حق ماننے والے مسلمان کے حسنات اور نیک اعمال میں سے ایک حصہ لے کر مظلوم حقدار کی نیکیوں میں شامل کر دیا جائے گا۔

قرشی نے کہا، اگر ظالم کے پاس کچھ نیکیاں نہ ہوں؟ حضرت نے فرمایا، ”اس منصوبہ سے بچنا۔
کے کچھ گناہ لے کر ظالم قرضدار کے گناہوں میں بڑھادیئے جائیں گے۔“

یہ بات بتا دینا بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کے ذمے اپنا کوئی حق رکھتا ہو تو چونکہ کافر مسلمان کے حسنات اور نیکیوں کی قابلیت نہیں رکھتا لہذا عدل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے حق کی مقدار کے لحاظ سے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔ اور اس مطلب کو سمجھنے کے لئے اس مرد عابد کی داستان کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے جو ایک یہودی کے پانچ قرآن (موجودہ ایرانی سکہ ریاں) کا قرضدار تھا۔ اور جو اس کتاب کے اوائل میں نقل ہو چکی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”قیامت کے روز بندے کا ہاتھ کپڑے کے اس قدر بلند کریں گے کہ سب لوگ اسے دیکھ لیں۔ اس کے بعد کہا جائے گا کہ جو شخص اس آدمی پر کوئی حق رکھتا ہو وہ اس سے وصول کر لے۔ اور اہل محشر پر اس سے زیادہ کوئی سخت چیز نہیں ہے کہ ایسے کسی شخص کو دیکھیں جو انھیں جانتا پہچانتا ہو اور خوف ہو کہ ان پر کسی حق کا دعویٰ کرے گا۔“

حقیقی مفلس کون ہے؟

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ آیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہمارے درمیان مفلس وہی شخص ہے جس کے پاس نقد رقم اثاثہ البیت، اور جائیداد کوئی چیز نہ ہو۔ آنحضرت نے فرمایا، درحقیقت میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز روزہ زکوٰۃ، اور حج وغیرہ نیک اعمال کے ساتھ جنھیں وہ بجالا چکا ہے محسوس ہو، درحالیکہ اس نے کسی کوشش بات کہی ہو، کسی کو گالی دی ہو کسی کا مال ناجائز طور سے

لے لیا۔
يُوْخَذُ بِبِدْعِ الْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى دُوْنِ الْاَشْهَادِ يُقَالُ اَلَا مَنْ كَانَ ثُبُلٌ هَذَا
حَقٌّ فَيَاْخُذْهُ وَلَا شَيْءَ اَسْلَمَ عَلَى اَهْلِ الْقِيَامَةِ مِمَّنْ اَنْ يَسُوْا مِنْ بَعْدِ فُتْمِمْ نَخَافُ
اَنْ يَنْدَجِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ

(لئالی الاخبار، صفحہ ۵۴۸)

کھایا ہو، کسی کا خون بہایا ہو، اور کسی کو مارا ہو، پس اس کی نیکیاں اس کو دیدی جائیں گی، اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور ابھی اس کے ذمے حقوق باقی ہوں گے تو حقداروں کے گناہ لے کر اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے۔“

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز جو مکمل اور عام عدل خداوندی کے ظہور کا دن ہوگا اگر کوئی حیوان کسی انسان پر حق رکھتا ہوگا مثلاً اس شخص نے اس کے چارے اور پانی میں کوتاہی کی ہوگی یا اندازے سے زیادہ اس پر بوجھ لادیا ہوگا۔ یا اسے بیجا زد و کوب کیا ہوگا۔ تو ان تمام چیزوں کا قصاص یا تلافی ہوگی۔

امام ناقہ کو نہیں مارتے تھے

امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک ناقہ تھا جس پر آپ نے بیس بار حج کا سفر کیا تھا اور کبھی اسے راستے میں نہیں مارا تھا، ایک مرتبہ وہ اثنائے راہ میں ٹھہر کے چمنے میں مصروف ہو گیا۔ تو امام نے تازیانہ بلند کیا لیکن اسے مارا نہیں، بلکہ فرمایا، ”لَوْ كَاخُفُفَ الْقَصَاصُ“ یعنی اگر قصاص اور تلافی کا خوف نہ ہوتا تو میں اسے مارتا۔

بحار الانوار کی جلد معاد میں مرقوق علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا نے دیکھا کہ ناقہ کے اوپر سامان لدا ہوا ہے اور اس کے پاؤں بھی باندھ دیئے گئے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہاں ہے ناقہ کا مالک؟ اس سے کہو کہ روز قیامت تم اسے اور جواب دہی کے لئے تیار رہو۔“

زندوں کی خیرات مردوں کو پہنچتی ہے

مردوں کے ساتھ زندوں کے ارتباط میں فضیل خداوندی کا دوسرا پہلو مردوں کیلئے زندوں کے خیرات دینے کا فائدہ ہے، اور اس بارے میں روایات اور واقعات بے شمار ہیں۔

صحیح سند کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ”اکثر ایسا ہوتا ہے کہ

مردہ تنگی اور سختی میں ہوتا ہے۔ اور خدا اسے وسعت اور فراخی عطا کر کے سختی سے باہر لاتا ہے۔ پس اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ آرام اور راحت جو تمہیں نصیب ہوئی ہے اس نماز کی وجہ سے ہے جو تمہارا افلاں مومن بھائی تمہارے لئے بجالایا ہے اور فرمایا کہ میت اس پر شاد و مسرور ہوتی ہے اور اس کے لئے جو دعا اور استغفار کیا جاتا ہے اس سے کُشادگی اور خوشحالی پاتی ہے جس طرح زندہ اس ہدیئے سے خوشی اور مسرت پاتا ہے جو اس کے لئے لایا جاتا ہے۔

نیز فرمایا کہ میت کے لئے نماز، روزہ، حج، صدقہ، دعا اور دیگر نیک کام اس کی قبر میں داخل ہوتے ہیں۔ اور ان کاموں کا ثواب انھیں بجالانے والے اور میت دونوں کے لئے لکھا جاتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ بہت سے فرزند ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ماں باپ اپنی زندگی میں ان سے ناراض ہوتے ہیں۔ لیکن اپنی موت کے بعد ان امور خیر کی وجہ سے جو وہ ماں باپ کے لئے انجام دے کر ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں، ان سے راضی ہو جاتے ہیں۔

اور بہت سے فرزند ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ماں باپ اپنی حیات میں ان سے راضی اور ان سے خوشنود ہوتے ہیں اور ان کی موت کے بعد وہ ان سے عاق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ فرزند وہ اعمال خیر انجام نہیں دیتا جو اسے والدین کے لئے انجام دینا چاہیئے تھے۔

یہ بتادینا ضروری ہے کہ ماں باپ، اعزہ و اقارب، اور دیگر مومنین کے لئے بہترین امور خیر یہ ہیں کہ ہر کام سے پہلے ان کی ذمہ داریوں کو پورا کرے، خدا اور خلق خدا کے جو حقوق ان کے ذمہ رہ گئے ہوں انھیں ادا کرے حج اور دیگر عبادات جو ان سے فوت ہوئے ہوں ان کی قصا کرے یا ان کے لئے کسی دوسرے کو اجیر نہ لے، اور سچی خیرات اور داد و دہش میں میت ارحام و اقرباء کو مقدم رکھے۔ اس داستان پر غور کیجئے۔

مرحوم استاد احمد امین اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو اپنے شوہر کی کچھ خدمت انجام دینے کی غرض سے وہ ہر شب جمعہ میں کچھ غذا تیار کر کے اپنے یتیم فرزند کے ذریعے فقراء کے گھروں میں بھیج دیا کرتی تھی۔ وہ بچہ بیچارہ باوجود اس کے خود بھوکا ہوتا تھا غذا اپنی ماں سے لیکر فیروں کو پہونچا دیا کرتا تھا۔ اور خود اسی طرح بھوکا آکر سو جاتا تھا۔

یہاں تک کہ ایک شب اس کا پیٹ نہ صبر کر پڑا ہو گیا۔ اس نے راستے میں وہ کھانا خود ہی کھا لیا اور شکم سیر ہو کر گھر آکر اطمینان سے سو گیا۔ اسی رات عورت نے اپنے شوہر کو خواب میں دیکھا کہ اس سے کہہ رہا ہے، ”صرف آج رات کی غذا مجھ کو پہونچی ہے۔“

عورت بیدار ہوئی تو انتہائی حیرت کے عالم میں اپنے بیٹے سے پوچھا، ”تم ہر شب جمعہ میں اور کل کی شب غذا کہاں لے گئے تھے۔ اور کیسے دیتے رہے ہو؟ میں نے شب میں تمہارے باپ کو خواب میں دیکھا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ صرف اسی رات کی غذا مجھ کو پہونچی ہے۔“

لڑکے نے صحیح بات بتادی کہ میں ہر شب جمعہ میں غذا فقراء کے گھروں میں پہونچاتا تھا۔ لیکن کل چونکہ بہت بھوکا تھا، لہذا خود ہی کھالی اور آرام سے سویا۔

عورت نے سمجھ لیا کہ شوہر کی بہترین خدمت یہی ہے کہ اس کے یتیم کو سیر کیا جائے، اسی بنا پر حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ”صدقہ اس حال میں صحیح نہیں ہے کہ صدقہ دینے والے انسان کے اقرباء و اقرباء محتاج ہوں۔“

جنازے کے اوپر ایک کُتّا

فضیلت ایمان و تقویٰ کے حامل مرحوم ڈاکٹر احمد احسان نے جو برسوں کر بلائے معلّیٰ میں مقیم رہے اور پھر اپنی عمر کے آخری دور میں چند سال تک قم کے مجاور رہے وہیں مرحوم مدفون ہوئے تقریباً پچیس سال قبل کر بلا میں نقل کیا کہ میں نے ایک روز ایک جنازے کو دیکھا جسے چند لوگ تبرک اور زیارت کی غرض سے حضرت سید الشہداءؑ کے حرم اقدس میں لئے جا رہے تھے چنانچہ میں بھی مشالعت کرنیوالوں کے ساتھ ہو گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ تابوت کے اوپر ایک سیاہ اور وحشت انگیز شکل و صورت کا کتا بیٹھا ہوا ہے میں حیرت میں پڑ گیا اور یہ جاننے کے لئے کہ آیا دوسرے لوگ بھی دیکھ رہے ہیں۔ یا تنہا میں ہی اس عجیب و غریب منظر کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اپنی داہنی جانب چلنے والے ایک شخص سے پوچھا کہ جنازے کے اوپر جو کپڑا پڑا ہوا ہے وہ کیسا ہے؟ اس نے کہا کشمیری شال ہے، میں نے کہا کپڑے کے اوپر کوئی دوسری چیز دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا نہیں، پھر ہی سوال میں نے اپنی بائیں جانب والے سے کیا۔ اور اس سے بھی یہی جواب ملا۔ میں نے جان لیا کہ سوا میرے اور کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔

جب ہم محرم مہر کے دروازے پر پہنچے تو ناگاہ وہ کُتا جنازے سے ہٹ گیا۔ یہاں تک کہ جب جنازے کو حرم مہر اور محرم مبارک سے واپس لائے تو صحن سے باہر دوبارہ اس کُتے کو جنازے سے متصل دیکھا میں جنازے کے ہمراہ قبرستان تک گیا کہ دیکھوں کہ آگے کیا ہوتا ہے؟ میں نے غصے لمانے اور دیکھ کر تمام حالات میں کُتے کو جنازے کے پاس ہی پایا۔ حتیٰ کہ جس وقت لوگوں نے میت کو دفن کیا تو کُتا بھی اسی قبر میں نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

اسی جیسا ایک واقعہ قاضی سعید قحی نے اپنے کتاب اربعینات میں استاد کل شیخ بہائی اعلیٰ الشہ مقامہ سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحبان معرفت بصیرت میں سے ایک اصفہان میں ایک مقبرے کا مجاور تھا۔ ایک روز شیخ بہائی علیہ الرحمہ اس کی ملاقات کے لئے گئے تو اس نے بتایا کہ میں نے گذشتہ روز اس قبرستان میں ایک عجیب و غریب امر کا مشاہدہ کیا، میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے ایک جنازہ لاکر فلاں مقام پر دفن کیا اور پلے گئے۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک ایسی خوشبو میرے مشام میں پہنچی جو دنیا کی خوشبوؤں میں سے نہیں تھی۔ میں نے حیرت زدہ ہو کر یہ جاننے کے لئے ادھر ادھر نظر دوڑائی کہ یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت شخصیت شاہانہ وضع قطع میں اس قبر کے پاس گئی اور نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً ایک شدید بدبو جو تمام بدبوؤں سے گندمی اور پلپ تر تھی میری ناک میں پہنچی میں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک کُتا اسی قبر کی طرف جا رہا ہے اور وہاں پہنچنے کے نظر سے غائب ہو گیا۔ میں حیرت اور تعجب کے عالم میں تھا کہ ناگاہ اس جوان کو اس حال میں دیکھا کہ بدہیئت خستہ حال اور زخمی حالت میں اسی راستے سے واپس جا رہا ہے جس سے آیا تھا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا اور اس سے خواہش کی کہ مجھ سے حقیقت حال بیان کرے اس نے کہا میں اس میت کا مکمل صالح ہوں۔ اور اس کے ساتھ رہنے پر یہ مامور تھا۔ لیکن دفعتاً وہ کُتا آ گیا جسے تم نے دیکھا ہے اور وہ اس کا مکمل بدہیئت ہے۔ چونکہ میت کی بد اعمالیاں زیادہ تھیں لہذا وہ مجھ پر غالب آیا۔ مجھے اس کے پاس ٹھہرنے نہیں دیا اور وہاں سے باہر نکال دیا۔ اب اس کا رفیق وہی کُتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ مکاشفہ صحیح ہے کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آدمی کے اعمال برزخ میں اس کے کردار سے مناسبت رکھنے والی صورتوں میں مصور ہو کر اس کے ساتھ رہیں گے۔ اور اعمال کا نتیجہ اور ان کا حالات سے مناسبت رکھنے والی صورتوں میں شکل ہونے کا مسئلہ مسلم ہے۔

مردم آزاری درندے کی صورت میں

مخترم ناظرین آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو کچھ ان دونوں مکاشفوں میں نقل ہوا اور اسی طرح جو کچھ شیخ بہائی علیہ الرحمہ نے فرمایا وہ ایک راست و بصیرت مطلب اور حقیقت

واقعہ ہے۔ اور صاحبان بصیرت کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ جو آدمی دنیا میں درندوں اور کتوں کی راہ روش پر چل رہا ہو یعنی اپنی زبان اور دیگر اعضاء و جوارح کے ذریعے لوگوں کو اذیت و آزار پہنچاتا ہو، بے رحم، بے انصاف اور متکبر ہو، یعنی حق و حقیقت کے زیر اثر نہ رہ کر غرور و خودی اور فروعیت کا مظاہرہ کرے، اور خلاصہ یہ کہ بے راہ روی، مخرمانہ حرکات اور خیانت کاری اس کا پیشہ ہو تو موت کے بعد اس کا حشر ایک بھیڑیے یا کتے یا چیتے یا سُر کی صورت میں ہوگا۔ البتہ دنیا کے کتوں اور بھیڑیوں کے مانند نہیں بلکہ ان سے ہزاروں درجے زیادہ بد ہیئت، موزی اور وحشتناک شکل میں، حتیٰ کہ خود اس کی ملکوتی اور باطنی صورت بھی ایسی ہوگی۔

اس کے بالمقابل ہر وہ انسان جو اپنی ساری مدت حیات میں اپنا اور خلق خدا کا خیر خواہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا، ان پر مہربان، ان کے سامنے انکسار و تواضع برتنے والا رہا ہو ایک بندے کی طرح زندگی بسر کرے، ہر شر اور فساد سے پرہیز کرتا ہو۔ اور اس کے سارے وجود کو ایمان و تقویٰ اور اعمال صالحہ کے نور نے گھیر لیا ہو اپنی موت کے بعد فرشتوں کی طرح بہترین اور حسین ترین صورت میں ہوگا۔ بلکہ وہ خود ایک فرشتہ ہوگا، فرشتوں سے بالاتر، لیکن جن لوگوں نے عبادتیں اور اعمال صالحہ بھی انجام دیئے ہیں اور گناہوں اور ناشائستہ افعال کے مرتکب بھی ہوئے ہیں۔ اور بغیر توبہ اور تدارک کے دنیا سے چلے گئے ہیں۔ وہ برزخ میں کبھی اپنی نیکیوں کی فرحت بخش صورتوں سے رطف اندوز ہوں گے اور کبھی اپنے گناہوں کی اذیت رساں شکلوں سے تسکین اور پریشان حالی میں رہیں گے۔

البتہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہوں کی کمی کے نتیجے میں گنہگار کو برزخ ہی میں کیسویٰ حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس کا حساب صاف ہو جاتا ہے یعنی اس کے گناہوں کے زیر اثر اس کے رنج و عذاب کی مدت اس طرح تمام ہو جاتی ہے کہ جب وہ میدان حشر میں وارد ہوگا تو اس کے گناہوں کے اثرات اس کے ہمراہ نہ ہوں گے۔ اور اس مطلب کے ساتھ بعض گذشتہ داستاؤں کے ضمن میں نقل ہو چکے ہیں۔

مزید تائید و تاکید کے لئے اس مقام پر صرف ایک روایت نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔ بحار الانوار میں کافی سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ روایت منقول ہے کہ حضرت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نزع کے عالم میں تھا لوگوں نے آنحضرت کو خبر دی تو آپ اپنے ایک اصحاب کے ساتھ اس کے سرہانے تشریف لے گئے، وہ مختصر بیہوشی کے عالم تھا۔ رسول خدا نے فرمایا، اے ملک الموت! اسے مہلت دو تاکہ میں اس سے پوچھ لوں، وہ مختصر بیہوشی میں آگیا تو آنحضرت نے اس سے فرمایا، تم کیا دیکھ رہے ہو؟ اس نے عرض کیا، بہت سی سفیدیاں اور بکثرت سیاہیاں دیکھ رہا ہوں۔ (یعنی لذت بخش نورانی صورتیں اور وحشت انگیز تاریک شکلیں)۔ فرمایا! تم سے کون زیادہ قریب ہے؟ اس نے عرض کیا سیاہیاں فرمایا کہو! "اللَّهُمَّ اغْضُ لِي الْكَبِيرَ مِنْ مَعَاصِيكَ وَأُقْبِلْ مِنِّي الْيُسْرَ مِنْ طَاعَتِكَ" ، اس نے یہ فقرے دہرائے اور پھر بیہوش ہو گیا۔ حضرت رسول خدا نے دوبارہ فرمایا، اے ملک الموت! اسے تھوڑی مہلت اور دو تاکہ اس سے کچھ اور دریافت کر لوں۔ وہ پھر بیہوش میں آیا تو آنحضرت نے فرمایا، تم نے اب کیا دیکھا؟ اس نے عرض کیا کچھ وہی سفیدیاں اور سیاہیاں ہیں۔ فرمایا، کون تم سے زیادہ نزدیک ہے؟ اس نے کہا سفیدیاں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا نے اسے بخش دیا ہے۔

آخر میں حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا، کہ جب تم کسی کی حالت احتضار میں اس کے سرہانے موجود ہو تو اسے اس دعا کی تلقین کرو تاکہ وہ اسے سہل پھلے۔

توسل کی تاثیر

تقریباً چالیس سال قبل مدرسہ دارالشفاءِ قہم کے اندر ۲۵ رجب کی شب میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے توسل کے لئے علماء و فضلاء کی ایک مجلس منعقد کی گئی تھی جس میں میں بھی حاضر تھا۔ ان میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا کہ جب نجف اشرف کے محلہ شراق کے رئیس (ان کا نام میں بھول گیا ہوں) کا انتقال ہوا تو میں نے خواب کے عالم میں اپنے کو روضہ امیر المومنین علیہ السلام کے صحن مطہر میں دیکھا، درحالیکہ وہ حضرت انتہائی جلالت کے ساتھ ایک منبر پر تشریف فرما تھے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ رئیس محلہ کو جن کا ابھی تازہ انتقال ہوا تھا لایا گیا اس حالت میں ان پر دو ننگر مال معین تھے۔ اور ان سے عذاب کے آثار ظاہر تھے جب وہ حضرت کے سامنے پہنچے تو آپ سے استغاثہ کیا اور شفاعت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا، کیا تم نے اپنی خطائیں اور گناہ فراموش کر دیئے؟ انھوں نے کہا آپ صحیح فرماتے ہیں۔ لیکن میں آپ پر اپنا حق رکھتا ہوں۔ کیونکہ میں آپ کے اور اہلبیت علیہم السلام کے تمام ایام سرور میں اہل محلہ کو جمع کر کے جشن مسرت کی محفلیں منعقد کرتا تھا۔ اور ایام عزائیں روضہ خوانی اور سینہ زنی کی مجلسیں بپا کرتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ فلاں فلاں امور انجام دیتا تھا۔

حضرت نے فرمایا جو کچھ بھی کرتے تھے اپنے لئے کرتے تھے، تم چاہتے تھے کہ ریاست تمھارے قبضے میں رہے۔ اور تم ان ذرائع سے جاہ و شہرت حاصل کرو۔

انھوں نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا اس کے بعد کہا، یہ درست ہے لیکن آپ خود جانتے ہیں کہ میں جان و دل سے آپ کا دوست دار اور آپ کے نام کی بلندی کا خواستگار تھا اور جس وقت کسی مجلس میں آپ کا نام تعظیم و تکریم میں لیا جاتا تھا میں شاد و مسرور ہو جاتا تھا۔

حضرت نے ان کی تصدیق فرمائی اور انھیں گرفتار کرنے والوں سے فرمایا ”خَلُّوْهُ“ انھیں چھوڑ دو! جب پہریدار پہلے گئے تو وہ بہت شاد و خرم ہوئے۔

بریا کاری کا عمل باطل ہے

خواب کی صحت و درستی کی غلامتوں میں سے ایک اس کا فقہی قواعد اور شرع مقدس اسلام کے مسئلہ مطالب کے مطابق ہونا ہے۔ اس خواب سے دو مطلب واضح ہوتے ہیں۔ اور دونوں قطعی مطالب میں سے ہیں۔

پہلا مطلب اس میت کے ریا کی اعمال کا باطل ہونا ہے، اور ہمارے مذہب کے مسلم امور میں سے ہے۔ کہ جو عبادت بھی انجام دی جائے واجب ہو یا مستحب، جسمانی ہو یا مالی، مثلاً نماز روزہ، حج، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور ادا و اذکار، تلاوت قرآن، مشاہدہ مقدسہ کی زیارت، اہل بیت علیہم السلام کے فضائل یا مصائب کا ذکر، حضرت سید الشہداء علیہم السلام کے مصائب پر گریہ، ہقسیم کے واجب مالی اخراجات جیسے زکوٰۃ، خمس اور مستحب خرچ جیسے فقیروں کی دستگیری، اور مسجد یا ہسپتال کی تعمیر، اگر دلی مقصد لوگوں کے سامنے عمل کی نمائش کرنا، ان کی نگاہوں میں اپنی قدر و منزلت بڑھانا، اور عزت و آبرو حاصل کرنا ہو تو وہ عمل باطل ہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ یہ اس کی نیکیوں کے نامہ اعمال میں درج نہ ہوگا۔ بلکہ آیات و روایات سے مستفاد یہ ہوتا ہے کہ ریا کے ساتھ انجام پانے والا عمل حرام ہے اور گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل کتاب ”گناہان کبیرہ“ میں بیان ہو چکی ہے، اس مقام پر صرف اس آیت مبارکہ پر غور کیا جائے۔ ”وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنِ الْأُولَىٰ وَمَا ظَنُّكَ بِالْمُؤْمِنِينَ أَلَا يَكُونُونَ لَهَا يَوْمَئِذٍ ذُرِّيًّا مَّحْضُومًا“ اور ریا کاری سے کام لیتے ہیں، لہ

پس اہل ایمان کو کوشش کرنا چاہیے کہ ان کا عمل خالص ہو۔ نہ یہ کہ وہ ریا کے احتمال سے عمل ہی کو ترک کر دیں۔ جیسا کہ اس کے بعد والی ایک داستان میں اس کی جانب متوجہ

کیا جا رہا ہے۔

محبتِ اہلبیت کے بیشمار فوائد

دوسرا مطلب حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی محبت کا فریضہ ہے۔ اہلبیت پیغمبر کی مودت و محبت کا موجب ضروریات اسلام میں سے ہے جنہیں سرفہرست حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ذات ہے اور اس کی دلیلیں متعلقہ کتابوں میں مذکور ہیں اس مقام پر ایک مودت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ ”جسمیں ارشاد ہے۔“ کہہ دو کہ میں تم سے رسالت کے عوض میں کوئی اجر نہیں چاہتا سوا اپنے قربت داروں کی محبت کے۔

ضمناً جانتا چاہیئے کہ اس حکم سے اہلبیت علیہم السلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ اس کے نتیجے میں ایسے فوائد ہیں جو خود مسلمانوں ہی کو پہنچتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ میں نے تم سے جو اجر طلب کیا ہے وہ خود تمہارے ہی لئے ہے۔

منجملہ ان فائدوں کے ان حضرات کی شفاعت سے بہرہ مند ہونا ہے۔ اور اس بارے میں کثرت سے روایتیں منقول ہیں، جنہیں سے بیشمار الانوار جلد ۴ میں مذکور ہیں، اور بحار جلد ۵ کے اندر بھی اس موضوع کی روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دوستانِ اہلبیت علیہم السلام ان حضرات کی شفاعت سے فیضیاب ہوں گے اور انھیں خدا کی رحمت و مغفرت اپنے آغوش میں لے لیگی اور یہ بات قطعی اور یقینی ہے۔

لیکن دوستوں اور محبوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر چند وہ شفاعت کی بدولت گناہوں سے پاک ہو جائیں گے لیکن مخلص اور نیکو کار اشخاص کے اجر و ثواب سے محروم رہیں گے۔ مثلاً رئیس مذکور مرحوم ہر چند اپنی ریا کاریوں کے بُرے اثرات سے چھٹکارا پا گئے۔ لیکن اگر وہ اپنے اعمالِ اخلاص کے ساتھ انجام دیئے ہوئے تو کتنے ہی عظیم ثواب حاصل کرتے لیکن انھوں نے اپنے

۱۔ قُلْ لَا اسْتِغْفَرُ لَكُمْ عَلَيْهِ اَجْدَلُ اَلَا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبٰی۔

۲۔ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ فَاَنْتُمْ لَكُمْ۔

کو ان سے محرم کر لیا۔

یہ مطلب کتابِ قلبِ سلیم کی بحثِ اخلاص میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اور اس مقام پر ایک حیرت انگیز داستان کے نقل پر اکتفا کی جاتی ہے۔

عملِ خالص کی فریادری

ایک صاحبِ معرفت و بصیرت و مکاشفہ (یعنی برزخی امور کا مشاہدہ) بزرگ ایک ایسے شخص کے سر ہانے پہنچے جو احتضار اور سکراتِ موت کے عالم میں تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ اس کا برزخی بدن سر سے پاؤں تک کثافت اور آلودگی میں غرق ہے۔ اور گندے کردار اور گناہ گاری کے آثار اس سے ظاہر ہیں۔ اس منظر سے انھیں سخت صدمہ ہوا۔ اور انھوں نے اپنے دل میں کہا کہ افسوس ہے اگر یہ بیچارہ اسی حالت میں مر گیا تو برزخ میں اس پر کیا گزیرے گی اس موقع پر ایک غیبی آواز سنائی دی کہ اس بندے کا ہمارے پاس ایک حق ہے اور اس وقت ہم اس کی مدد کریں گے۔ ناگاہ انھوں نے دیکھا کہ پانی کے مانند ایک چیز نے اسے سر سے پاؤں تک گھیر لیا۔ اسکی تمام کثافتیں دھل گئیں اور اس کا برزخی جسم ایک بلور کے ٹکڑے کی طرح صاف و شفاف اور درخشاں ہو گیا۔ اس کے بعد ملک الموت نے اس کی روح قبض کی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ انھوں نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ انھیں اس کی خبر دیکھائے کہ اس میت کا اپنے خدا پر کون سا حق ہے۔ کہ وہ اس طرح سے اس کی فریاد کو پہنچا۔

انھوں نے رات کو عالمِ خواب میں میت کی روح کو دیکھا۔ اور اس سے سوال کیا تو اس نے جواب میں کہا، میں دنیا کے اندر حکومت کی بارگاہ میں بہت باعزت اور با اثر تھا۔ ایک روز ایک مظلوم کے لئے سزاے موت کا حکم دیا گیا۔ جب کہ مجھے اس مظلومیت اور بے گناہی کا یقین تھا۔ جب اسے سزاے موت دینے کا قصد کیا گیا تو میں نے ایسا نہ کرنے دیا، اور پھر اس کی بے گناہی کو ثابت کیا۔ یہاں تک کہ اسے رہائی حاصل ہوئی۔

چونکہ یہ کام میں نے صرف خدا کے لئے انجام دیا تھا۔ اور علاوہ اس کے کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہیں تھا لہذا میری موت کے وقت جسما کہ تم نے مشاہدہ کیا خدا نے مجھے پاک کر کے موت دی۔ (اِنَّ اللّٰهَ کَالْبَصِیْرِ الْجَوْنِ احْسَنُ عِلًا)

سب خدا کے حساب میں ڈالو

اسی مناسبت سے آپ کو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے ارشاد کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو موت حبیب ابن مظاہر اور بعض دیگر شہداء کی شہادت واقع ہوئی تو فرمایا۔ "اَحْتَسِبُ عِنْدَ اللّٰهِ" یعنی میں اس مصیبت کو خدا کے حساب میں ڈالتا ہوں۔ اور اپنے شیرخوار بچے کی مصیبت میں فرمایا "یہ چیخ مجھے پر مصیبت کو آسان بناتی ہے۔ کہ یہ خدا کی نظر میں ہے۔"

خلاصہ یہ کہ مومن کو چاہیے کہ اپنی عبادتوں، خیر و خیرات، سرگشتوں، اور مصیبتوں کو خدا کے حساب میں ڈال دے اور خدا کے حساب میں ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ جو کچھ بجالا رہا ہے اسے فراموش کر دے اور بار بار اس کا ذکر نہ کرے کیونکہ اس کی یاد اور تکرار سے میں سمعہ (دوسروں کو سنانا) اور حساب خدا اسے خارج ہو جانے کا خطرہ ہے۔ (اس کتاب کی تفصیل کتاب گناہان کبیرہ اور قلب سلیم میں موجود ہے)۔

جیسی کہ خدا کے حساب میں ہونے کے نشانی مصیبت پر صبر، یتیمی نہ کرنا، اور قضا الہی پر ایسا رد و اعتراض نہ کرنا ہے۔ خدا ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسی کی ذات سے واسطہ رکھیں۔

بلندی سے گرنا

مخلص متقی اور صغی زکی مرحوم حاج غلام حسین تمباکو فروش رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چالیس سال قبل بیان کیا کہ میں آیت اللہ سید ابوطالب مرحوم سے ارادت و عقیدت رکھتا تھا اور اولیٰ کو مسجد معرکہ خانہ (موجودہ مسجد نور) میں ان کی جماعت میں حاضر ہوتا تھا۔ اسی مسجد کے اندر ایک مدت تک عصر کے بعد نماز مغرب تک مومنین کے مجمع کے سامنے چند مسائل بیان کرنے کے بعد ائمہ علیہم السلام کے کچھ مخدرات کتاب سے پڑھتا رہا۔ بتدریج حاضرین کی تعداد بڑھتی رہی یہاں تک کہ میری نیت میں وسوسے کی کیفیت پیدا ہو گئی اور میں ریاکاری، خلق خدا کے سامنے نمائش اور لوگوں کی نگاہوں میں عزت و منزلت حاصل کرنے کے جذبے سے سخت خوفزدہ ہو گیا۔ اور چونکہ مجھے اپنے عمل کے خالص ہونے میں شک تھا۔ لہذا اس مجلس کو ترک کر دیا۔

ایک رات میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میرے لئے ایک نور کی سواری حاضر کی گئی اور میں اس پر سوار ہو گیا اس کے بعد وہ آسمانوں کی جانب نور کی سرعت سے روانہ ہو گئی۔ اس پرواز اور خلقت کے عجیب مناظر کے مشاہدے کے دوران جو ہیبت و سرور اور لذت مجھے حاصل ہو ہو رہی تھی وہ طاقت بیان سے باہر ہے۔ یہاں تک کہ میں ساتویں آسمان پر پہنچ گیا۔ دفعۃً وہ سواری مجھ سے الگ ہو گئی میں اسی مقام سے نیچے گرنے لگا یہاں تک کہ مسجد معرکہ خانہ کے وسط میں آگرا۔ انتہائی سختی و زحمت اور غم و غصہ کے عالم میں اسی موقع پر ایک آواز سنی تھا (صعود) (اوپر کی طرف جانا) اسی جگہ سے تھا۔ اور تھا اس سقوط (نیچے گرنا) بھی اسی جگہ ہے۔ اگر تم پھر اوپر جانا چاہتے ہو تو اسی جگہ سے جاسکتے ہو۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنی غلطی پر متنبہ ہوا۔ اور اس مجلس وعظ کو ترک کرنے پر اپنے کو ملامت کی، اس کے بعد عہد کیا کہ یہ سلسلہ

دوبارہ قائم کرول گا چنانچہ روزانہ اسی عصر کے موقع پر مسجد پہنچنے لگا، لیکن جمع کیجا نہیں ہوتا تھا۔ اور لوگوں میں وہ شوق پیدا نہیں ہوا۔ خلاصہ یہ کہ مجھے دوبارہ اس شوق کی توفیق نہیں ہوئی اور میں اس عظیم فیض سے محروم ہو گیا۔

توفیق کو غنیمت سمجھو

یہ داستان نقل کرنے کی غرض یہ ہے کہ ایک عقلمند مومن کو جو وقت کا خیر کی توفیق نصیب ہو تو چاہیے کہ اس نعمت کو عظیم سمجھے، اس کی قدر دانی کرے اس کو قائم رکھنے کی کوشش کرے، اس کے زوال اور سلب ہونے سے خوفزدہ رہے۔ اور اس کے لئے خدا سے پناہ طلب کرے۔ مثلاً اگر سحر کے وقت اٹھنے کی توفیق حاصل ہو جائے تو اسے ہاتھ سے نہ جانے دے اور اگر کسی شب میں اذان صبح تک نیند سے بیدار نہ ہو تو نماز واجب ادا کرنے کے بعد اس کی قضا کرے یا مثلاً تلاوت قرآن مجید یا کسی دعا کو روزانہ ورد کرتا ہو۔ تو اسے ترک نہ کرے۔ یا روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ کچھ پیسے خیرات دینے میں خرچ کرنا ہو تو اس کی پابندی رکھے اور اس توفیق کو ضائع نہ ہونے دے۔ اسی طرح دینی مجالس قائم کرنے اور ان میں حاضر ہونے کی توفیق ہے۔ اسی بنا پر روایتوں پر حکم دیا گیا ہے۔ کہ عمل خیر کو مستقل طور پر انجام دیا جائے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی چیز جو برابر قائم رہے اس زیادہ چیز سے بہتر ہے جس میں دام نہ ہو۔

اس مطلب کے شواہد کثرت سے ہیں۔ یہاں صرف ایک روایت نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔ کتاب کافی میں صحیح سند کے ساتھ یعقوب الاحمر سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا، کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں مجھے ہر مصیبتوں اور پریشانیوں نے جو کم کر لیا ہے۔ (اور روایت کے دوسرے نسخے میں ہے کہ مجھ کو فرض نے بہت پریشان کر رکھا ہے) اس حد تک کہ ہر خیر و نیکی کو میرے ہاتھوں سے چھین لیا ہے۔ اور اس سے زیادہ

کیا ہو گا۔ کہ قرآن مجید کا ایک حصہ بھی میری یادداشت سے محو ہو چکا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس گزارش کے دوران جب بات قرآن تک پہنچی تو حضرت ہر سال ہو گئے۔ اور فرمایا "درحقیقت اگر کوئی شخص قرآن مجید کے کسی سورے کو یاد کرنے کے بعد بھول جائے تو وہ قیامت کے روز اس کے پاس آئے گا۔ یہاں تک کہ بہشت کا ایک درجہ بھی اس کے سامنے ظاہر ہو گا۔ پس وہ آپس سلام کرے گا۔ یہ جواب دے گا اور پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ وہ کہے گا کہ میں فلاں سورہ ہوں جسے تم نے ضائع کیا اور ترک کر دیا۔ اگر تم نے مجھے ترک نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں اس درجہ تک پہنچاتا اس کے بعد فرمایا قرآن سے وابستہ رہو اور اسے سیکھو، دراصل کچھ لوگ قرآن کو شہرت کے لئے یاد کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص حافظ قرآن ہے۔ اور اس مقصد سے قرآن سیکھنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ البتہ کچھ لوگ اسے یاد کرتے ہیں اور شب و روز اس پر کار بند بھی رہتے ہیں۔ اور اس کی فکر نہیں کرتے کہ کوئی یہ بات جانتا ہے یا نہیں؟"

بے اخلاصی کا خوف اخلاص کی علامت ہے

یہ بات بھی ضروری ہے کہ اگر انسان کوئی نیک عمل انجام دینا چاہے تو اسے چاہیے کہ عمل سے قبل اخلاص اور اپنی نیت درست کرنے کی کوشش کرے اس کے بعد اسے بجا لائے۔ یہ کہ اخلاص کے بارے میں دوسرے پیدا ہونے سے عمل ہی کو ترک کر دے اور شیطان کو اپنے سے خوشنود کرے۔ بلکہ یہی اخلاص نہ ہونے کا خوف اخلاص کے ایک درجے کی دلیل ہے۔ اگر اسی خوف و ہراس کی حالت میں اخلاص کے لئے خدا سے مدد طلب کرنے کے بعد عمل شروع کرے تو یقیناً درست ہے بعض اکابر علماء کے حالات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ ہمیشہ نماز کے وقت سے پہلے کافی دیر تک تنہا بیٹھتے تھے اور اپنی موت عالم برزخ کی گھاٹیوں اور کھٹن منزلوں اور قیامت کے سخت مراحل پر غور کرنے کے بعد اپنے حال پر گریہ کرتے تھے پھر مسجد میں اگر نماز جماعت ادا کرتے تھے اس طریقہ کا وہ ان کی غرض یہ تھی کہ ان کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا خدا کے لئے اور اسی کی یاد میں ہو۔ اور مومنین اور ان کی جمعیت کی جانب قطعاً کوئی توجہ نہ ہو۔

دوسرے عالم میں حسین سلطنت

مرحوم آقائی سید محمد تقی گلستان (مدیر روزنامہ گلستان) نے نقل کیا ہے کہ جوانی کے اوائل میں ہم چند ہم عمر ہم خیال اور ہم مشرب افراد تھے (انھوں نے ان کے نام بھی بتلائے تھے لیکن میں بھول گیا) جن کا ایک دورہ ہوا کرتا تھا ہم سب مل کے ہر رات کسی ایک دوست کے گھر جاتے تھے۔ اور ان میں سے ایک کے والد حسینی تھے یعنی حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے شدید عقیدت رکھتے تھے۔ اور عزاداری نیز حضرت پر گریہ کرنے میں بے اختیار ہو جاتے تھے یہاں تک کہ ایک شب جب ان کے بیٹے کے یہاں مہمانی کی باری تھی تو انھوں نے کہا۔ میں راضی نہیں ہوں کہ آپ لوگ میرے گھر آئیں۔ سو اس صورت کے کہ ایک روضہ خوان بھی آئے اور حضرت سید الشہداء کا ذکر بھی کرے۔ چنانچہ جس رات میں اس رفیق کی باری ہوتی تھی، ہماری نشست روضہ خوانی اور عزاداری پر تمام ہوتی تھی۔ چند روز کے بعد ان عزم بزرگ نے انتقال کیا اور ان کی موت نے ہم سب کو سخت صدمہ پہنچایا۔ یہاں تک کہ ایک رات میں نے انھیں خواب میں دیکھا اور مجھے یاد آگیا کہ وہ مر چکے ہیں۔ اور جو شخص مردے کا انگوٹھا پکڑے اس سے کچھ پوچھ تو وہ اس کا جواب دیتا ہے۔ لہذا میں نے ان کا انگوٹھا پکڑ لیا اور کہا، کہ جب تک آپ موت کے وقت سے اب تک کے اپنے حالات مجھ سے بیان نہیں کریں گے میں آپ کو نہیں چھوڑ دوں گا۔

ان پر خوف اور شدید لرزے کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور کہا کہ یہ نہ پوچھو اسے بیان ہی نہیں کیا جاسکتا جب میں ان کے حالات سننے سے مایوس ہو گیا تو کہا، آپ نے اس عالم میں جو کچھ سمجھا ہے وہی بتائیے تاکہ میں بھی اس کا شعور حاصل کر سکوں۔ انھوں نے کہا انا حسین علیہ السلام کو جن کی ہم دنیا میں یاد مناتے تھے، ہم نے پہچانا ہی نہیں، جب میں یہاں آیا تو ان کے مقام و منزلت

اور عزت و سلطنت کا مشاہدہ کیا۔ اور اس کی بھی وہ عظمت ہے کہ میں سمجھا نہیں سکتا۔ سو اس کے کہ تم خود اس عالم میں آؤ اور دیکھو۔

بالا تر مراتب کو سمجھنا ممکن نہیں

اس مقام پر دو مطلب سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ اولاً روحیں کس لئے ان زندوں کے سامنے جو عالم خواب میں ان سے رابطہ پیدا کرتے ہیں عالم برزخ کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے گریز کرتی ہیں اور اس سوال پر لرزہ بر اندام ہو جاتی ہیں اور دوم برزخ اور قیامت میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے مقام و منزلت کا بیان۔

پس ہم پہلے مطلب کے بارے میں کہیں گے کہ ہر صاحب فہم و ادراک کے ادراکات اس کے مرتبے کے اندر منحصر اور محدود ہیں۔ اور یہ محال ہے کہ اس سے بالا تر مرتبے کو جو اس کی نسبت سے دوسرا عالم ہے ادراک کرے اور سمجھ لے۔

ایک دانشمند نے اس موقع پر غیبی موجودات کے بارے میں بشری ادراکات کے لئے ایک مثال دی ہے وہ کہتے ہیں کہ جس طرح ایک چوٹی ایک بیابان میں رینگ رہی ہو یہاں تک کہ ایک ٹیل فون کے راڈ تک پہنچ جائے۔ تو وہ اس راڈ کو صرف ایک جسم کی حد تک محسوس کر سکتی ہے۔ یہ لکڑی ہے پتھر یا لوہا نہیں۔ تو پھر یہ سمجھنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے کہ اس لکڑی کے اوپر ایک ایسی ذہات ہے جو دو شہروں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے۔ اور اس کے وسیلے سے ہزاروں اشخاص بڑے بڑے کام انجام دیتے ہیں۔

اسی طرح انسان جب تک مادی زندگی کی قید میں ہے اس کے لئے ناممکن ہے کہ جس طرح ہونا چاہیے عالم اور اس کے طبیعت اور عالم ملکوت میں دخل دے سکے اور ارواح، عالم جزا اور ثواب و عقاب کی کیفیت کا ادراک کر سکے۔

خواب ایک مختصر روحانی عمل ہے

اگر کہا جائے کہ حالت خواب میں روح ایک حد تک بدن سے فاصلہ اختیار کر لیتی ہے

لہذا اس کے لئے برزخی امور کے ادراک میں کوئی مانع نہ ہونا چاہیئے۔ پس کس لئے مردے انھیں بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ اولاً روح حالت خواب میں بدن سے مکمل قطع تعلق نہیں کرتی۔ اور ثانیاً جو کچھ وہ خواب میں معلوم کرتی ہے اس کی قوت متخیلہ اس مفہوم کو دنیاوی اور مادی ادراکات کے مطابق جو اس کا موجودہ مرتبہ ہے درک کرتی ہے اور جب وہ بیدار ہوتی ہے تو اس کا وہی متخیلہ درک اس کے حافظے میں باقی رہتا ہے اور یہی سبب ہے کہ بہت سے خواب پر اسرار اور تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں۔

بچے کے سامنے ازدواجی حالات کا بیان

مطلب واضح ہونے کی غرض سے ایک مثال پیش کی جاتی ہے اگر کوئی ماں اپنے تین چار سال کے بچے کے سامنے شادی بیاہ جشن مسرت کے لوازم، دلہن کے حسن و جمال انواع و اقسام کی غذاؤں اور طرح طرح کے میووں اور شیرینیوں کے اہتمام کے بارے میں تفصیلات بیان کرے۔ تو بچے کی نظر میں وہی گڑیا آجائے گی جو بچے کی ماں نے اس کے لئے خریدی ہے، اور صرف مختصر شیرینی کا تصور بھی ہوگا جس کا ذائقہ وہ کچھ چکاتے زیادہ سے زیادہ اس میں کچھ اضافہ ہو جائے گا۔ آیا ممکن ہے کہ بچہ شب زفاف کے کیفیات کو محسوس کرے وہ توقف گڑیا کو اپنی بغل میں لینے کے لطف اور سرور سے آشنا ہے۔ اسی طرح حورالعین اور برزخ و بہشت کی دیگر لذتوں کی توصیف کا حال ہے اس شخص کے لئے جو عالم طبیعت میں مقید اور محصور ہے اور یہی صورت برزخ اور قیامت کی اذیتوں، تشکیموں اور سختیوں کے بیان کی ہے۔ اس شخص کے لئے جو ابھی دنیا میں ہے وہ ان میں سے کسی شے کا ادراک نہیں کر سکتا سو عالم دنیا کی مصیبتوں اور سختیوں کے درجہ الیکہ ان کا انداز ہی جدا گانہ ہے اور وہ یہاں کے مقابلے میں ہزاروں درجے بالاتر اور شدید تر ہیں۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ”کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا کیا پوشیدہ اور ذخیرہ کیا گیا ہے ان چیزوں میں جو ان کی روشنی چشم کی باعث ہوں گی“۔

لہذا قُلْ لَّعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ مَا خُفِيَ لَهُمْ مَوْنٌ وَفَرَحٌ يُعْطُونَ۔

حسینی منزلت کا ادراک علم سے وابستہ ہے

اور دوسرا مطلب یعنی برزخ میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا مقام و مرتبہ تو اس سلسلے میں جیسا گزر چکا ہے انسان جب تک دنیا میں مادی بدن کے ساتھ اور طبیعت کا اسیر ہے سو ادنیوی حالات اور طور طریقوں کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اگر دنیا کی محبت میں غرق ہو جائے تو عوام بالا اور اسے طبیعت یعنی برزخ اور قیامت کا کا بھی انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ اس عالم کے معاملات کا مذاق بھی اڑانے لگتا ہے اسی کے بالمقابل جو شخص دنیا کی کشش سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور معرفت و محبت الہی کے عالم سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ وہ دنیوی زندگی کو ناچیز اور لہو و لعب سمجھتا ہے۔ اور چونکہ اپنی سعادت اور نیک بختی کا کمال ان عاملوں کے مشاہدے میں پاتا ہے لہذا موت کا مشتاق اور اس عالم سے خلاصی کا خواہشمند ہو جاتا ہے۔ برزخ اور قیامت کے حالات و خصوصیات میں سے ایک حضرت ، سید الشہداء علیہ السلام کے مرتبہ کا ظہور بھی ہے یعنی جب تک کوئی شخص اس عالم میں وارد نہ ہو حضرت کی وجودی ہمہ گیری، احاطہ علمی، اور مشیت و سلطنت الہی میں نفوذ کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اور فی الحال سو اس کے کوئی راستہ نہیں ہے کہ اجمالی طور سے تصدیق کرے اور اس کی حقیقت سمجھے سے اپنی عاجزی کا اعتراف کرے۔

اسی مناسبت سے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے برزخی محل و مقام کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات میں سے ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

کتاب نفس المہوم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ”حسین علیہ السلام اپنے ماں باپ اور بھائی کے ساتھ حضرت رسول خدا کی منزلت میں ہیں اور آنحضرت کے ساتھ انھیں (اس عالم اور اس مقام کی مناسبت سے) رزق پہونچتا ہے اور آپ پر خدا کی نعمت و کرامت کا نزول ہوتا ہے۔“

حق یہ ہے کہ حسین علیہ السلام عرش کی داہنی جانب موجود ہیں اور کہتے ہیں پروردگار! مجھے عطا فرما وہ شے جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ (یعنی شفاعت) اور اپنی قبر کی زیارت کرنے

والوں کی طرف نظر ڈالتے ہیں، پس آپ ان سے ان کے اور ان کے بالوں کے ناموں سے، نیز جو کچھ ان کے ہمراہ ہے اس سے کہیں زیادہ واقف ہیں۔ اس واقفیت سے جو ان میں سے کسی کو اپنے بیٹے کے بارے میں حاصل ہے

اور آپ اس شخص پر بھی نظر فرماتے ہیں جس نے آپ پر گریہ کیا ہے اس کے لئے بخشش طلب فرماتے ہیں اور اپنے پدر بزرگوار سے بھی خواہش کرتے ہیں کہ اس کے لئے مغفرت طلب کریں نیز فرماتے ہیں کہ اے مجھ پر رونے والے اگر تو اس اجر و ثواب کو جان لیتا جو خدا نے تیرے لئے ہتیا فرمایا ہے تو تیری مسرت و شادمانی تیرے فضلے اور نعم و اندوہ سے بڑھ جاتی ہے۔ پھر اس کی ہر خطا اور گناہ کے لئے مغفرت چاہتے ہیں ۱۱

سچا خواب اور اعمال کے اثرات

تیس سال سے زیادہ مدت گذری شیخ محمد حسن نام کے ایک روضہ خوان تھے جو اپنی عمر کے آخری چند برسوں میں ایک حرام مشغلے میں سرگرم رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ایک نیک شخص نے انھیں خواب میں دیکھا کہ وہ بہنہ ہیں، ان کا چہرہ سیاہ ہے اور آگ کے شعلے ان کے منہ اور باہر لٹکی ہوئی زبان سے بلند ہو رہے ہیں۔ ان کی حالت اس قدر وحشتناک تھی کہ انھوں نے اسے دیکھ کے فرار اختیار کیا۔

چند گھنٹے گزرنے کے بعد اور بعض عوالم طے کرنے کے بعد انھیں پھر دیکھا۔ لیکن اب وہ ایک فرحت بخش فضا کے اندر اس حال میں تھے کہ ان کا چہرہ روشن تھا۔ لباس پہنے ہوئے تھے اور خوش و خرم حالت میں منبر کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ ان کے قریب گئے اور پوچھا تم شیخ حسن ہو؟

انھوں نے کہا ہاں۔ انھوں نے پوچھا تم وہی ہو جو اس عذاب اور شکنجے کے عالم میں تھے انھوں نے کہا ہاں۔ اس پر ان کی کیفیت میں انقلاب آنے کا سبب دریافت کیا۔ تو انھوں نے کہا وہ پہلی حالت ان اوقات کے عوض میں تھی جب میں دنیا کے اندر فعل حرام میں مشغول تھا اور یہ اچھی حالت ان ساعتوں کے خواب میں ہے جب میں اخلاص کے ساتھ سید الشہداء کا ذکر کرتا۔ اور لوگوں کو روتا تھا۔ جب تک میں اس مقام پر ہوں انتہائی خوشحالی، آرام و آسائش میں ہوں۔ جب وہاں جاؤں گا تو اسی حال میں ہوں گا، جسے تم دیکھ چکے ہو۔ انھوں نے کہا جب ایسا ہے تو منبر سے نیچے ہی نہ آؤ، اور وہاں نہ جاؤ، انھوں نے کہا یہ ممکن نہیں۔ مجھے لے جائیں گے۔

اس خواب کی صداقت کی گواہ آیت مبارکہ «فَمَنْ لَعَلَّ مَشْقًا ذَرَّ حَقِيمًا يُرِيدُ وَمَنْ

إِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ مَعَ أَبِيهِ وَأُمِّهِ وَأَخِيهِ فِي مَنْزِلٍ مِّنْزِلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ بَرْدٌ قُوتٌ وَجُجْ بَرْدٌ وَإِنَّهُ لَعَنَ الْعَرَبِينَ الَّذِينَ مَنَعُوا قَوْلَ يَازِدَ بْنَ أَبِي سَفْيَانَ وَأَنَّهُ لَيَنْظُرُ إِلَى ذَوَارِهِمْ أَشْرَفَ بِهِمْ وَبَا شَعَابِهِمْ وَأَسْمَاءُ الْإِسْلَامِ وَمَا فِي رِجَالِهِمْ مِنْ أَخْدَانِهِمْ لَوْ كُنُوا وَرَأَتْهُ لَيَنْظُرُ إِلَى بَيْتِهِمْ لَيَسْتَعْفِفُ لَهُمْ وَيَقُولُ أَبَاؤُكُمْ لَمْ يَكُنُوا أَيْهَا الْبَاكِيُّ لَوْ عَلِمْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ الْأَجْرَ لَعَزَّتْ أَكْفَرُهَا حَزَنَتِي وَأَنَّهُ لَيَسْتَعْفِفُ لَهُمْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَيُحِبُّ بَيْتَهُ

(نفس المہم)

تَعْلِيٌّ وَمَقَالٌ ذَرِّحْ سَتْرُ اَيْدِيْكَ“ ہے۔ یعنی جو شخص ایک ذرے کے ہموزن نیک کام کرے گا، اسے دیکھے گا۔ اور جو شخص ایک ذرے کے برابر فعل بد انجام دے گا اسے دیکھے گا۔ واضح رہے کہ یہ اس کی برزخی حالت ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اوقات گناہ کے سلسلے میں عذاب کا استوفاق تمام ہو جائے۔ یا یہ کہ اہلبیت علیہم السلام کی شفاعت سے نجات پائے۔ چونکہ وہ ایمان رکھتا ہوگا اور اس کا دل محبت اہلبیت سے خالی نہ ہوگا لہذا آخر کار نجات و راحت والوں سے جا ملے گا۔

چشمہ بند کرنے سے کور چشمی

ایک صاحب علم اور متقی بزرگ نے نقل فرمایا کہ ان کے ایک عزیز نے اپنی عمر کے آخری دور میں ایک جائیداد خریدی تھی اور اس کی بھرپور آمدنی کے ذریعے زندگی بسر کرتے تھے۔ انکی موت کے بعد انھیں خواب میں دیکھا گیا کہ وہ آنکھوں سے اندھے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ تم برزخ میں نابینا کیونکر ہو گئے۔ تو انھوں نے کہا میں نے جو جائیداد خریدی تھی اس کی مزرعہ زمین کے وسط میں ایک شیریں پانی کا چشمہ تھا۔ اس کے قریب آباد بستی کے باشندے آکر اس کا پانی لیجاتے تھے۔ اور اپنے جانوروں کو بھی سیراب کرتے تھے چنانچہ ان کی آمد و رفت سے میری ذرا امت کا کچھ حصہ پامال ہو جاتا تھا۔ میں نے اس معمولی سے نقصان سے بچنے کے لئے سوچا کہ یہ راستہ ہی مسدود کر دیا جائے۔ لہذا مٹی، پتھر اور چوڑے وغیرہ سے چشمہ کو بند کر کے سکھادیا، اور قرب وجوار کے لوگوں نے مجبوراً ایک دور کے چشمے سے پانی لانا شروع کیا۔ میرا یہ اندھا پن اُسی پانی کے چشمے کو بند کرنے کی وجہ سے ہے۔

ان سے دریافت کیا گیا کہ آیا اس سے نجات کی کوئی صورت ہے؟ انھوں نے کہا اگر میرے وارث مجھ پر رحم کریں اور اس چشمے کو دوبارہ جاری کر دیں تاکہ اس کے قریب بسنے والے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں تو میری حالت بہتر ہو جائے گی۔

انھوں نے فرمایا کہ میں نے ان کے ورثہ کی طرف رجوع کیا اور ان لوگوں نے بھی اسے قبول کرتے ہوئے چشمہ کھول دیا۔ چند روز کے بعد میں نے دیکھا کہ مرحوم کی آنکھیں روشن ہیں اور وہ ہم لوگوں کے شکر گزار ہیں۔

انسان کو یہ جان لینا چاہیئے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے، لہٰذا کَسْبَتْ
وَعَلَيْهِمَا أَكْثَبَتْ اَنْ اُس نے کسی پر ظلم کیا ہے تو خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ
نیک کی ہے تو خود اپنے ساتھ نیک کی ہے۔ اور اگر کسی کا سر قلم کیا ہے تو برزخی موافق میں وہ
خود بے سر ہو گا۔ اور جہنم میں اس کا سر اور پاؤں ایک دوسرے سے لپیٹ کر باندھ دیئے جائیں
گے۔

چنانچہ ارشاد ہے، "يُؤَخِّدُهَا النَّوْجَىٰ وَالْاَقْدَامُ" یہی سبب تھا کہ حضرت زینب
کبریٰؓ نے دربارِ نبویؐ میں اس ملعون سے فرمایا تھا۔ وَمَا فَرَيْتُ اَكَا جِلْدًا وَفَمَا قَطَعْتَ اَكَا
سَدًا یعنی تو نے صرف اپنی ہی جلد کاٹی ہے، اور صرف اپنا ہی سر جدا کیا ہے۔

(۱۲۷)

توفیق زیارت اور ضیافت

میر نے مکرر سنا تھا کہ زمانے کے ایک نیک نفس انسان حاج محمد علی فشتدی تہرانی
حضرت بقیتہ اللہ تعالیٰ فرجہ کی خدمت میں مشرف ہو چکے ہیں اور ان سے متعدد
واقعات منسوب ہیں۔ مجھے شوق پیدا ہوا کہ انھیں خود دیکھوں اور انھیں کی زبانی سنوں چنانچہ
ماہ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ میں تہران کے اندر علمائے عاملین کے سردار حاج آقا معین شیرازی
دامت برکاتہم سے اور انھیں کے ساتھ جناب حاج محمد علی موصوف سے ملاقات کی۔ ان سے
خیرو خوبی، صداقت اور محبت اہلبیت علیہم السلام کے آثار ظاہر تھے۔ میں نے آقائے حاج
آقا معین سے خواہش کی کہ جو کچھ حاجی مذکور کہتے ہیں وہ اسے رقم فرمادیں۔ اب اس کتاب کے
ناظرین کے فائدے کے لئے ان کی تحریر پیش کی جا رہی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
(پہلی بار کجا ذیادت)

تقریباً بیس سال قبل ہم زیارت اربعین کی غرض سے حازم کر بلا ہوئے یہ وہ موقع
تھا جب ہر فرد سے گزرنامے (پاسپورٹ) کے لئے چار سو تومان وصول کئے جاتے تھے جب
میں گزرنامہ حاصل کر چکا تو میری اہلیہ نے کہا، کہ میں بھی چل رہی ہوں۔ میں اس بات سے
ناراض ہوا کہ پہلے سے کیوں نہیں بتایا تھا؟ خلاصہ یہ کہ ہم نے بغیر گزرنامے کے سفر شروع کیا۔

ہمارا قافلہ پندرہ افراد پر مشتمل تھا، جنہیں چار مرد اور گیارہ عورتیں تھیں۔ ان میں ایک سیدانی بھی تھیں جو میرے ہمراہیوں میں سے دو شخصوں کی قرابت دار تھیں اور ان کی عمر ۱۰۵ سال تھی۔ ہم نے انہیں بہت زحمت کے ساتھ سفر کرایا۔ اور گزرا نامہ نہ رکھنے کے باوجود اہلبیت کو ایران و عراق کی دونوں سرحدوں سے سہولت کے ساتھ گزار کے اربعین سے قبل کربلائے معلیٰ سے مشرف ہو گئے۔ اربعین کے بعد نجف اشرف سے مشرف ہوئے اور، اربعین الاول کے بعد کاظمین اور سامرا کا قصد کیا۔

وہ دو مرد جو سیدانی کے اعزاء میں سے تھے انہیں اپنے ہمراہ لے جانے سے پہلو تھی کہ رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ ہم انہیں اپنی واپسی تک کے لئے نجف میں پھوڑ دیں گے میں نے کہا، انہیں لیجا نے کی زحمت میرے ذمے ہے۔ اس کے بعد ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ کاظمین کے ریلوے اسٹیشن پر سامرا جانے والے مسافروں کا بہت ہجوم تھا۔ اور کرکوک محل سے آنے اور بغداد جانے والی ٹرین کے منتظر تھے کہ وہ جب بغداد سے واپس ہوگی تو پہلوگوں کو لے جائے گی۔ اس کثیر جمع کی موجودگی میں ٹکٹ اور سیٹ حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔

دفعتہً ایک عرب سید جو ایک سبز رنگ کی شال کمر سے پلٹے ہوئے تھے ہمارے قریب آئے اور کہا، حاج محمد علی سلام علیکم! تم لوگ ۱۵ نفر ہو؟ میں نے کہا ہاں، انہوں نے فرمایا تم اسی جگہ ٹھہرو، اور یہ ۱۵ ٹکٹ لو، میں بغداد جا رہا ہوں۔ نصف گھنٹے کے بعد ٹرین کے ساتھ واپس آؤں گا۔ اور تمہارے لئے ایک ڈبہ ریزرف کرا کے لینا آؤں گا تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اس کے بعد ٹرین کرکوک سے آئی اور سید سوار ہو کے چلے گئے، آدھے گھنٹے کے بعد ٹرین آئی تو مجمع نے ہجوم کم کر لیا۔ میرے رفیقوں نے جانا چاہا تو میں نے منع کیا لیکن انہیں قدرے ناگوار ہوا اور سب سوار ہو گئے۔

وہ سید آئے اور ہمیں ایک ریزرف بوگی میں سوار کیا، یہاں تک کہ ہم سامرا پہنچے ان سید آقا نے کہا، میں تمہیں سید عباس خادم کے یہاں لئے چلتا ہوں۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچے تو میں نے سید عباس سے کہا، کہ ہم ۱۵ نفر ہیں اور دو کمرے چاہتے ہیں۔ ہم یہاں چھ روز قیام کریں گے۔ پس آپ کو کتنی رقم ادا کی جائے؟

انہوں نے کہا ایک ہزار گوار سید خوراک اور زیارت خوانی کے تمام اخراجات کے علاوہ تمہارا چھ روز کا کرایہ بھی ادا کر چکے ہیں۔ میں تمہیں روزانہ دو بار سرداب اور حرم لیجاؤں گا۔ میں نے کہا سید کہاں ہیں؟ تو بتایا کہ وہ ابھی ابھی زمینوں سے اتر کے نیچے گئے ہیں۔ میں نے ہر چند تلاش کیا لیکن پھر وہ نظر نہیں آئے۔

میں نے کہا میرے ذمہ ان کا مطالبہ ہے انہوں نے ہمارے لئے چند ٹکٹ خریدے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نہیں جانتا، وہ تمہارے تمام مخارج ادا کر چکے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ چھ روز بعد ہم کربلائے معلیٰ آئے۔ اور مرحوم آقا میرزا مہدی شیرازی کے پاس جا کے ان سے سارا ماجرا بیان کرنے کے بعد سید کا مقروض ہونے کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھ سادات میں سے بھی کوئی شخص ہے؟ میں نے کہا ہاں ایک سیدانی ہیں۔ انہوں نے فرمایا وہ امام زمانہ علیہ السلام تھے اور تمہیں اپنا مہمان بنایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ "احتمال یہ بھی ہے کہ وہ ان رجال الغیب یا ابدال میں سے کوئی شخصیت رہی ہو۔ جو حضرت کے ملازم ہیں۔"

سادات کے ساتھ احسان برکات

اس داستان کو نقل کرنے کی غرض سادات اور بالخصوص سیدانیوں کے سلسلہ جلیلیہ کے ساتھ نیکی اور احسان کی اہمیت بیان کرنا ہے۔ جو آخرت کے ثوابوں اور شفاعت کے علاوہ دنیوی اثرات اور ظاہری برکات کی حامل بھی ہے۔ جیسا کہ اس داستان سے واضح ہوتا ہے۔ کہ جب حاجی محمد علی نے ان سیدانی کے بارے میں ارادت اور احسان و خدمتگذاری کا ثبوت دیا تو کس طرح سے اس کی تلافی ہوئی۔ اور عباد صالحین، رجال الغیب، یا ابدال میں سے ایک فرد ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی مدد کے لئے مامور ہوئی۔ اس کے بعد سامرا میں چھ روز تک ان کی ضیافت ہوئی۔ مرحوم آیت اللہ محمد مہدی شیرازی اعلیٰ اللہ مقامہ نے اپنی روشن ضمیری سے جان لیا کہ یہ الطاف ان میں سیدانی کے برکات تھے۔ ثقہ الاسلام حاج میرزا حسین نوری نے کتاب کلمہ طیبہ میں سلسلہ سادات کے ساتھ احسان کی فضیلتوں اور برکتوں کے بارے میں

معتبر مدارک سے چالیس روایتیں اور حکایتیں نقل کی ہیں۔ ان میں سے تبرکات ایک داستان نقل کی جاتی ہے۔

سادات کا قرض حضرت علیؑ کے حساب میں

متعدد سندوں کے ساتھ ابراہیم ابن مہران کا یہ بیان نقل ہوا ہے کہ کوفہ کے اندر ابو جعفر نام کا میرا ایک ہمسایہ تھا جو وقت اس سے کوئی علوی اور سید کوئی چیز طلب کرتا تھا، اور فوراً اسے دیدیتا تھا، اگر اس کے پاس قیمت ہوتی تھی تو لے لیتا تھا ورنہ اپنے غلام سے کہتا تھا کہ یہ رقم علی ابن ابیطالب کے حساب میں لکھ دو۔ ایک طولانی مدت تک اس کا یہ طرز عمل قائم رہا۔ یہاں تک کہ وہ فقیر و مفلس ہو کر خانہ نشین ہو گیا۔ وہ اپنے کاغذات میں تلاش کرتا تھا پس اگر یہ پاتا تھا کہ اس کا کوئی قرضدار زندہ ہے تو کسی کو اس کے پاس بھیج کر پیسوں کا تقاضہ کرتا تھا۔ اور اس طرح اپنا خرچ پورا کرتا تھا۔ اور اگر دیکھتا تھا کہ وہ مر چکا ہے اور اس کے ہاتھ خالی ہیں تو اس کے نام پر خط لکھ بیچ دیتا تھا۔ انھیں ایام میں ایک روز اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا اپنے رجسٹر کا معائنہ کر رہا تھا، کہ ایک ناچسبی (دشمن ابلیہیت) شخص کا ادھر سے گزر ہوا اس نے مسخر اور طعنے اور شتمات کے طور پر کہا، کہ تمہارے سب سے بڑے قرضدار علی ابن ابیطالب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟

ابو جعفر اس کی اس ناروا بات سے سخت آزرده ہوا۔ اور اٹھ کے گھر کے اندر چلا گیا جب رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کے ساتھ حسن و حسین علیہم السلام بھی ہیں۔ پس آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ تمہارے پدر بزرگوار، امیر المومنین کہاں ہیں؟ دفعۃً وہ حضرت بھی آگئے اور کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا تم اس شخص کا حق کس لئے ادا نہیں کرتے؟ امیر المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ان کا ذمیہ حق موجود ہے جو میں اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ اس کے بعد انھیں سفید صوف، (پشمینہ) کا ایک کیسہ دیا اور فرمایا، یہ ہے تمہارا حق۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا، اسے لو اور اگر ان کی اولاد میں سے کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور کوئی ایسی چیز طلب کرے جو تمہارے

پاس موجود ہو تو اسے محروم واپس نہ کرنا۔ اور اب اس کے بعد تمہارے لئے کوئی فقیری اور محتاجی نہ ہوگی۔

ابو جعفر نے بتایا کہ میں بیدار ہوا کہ وہ کیسہ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اپنی زوجہ کو جگایا اور کہا۔ چراغ روشن کرو۔ جب شمار کیا تو اس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں۔ پھر جب اپنے جڑے کا حساب کیا تو حضرت کے نام پر بھی اتنی ہی رقم تھی۔ نہ کم نہ زیادہ۔ اور دوسری روایت کے مطابق دیکھا کہ حضرت کے نام پر جو کچھ درج تھا وہ ٹھوہر چکا ہے۔

زیارت کربلا کے مقدمات کی فراہمی

(دوسری داستان)

تقریباً بیس سال قبل میں ایک شب جمعہ میں آقا سید باقر خیاط اور دیگر چند اشخاص کے ہمراہ مسجد مجملہ ان گیا۔ سب لوگ سو گئے لیکن میں اور بوڑھے ایک بزرگوار جاگ رہے تھے جنہوں نے چھت کے اوپر ایک شمع روشن کر رکھی تھی۔ اور دعا پڑھ رہے تھے۔ میں نماز شب میں مشغول تھا کہ ناگاہ دیکھا کہ فضا روشن ہو گئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ چاند نکل آیا لیکن ہرچیز غور کرنے کے باوجود چاند کہیں نظر نہیں آیا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ قریباً پانچ سو میٹر کے فاصلے پر ایک درخت کے نیچے ایک جلیل القدر سید کھڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ نور انہیں آقا کا ہے۔

میں نے اُن پیر مرد سے کہا کہ آپ اس درخت کے کنارے ایک سید کو دیکھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا اندھیری رات ہے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہے تمہیں شاید نیند آ رہی ہے، جاؤ سو رہو میں نے جان لیا کہ وہ یہ منظر نہیں دیکھ رہے ہیں۔

میں نے ان سے کہا کہ آقا! میں کربلائے معلیٰ جانا چاہتا ہوں، لیکن نہ میرے پاس پیسے ہیں نہ پاسپورٹ۔ اگر آئندہ پنجشنبہ کی صبح تک گزرنامہ (پاسپورٹ) اور پیسے فراہم ہو گئے تو میں جانوں گا کہ آپ امام زمانہ ہیں ورنہ سادات میں سے ایک فرد ہیں۔

ناگاہ دیکھا کہ وہ آقا موجود نہیں ہیں۔ اور فضا تاریک ہو گئی ہے۔ صبح کو میں نے اپنے رفیقوں سے یہ واقعہ بیان کیا، تو ان میں سے بعض نے میرا مذاق اڑایا۔

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ میں چہار شنبہ کو علی الصبح ایک کام سے میدان فوزیہ پہنچا اور میری منزل دروازہ شمشیر ان تھی۔ میں ایک دیوار کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ اور بارش آنے والی تھی

ایک پیر مرد میرے قریب آئے جنہیں میں جانتا نہیں تھا۔ انہوں نے کہا، حاج محمد علی! کیا تم کربلا جانا چاہتے ہو۔ میں نے کہا، میں بہت خواہشمند ہوں۔ لیکن نہ میرے پاس پیسے ہیں نہ گزرنامہ۔ انہوں نے کہا تم دزل عدد فوطو اور دو عدد شناخت نامے کی نقلیں لے آؤ، میں نے کہا میں اپنے عیال کو بھی لیجانا چاہتا ہوں۔ تو کہا کوئی حرج نہیں ہے اس کے بعد میں فوراً اپنے گھر آیا اور فوطیہ شناخت نامے کی نقلیں جو میرے پاس موجود تھیں لے آیا۔ انہوں نے کہا کل صبح اسی وقت اور اسی جگہ آجانا میں دوسرے دن سویرے اسی مقام پر پہنچا تو وہی بزرگوار آئے اور پاسپورٹ عراق کا ویزا اور ساتھی پانچ ہزار تومان مجھے دیکے چلے گئے۔ پھر اس کے بعد میں نے انہیں نہیں دیکھا۔

میں آقا سید باقر کے پاس گیا جہاں میری صلوات کا ختم جاری تھا۔ بعض رفقاء نے تمسخر کے طور پر کہا کہ گزرنامہ مل گیا؟ میں نے کہا ہاں، گزرنامہ نیز پانچ ہزار تومان ان کے سامنے رکھ دیئے، جب انہوں نے پاسپورٹ کی تائید پڑھی اور دیکھا کہ چہار شنبہ کا دن درج ہے تو روز شریعہ کر دیا، اور کہا کہ ہم اس سعادت سے محروم رہ گئے۔

عالم احتضار میں دادرسی

حضرت حجۃ الاسلام آقا نے حاج سید الشہداء نے اپنے ایک خط میں اس طرح لکھتے ہیں کہ: "ایک (مذہبی) عید کا دن تھا۔ جب میں ٹھہر کے قریب مرحوم آیۃ اللہ حاج سید محمود شاہرودی (قدس اللہ نفسہ الزکیۃ) کی زیارت کے لئے ان کے گھر پہنچا، باوجود اس کے کہ دیر ہو چکی تھی۔ لوگوں کی آمد رفت ختم ہو چکی تھی۔ اور وہ جناب گھر کے اندر تشریف لے جا چکے تھے۔ لیکن ازراہ لطف و کرم پھر باہر تشریف لے آئے۔ بسلسلہ گفتگو انھوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مرحوم عباچی کی ہمراہی میں ہم مقدس کاظمین علیہم السلام سے زیارت سامرائے کے لئے پایادہ روانہ ہوئے حضرت سید محمد سلام اللہ علیہ کی زیارت کے بعد ہم نے ایک فرسخ (تقریباً تین میل) راستہ طے کیا ہو گا کہ آقا نے عباچی بالکل بے حال ہو گئے۔ ان کی حرکت کی طاقت سلب ہو گئی۔ اور وہ زمین پر گر پڑے۔ انھوں نے مجھ سے کہا، چونکہ اب میری موت یقینی ہے نہ میں آگے جاسکتا ہوں نہ واپس ہو سکتا ہوں۔ اور تم سے میرا کوئی کام بھی انجام نہیں پاسکتا۔ اگر تم یہاں ٹھہرو گے تو اپنے نفس کو ہلکے میں ڈالنا ہو گا۔ اور یہ حرام ہے لہذا تم پر واجب ہے کہ یہاں سے روانہ ہو کر اپنے کو نجات دو اور چونکہ تم میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے لہذا تم پر کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بہر حال میں نے بادل خواستہ اور انتہائی افسوس کے ساتھ انھیں اسی جگہ چھوڑا اور اپنی تکلیف کے مطابق وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جب دوسرے روز سامرا پہنچا اور مسافر خانے میں وارد ہوا تو ناگہاں دیکھا کہ آقا نے عباچی مسافر خانے سے باہر آ رہے ہیں۔ میں نے سلام اور ملاقات کے بعد پوچھا کہ آپ مجھ سے پہلے یہاں کیوں کر پہنچ گئے؟ انھوں نے فرمایا، ہاں، جیسا تم نے کل دیکھا تھا میں مرنے کے لئے آمادہ تھا اور کوئی چارہ کار میری نظر میں نہیں تھا۔ چنانچہ پاؤں سیدھے کر کے اور آنکھیں بند کر کے موت کا انتظار کرنے لگا۔ جو وقت ہوا چلنے کی آواز سنتا تھا تو اس خیال سے کہ حضرت ملک الموت ہیں ان کے

دیدار اور زیارت کے لئے فقط اسی وقت آنکھیں کھولتا تھا اور جب کوئی نظر نہیں آتا تھا تو پھر آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار قدموں کی آہٹ سن کے آنکھ کھولی تو دیکھا ایک صاحب معمولی عربی لباس پہنے ہوئے اور ایک الاغ کی لگام تھامے ہوئے میرے پاس کھڑے ہیں انھوں نے مجھ سے میرا حال اور اس بیابان کے اندر زمین پر لیٹنے کا سبب دریافت کیا۔ تو میں نے جواب دیا کہ میرا سارا بدن درد کر رہا ہے۔ حرکت کی قدرت نہیں رکھتا اور موت کا منتظر ہوں فرمایا اٹھو میں تمھیں پہنچا دوں۔ میں نے عرض کیا مجھ میں اٹھنے کی طاقت نہیں ہے۔ انھوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے اٹھا کے سوار کیا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن میں جہاں جہاں ان کا ہاتھ لگتا تھا، تکلیف بالکل دور ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ ان کا دست مبارک تدریجاً تمام جسم تک پہنچا۔ اور سارے اعضاء اس طرح سے پرسکون ہو گئے گویا کوئی خستگی تھی ہی نہیں۔ وہ سواری کی لگام کھینچ رہے تھے۔ میں نے ہر چند اصرار کیا کہ سوار ہو جائیں لیکن قبول نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ میں پیدل چلنے کا عادی ہوں۔ اسی دوران مجھے توجہ ہوئی کہ ایک سبز نشال کمر سے پلٹے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے نفس سے خطاب کیا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ ایک سید اولاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل چلے اور سواری کی لگام کھینچے اور تو سوار ہو۔ چنانچہ میں فوراً اپنے ہاتھ پاؤں سمیٹ کے نیچے کود گیا۔ اور عرض کیا کہ آقا میری دلی خواہش ہے کہ آپ سوار ہو جائیں۔ اس موقع پر میں نے اپنے کو ایک مسافر خانے میں پایا، اور کسی دوسرے کا نام و نشان نہیں تھا۔

بتاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ

اس داستان کی نظیر وہ داستان ہے جو آیۃ اللہ سید شہاب الدین مرعشی دامت برکاتہ (مرحوم) سے منقول ہے۔ اور ان کی تحریک کتاب "منتقم حقیقی" صفحہ ۵۸، پر درج ہوئی ہے اسے بصیرت میں اضافے کے لئے یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

بیابان کے تھکے ماندے کی فریاد رسی

ایک سید جلیل جو اہل علم میں سے ہیں۔ اور جن کی صداقت، راستبازی اور تقویٰ میں کوئی شک شبہ نہیں ایک بار پایادہ سامراء سے حضرت سید محمد کی زیارت کو جا رہے تھے اور راستہ بھول گئے تھے زندگی سے مایوس ہونے کے باوجود شدید موسم گرما کی بادِ موسم اور غیر معمولی بھوک پیاس کے اثر سے بیہوش ہو کر جلتی ہوئی زمین پر گر پڑے کچھ دیر کے بعد آنکھ کھلی تو اپنا سر ایک شخص کے دامن میں پایا، انھوں نے پانی کا ایک کوزہ ان کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ سید کہتے ہیں کہ میں نے ایسا شیریں اور خوشگوار پانی اپنی زندگی بھر میں نہیں چکھا تھا۔ انھیں سیراب کرنے کے بعد انھوں نے دسترخوان کھولا۔ اور ارزن کی (غلہ کی ایک قسم) دو تین روٹیاں انھیں دیں۔ جب یہ کھا چکے تو ان عرب نے کہا، اے سید اس نہر جاری میں نہا دھو لو۔

سید کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے برادر! یہاں کوئی نہر نہیں ہے میں تو پیاس سے ہلاکت کے قریب تھا جب آپ میری مدد کو پہنچے۔

عرب نے فرمایا یہ ہے صاف و شفاف اور خوشگوار آبِ جاری۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہی میں متوجہ ہوا۔ اور دیکھا کہ ایک صاف پانی کی نہر بہ رہی ہے۔ میں نے تعجب کیا کہ نہر اس قدر قریب ہے اور میں پیاس سے مر رہا تھا۔ الحاصل عرب نے فرمایا اے سید! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا، حرم سید محمد، انھوں نے فرمایا یہ ہے حرم سید محمد۔

سید کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ روضہ حضرت سید محمد کے پاس ہی موجود ہوں، حالانکہ میں جس مقام پر راستہ بھولا تھا وہ قادیسیہ تھا اور وہاں سے سید محمد تک ایک لمبی مسافت تھی۔

بہر حال اس چند قدم کے ساتھ میں ان عرب نے جو فائدہ مند باتیں ارشاد فرمائیں ان میں تلاوت قرآن مجید کی شدید تاکید، ان لوگوں سے سخت برادری و انکار کی تاکید جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے یہاں تک کہ ان راویوں پر نفرن فرمائی جن لوگوں نے تحریف کی حدیث گڑھی ہیں۔ زندگی میں اور موت کے بعد والدین کے ساتھ نیک سلوک کی تاکید مقامات مقدسہ، نیزائمتہ اور امام زادوں کے تبرک روضوں کی زیارت اور ان کی تعظیم کی تاکید اولاد امیر المومنین کے احترام کی تاکید، اور نماز شب کی تاکید شامل تھی۔

نیز فرمایا کہ اے سید! حیف ہے ان اہل علم کے اوپر جو اپنے کو ہم سے وابستہ سمجھتے ہیں اور اس پر مداومت نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ دیگر امور کی سفارشیں بھی فرمائیں۔

سید کہتے ہیں کہ جب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ مرد عرب کون ہیں جن سے میں نے ان عجیب و غریب امور کا مشاہدہ کیا اور ان سے ایسی نصیحتیں سنیں تو وہ فوراً میری نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

سوٹ کیس کی کنجی کا دامن میں گرنا

عبد صالح اور متقی حاج ملا علی کا زونی جن سے چند استائیں نقل کی جا چکی ہیں۔ دعاؤں کی قبولیت اور الطاف و عنایات الہی کے بارے میں کچھ عجیب و غریب خصوصیات کے حامل ہیں۔

مخملہ ان کے فرماتے ہیں کہ جب خدا نے حج کی توفیق عطا فرمائی تو میں ہوئی جہاز کے ذریعہ کویت سے جدہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب جدہ کے قریب پہونچا تو لاڈ اسپیکر سے اعلان ہوا کہ ہم چند منٹ کے اندر جدہ پہونچ رہے ہیں۔ لہذا ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنا سوٹ کیس منبھال لے۔ اور کسٹم کے لئے تیار ہو جائے۔ میں نے سوٹ کیس کی کنجی نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ نہیں مل۔ اس وقت توجہ ہوئی کہ اسے ساتھ لانا ہی بھول گیا ہوں۔ میں سخت پریشان ہوا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ، پروردگار! میں تیرا مہمان ہوں اور تیرے گھر میں داخلے کے لئے تھوڑی دیر میں احرام باندھنا چاہتا ہوں، لیکن لباس احرام بھی سوٹ کیس کے اندر ہے۔ اور کنجی موجود نہیں ہے اب کیا کروں وہ فرماتے تھے کہ قسم خدائے وحدہ لا شریک کی اسی وقت کنجی میرے دامن میں سطح سے آگری کہ میرا رفیق سفر (مروجہ سید حسن دندان ساز کا فرزند) بھی جو میرے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا متوجہ ہو گیا۔ اور پوچھا کیا چیز تھی؟

میں نے اس سے حقیقت حال بتائی اور کنجی اٹھا کر شکر خدا ادا کیا۔

داستان نمبر ۲۷ کے ذیل میں کہا جا چکا ہے کہ اس طرح کی اجابت دعوات اور خارق عادات خدا کے ایک نیک بندے سے جائے تعجب نہیں ہے۔

زندگی بھر کے اخلاص کا نتیجہ

حاج علی موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ نے جن کا سن مبارک تقریباً ۷۰ سال کا ہو گا۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ایک پوری عمر خدا اور محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بندگی و فرمانبرداری، صدق و اخلاص اور محبت میں گزاری ہے اور ان کے حالات میں غفلت سے پرہیز اور بارگاہ حضرت احدیت جل شانہ میں مراقبہ اور ملاحظہ نمایاں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کی راہ و روش ایسی ہو وہ مقام قرب میں پہونچ جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ آثار قرب میں سے حضرت احدیت جل جلالہ کی بے پایاں قدرت تک پہونچتا ہے۔ چونکہ عالم دنیا تنگ ہے لہذا اس قدرت کا مکمل ظہور مومن کی موت کے بعد ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی اس دنیا میں بھی کچھ اظہار ہوتا رہتا ہے۔ جیسا کہ جناب آصف ابن برخیا کا واقعہ ہے۔ کہ ملکہ سبا بلفیس کا تخت سلطنت ایک چشم زدن میں شہر شام سے حضرت سلیمان کے سامنے حاضر کر دیا اور جس کی تفصیل سورہ نمل میں موجود ہے۔

بچے کو ہوا پر معلق رکھتا ہے

ایک روز خدا کے نیک بندوں میں سے ایک شخص ایک گلی سے گزر رہا تھا، دیکھا کہ کوچے کے اندر لوگوں کی ایک بھیڑ جمع ہے۔ اور سب کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے تو بتایا کہ اس گھر میں ایک بچہ چھت کے اوپر چلا گیا ہے۔ اس کی ماں اس کا تعاقب کرتی ہوئی نالہ و فریاد کر رہی ہے۔ وہ ڈر رہی ہے کہ کہیں وہ کوڑھے سے نیچے نہ گر جائے۔ اسی اثنا میں بچے نے پر نالے کے اوپر پاؤں رکھ دیا۔ اور نیچے گر گیا۔ اس عبد صالح نے فوراً کہا، خدا یا! اسے روک لے۔

بچہ ہوا میں معلق ہو گیا یہاں تک کہ اس بندہ خدا نے اسے گود میں لے کر اس کی ماں تک پہونچا دیا۔ لوگوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسے دینا شروع کئے۔ انھوں نے فرمایا، حضرات! کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا ہے۔ اگر کسی

بندہ عاجز نے خدا کے بزرگ و برتر کی اطاعت میں ایک عذر گزاری ہو تو اگر خدا بھی اس کی ،
عذر داشت کو سُن لے اور اس کی حاجت پوری فرما دے تو اسمیں تعجب کی کیا بات ہے ؟
اس قول کا مشاہد حدیث قدسی کا یہ حصہ ہے ۔ کہ خدا فرماتا ہے ۔ ”جو شخص میرا ہم نشین
ہو میں بھی اس کا ہم نشین ہوتا ہوں ۔ اور جو شخص میرا مطیع اور فرمانبردار ہو ، میں بھی جو کچھ
کہتا ہے انجام دیتا ہوں ۔“ لے

قبلہ حقیقی امام حسین کی طرف رخ

منفرد معمار مرحوم حاج عبدالعلی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ میں جس زمانے میں زیارت
کربلا سے مشرف تھا ایک روز صحن مقدس میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک دوسرا شخص بھی میرے قریب
بیٹھا ہوا تھا ۔ میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے بتایا ۔ فلاں خراسانی ، میں نے اس کا شغل
دریافت کیا تو کہا ، معماری ، میں نے دیکھا کہ یہ تو میرا ہی ہم پیشہ ہے پوچھا کہ تم زائر ہو یا مجاور
اس نے کہا ، میں کئی سال سے اس مقدس مقام پر تعمیر کے کام میں مشغول ہوں ۔ میں نے کہا
اس مدت میں تم نے اس محترم سرزمین پر اگر کچھ عجیب امور دیکھے ہوں تو مجھے بھی بتاؤ ۔ انھوں
نے کہا ، صحن مقدس میں قبیلے کی سمت ایک قبر ہے جو قبر دہ (دادا کی قبر) کے نام سے مشہور
ہے ۔ چونکہ وہ خراب اور خستہ حالت میں پہنچ رہی تھی لہذا چند افراد اس کی تعمیر کے لئے
آگاہ ہوئے ۔ اور میری طرف رجوع کیا ۔ میں نے کام شروع کیا اور بنیاد کی مضبوطی کے لئے فردوس
کو ہدایت کی کہ قبر کے اطراف کی زمین کھودی جائے ۔ کھدائی کے دوران قبر کے نزدیک ایک مقام
پر ایک جسم ظاہر ہوا ۔ مجھے اطلاع دی گئی میں نے مشاہدہ کیا تو دیکھا کہ ایک تر و تازہ جسد ہے لیکن
اپنی بائیں جانب لیٹا ہوا ہے ۔ یعنی اس کا چہرہ قبر طہر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی طرف ہے
اور پشت قبیلے کی جانب میں نے اسی حالت میں قبر کو بند کر کے اس کی تعمیر مکمل کر دی ۔ اس
داستان کی تائید اس صورتحال سے بھی ہوتی ہے جسے مرحوم حاج میرزا حسین نوری علیہ السلام
نے کتاب دار السلام میں نقل کیا ہے ۔

وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد علامہ بزرگوار شیخ عبدالحسین تهرانی اعلیٰ الشہ مقامہ
نے صحن طہر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی مغربی سمت کی توسیع کے لئے چند مکانات

لے يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا جَلِيسُ مَنْ جَا لِسَنِيَّ وَ مُطِيعُ مَنْ أَطَاعَنِي ۔

(کتاب اقبال باب اعمال ماہ رجب)

خرید کے انھیں صحن مبارک کا جزء قرار دیا۔ اور میتوں کے دفن کے لئے اسی حصے میں تقریباً ساٹھ تہہ خانے قائم کیے جن پر ڈاٹ کی چھتیں ڈلوادیں۔ مومنین اپنے مردوں کو انھیں تہہ خانوں میں دفن کرتے تھے۔ جب اسی طرح ایک مدت گزری تو اندازہ ہوا کہ یہ چھتیں لوگوں کی کثرت آمد و رفت کی متحمل نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ گر جائیں جس سے زحمت اور ہلاکت کا خطرہ ہے۔ لہذا شیخ نے حکم دیا کہ یہ چھتیں ہٹا کے دوبارہ مزید استحکام کے ساتھ بنائی جائیں۔

چونکہ ان تہہ خانوں میں کثرت سے میتیں دفن ہو چکی تھیں لہذا ہدایت کی کہ پہلے ایک سرداب کی چھت مہندم کر کے اس کی تعمیر کی جائے اس کے بعد دوسرے کی۔ چنانچہ جس سرداب کی چھت کھودی جاتی تھی پہلے ایک شخص نیچے اترتا تھا اور مردوں کے اجساد پر اتنی مٹی ڈال دیتا تھا کہ وہ چھپ جائیں اور میتوں کی بے حرمتی نہ ہو۔

اسی طرح جب لوگ اس سرداب تک پہنچے جو ضریح اقدس کے مقابل میں تھا اور اجساد کو چھپانے کے لئے نیچے اترے تو دیکھا کہ اس درجے میں دفن ہونے والی میتوں کے سر جو پہلے مغرب کی سمت تھے اب ان کے پاؤں کی جگہ پر قبر مبارک کی طرف ہیں اور پاؤں مغرب کی جانب جب لوگوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو بے شمار مجمع ہو چکا شروع ہو گیا اور سب نے اس عجیب منظر کا مشاہدہ کیا۔ جو جسد اس حصے میں تھے وہ منقلب ہوئے تھے۔ ان کی تعداد تین تھی۔ ان میں سے ایک آقا میرزا اسماعیل اصفہانی نقاش کی میت تھی جو صحن مقدس میں نقاشی کا کام کرتے تھے جب وقت ان کے بیٹے نے اپنے باپ کے جسد کی یہ کیفیت دیکھی تو گواہی دی کہ میں اپنے باپ کے دفن کے وقت یہاں موجود تھا اور جب وقت انھیں دفن کیا تھا ان کے پاؤں ضریح مقدس کی جانب تھے۔ اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کا سر ضریح کی سمت ہے۔

لوگوں پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ یہ خداوند عالم کی جانب سے اپنے بندوں کے لئے ایک تادیب اور تنبیہ ہے۔ کہ وہ آئمہ علیہم السلام کے ادب اور ان کے ساتھ اپنے سلوک و معاشرت کا طریقہ سیکھیں، اسی روز فاضل صالح اور مفتی حاج ملا ابوالحسن مازندرانی نے مجھ سے نقل کیا اور بتایا کہ اس معجزے کے ظہور سے ایک مدت قبل میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں جس کی تعبیر میں حیران تھا۔ لیکن آج اس کی تعبیر ظاہر ہو گئی۔ اور وہ خواب یہ تھا۔

میرے فرزند کی تفتیہ اور صالحہ خالہ کا انتقال ہوا تو میں نے انھیں صحن مطہر کے اسی حصے میں دفن کیا۔ پس ایک رات انھیں خواب میں دیکھا، اور ان کا حال اور جو کچھ ان پر گزری ہو اس کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انھوں نے کہا میں بخیر و عافیت اور سلامتی کے ساتھ ہوں ہوا اس زحمت کے کہ تم نے مجھے ایک تنگ مقام میں دفن کیا ہے جس کی وجہ سے میں پاؤں کو نہیں پھیل پاتی اور اپنا سر زانو پر کھنا پڑتا ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ قبر مطہر کی سمت پاؤں پھیلا نا امام علیہ السلام کی بارگاہ قدس میں بے ادبی ہے۔ یہ معجزہ ماہ صفر ۱۲۸۳ھ میں ظاہر ہوا تھا۔ ان دو داستانوں سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا چند میتوں کے اجساد کی حالت میں یہ تعبیر پیدا کر کے مسلمانوں کو ائمہ معصومین علیہم السلام کی شان و منزلت اور ان کے احترام و تکریم اور ادب کا لزوم و وجوب سمجھا رہا ہے۔

جب خدا اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میت کے پاؤں یا اس کی پشت امام کی قبر کی جانب ہو تو زندہ افراد پر قبر مطہر کے ادب و احترام کی رعایت کس قدر فرض ہوگی۔ خدا لعنت کرے اور زیادہ فرمائے اپنے عذاب کو اس جماعت پر جو اپنے کو مسلمان جانتی تھی پھر بھی اس قبر مبارک کی اہانتیں کیں۔ اس کے زائرسین کی راہ میں حائل ہوتی رہی بلکہ انھیں تسکینے اور سزائیں بھی دیتی رہی خصوصاً متوکل عباسی ملعون جس نے ایک گروہ کو اسے خراب و برباد کرنے اور اس کے آثار مٹانے پر مامور کیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ انجام کار اسی متوکل نے زوار کو آزاد بھی چھوڑ دیا۔ جیسی کہ اس کی تفصیل شیخ شوستری علیہ الرحمہ کی کتاب خصائص الحسینیہ میں مذکور ہے۔

جسد کے صحیح و سالم رہنے کے اسباب

روزنامہ کبھان پنجشنبہ ۳ مرداد ۱۳۵۳ء شمارہ ۹۳۱۹ میں ایک عجیب خبر شائع ہوئی ہے جس کا اصل مضمون یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

ایک گڑھے کے اندر جسے نیرد میں چند نامعلوم چوروں نے کھودا ہے تیرہ سو سال قبل کی ایک میت کا جسد صحیح و سالم حالت میں دستیاب ہوا ہے۔

یہ جسد صدر اسلام کی ایک نامور عورت بی بی حیات سے منسوب ہے

نیرد۔ نامہ نگار کبھان چند نامعلوم چوروں نے قدیم زمانے کی اشیاء چرانے کے لئے نیرد کے موضع فہرج میں رات کے وقت صدر اسلام کی نامور عورتوں میں سے ایک ”بی بی حیات“ کی قبر کھود ڈالی اور ان کا صحیح و سالم جسد نمایاں ہو گیا۔

بی بی حیات کی قبر کھلنے کے بعد فہرج کے دیہاتیوں نے فہرج کی زیارت گاہ شہداء میں دست برد کے حال سے نیرد کے ادارہ فہرنک و ہنر کو مطلع کیا اور اس ادارے کے خصوصی مبصر اور ماہر نے بھی قبر اور کھل جانے والے جسد کا مشاہدہ کر کے اس کے سالم ہونے اور بی بی حیات سے متعلق ہونے کی تائید کی۔

یہ مردہ بدن تقریباً تیرہ سو سال قبل زیارت گاہ شہداء میں دفن ہوا تھا۔ لیکن اب تک بوسیدہ اور منتشر نہیں ہوا ہے۔ اور اس کا چہرہ اور ابرو مکمل طور سے درست حالت میں ہیں۔ نیرد میں کبھان کا نامہ نگار جس نے بحشم خود قریب سے اس جسد کو دیکھا ہے لکھتا ہے کہ اس کے سر کے بال بھی بالکل سیاہ اور جسم سے بلند ہیں۔

ادارہ فہرنک و ہنر نیرد کے خصوصی ماہر اور سرکاری افسر نے اس خبر کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ قبر اور جسد اس لشکر اسلام کی ایک نمایاں خاتون سے متعلق ہے جس نے محل شہداء میں یہودی اور زرتشتی فوجوں سے جنگ کی تھی۔ اور فی الحال متعلقہ مقامات کے وسیلے سے حقیقت حال کی تحقیق جاری ہے۔ علاقہ نیرد کے ادارہ فہرنک و ہنر کے سربراہ آقائے درباری بھی اس بیان کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ قبر اور منکشف ہونے والا جسد لشکر اسلام کے سپاہیوں اور شہیدوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہم ابھی اس معاملے کے بارے میں تحقیقات اور مطالعے میں مصروف ہیں۔

فہرج کی بستی نیرد سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور چند تاریخی اور قدیم آثار کی ماں ہے۔ منجملہ ان کے ”زیارت گاہ شہداء“ اور بی بی حیات کی قبر بھی ہے۔ جس کا سلسلہ صدر اسلام سے ملتا ہے۔ اور یہ دیہاتیوں کی زیارت گاہ ہے۔

ان آثار کی تاریخ آغاز کو کتاب تاریخ نیرد ”مفیدی“ میں بھی صدر اسلام سے نسبت دی گئی ہے۔ فہرج کے دیہاتیوں کا کہنا ہے کہ چوروں نے قدیم دور کے ان آثار اور اشیاء پر تصرف اور تہذیب کے لئے جو معمول کے مطابق سربراہ آوردہ افراد اور سرداران قوم کی قبروں میں رکھ دی جاتی تھیں بی بی حیات کی آرام گاہ کو شگافہ کیا ہے۔ اور معلوم نہیں کوئی چیز پاس کے ہی یا نہیں۔ ۹ کبھان ۵ شنبہ ۳ مرداد ۱۳۵۳ء شمارہ ۹۳۲۰ میں اس سے قبل کے شمارے سے سلسلہ قائم رکھتے ہوئے اس طرح لکھا ہے۔

تیرہ سو سال تک جسد کے اسباب سلامتی کی تحقیق

نیرد۔ نامہ نگار کبھان۔ نیرد کے گاؤں فہرج میں بی بی حیات کی قبر کھول جانے کے واقعے کے بارے میں بارے میں تفتیش جاری ہے۔ اور نیرد کے حکمہ پولیس کی طرف سے اس زیارت گاہ کے خادم سے باز پرس ہو رہی ہے۔

بی بی حیات کی قبر جو نیرد کے ایک گاؤں میں واقع ہے چند نامعلوم چوروں کے ہاتھوں کھود ڈالی گئی۔ اور ان کی تیرہ سو سال سے پہلے کی میت کا جسد جو اب تک صحیح و سالم رہا ہے مٹی کے نیچے

سے برآں ہوا۔ نیز دکنی ذمہ دار ہستیوں کی توثیق کے مطابق صدر اسلام کی اس نامور خاتون کا جسدِ خاکی منتشر اور بوسیدہ نہیں ہوا ہے۔ اور اس کی ہڈیاں ابرو اور سر کے بال سب مکمل طور پر درست حالت میں باقی ہیں۔

آج نیز وہیں اعلان ہوا ہے کہ ادارہ فرہنگ و ہنر کے ارکان، ادارہ اوقاف، اور محکمہ پولیس سمجھی قبر بنی حیات کے کھودے جانے کی نوعیت کے اور ان کے جسد کے سالم رہنے کے اسباب کا مطالعہ کرنے میں سرگرم ہیں نیز محکمہ پولیس کی جانب سے تحقیقات میں مدد دینے کی تحریری درخواست شائع کی گئی ہے اور موقع پر زیارت گاہ شہداء کے خادم سے سوالات اور تفتیش کی جا رہی ہے۔

ادارہ فرہنگ و ہنر کے ماہر نمائندے نے جسد کے سالم اور محفوظ ہونے اور اس کے بنی حیات سے متعلق ہونے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ جن لوگوں نے قدیم اشیاء اصل کرنے کی غرض سے رات کے وقت بنی حیات کی قبر کھودی ہے انھوں نے ابتداء میں زیارت گاہ شہداء کی دیگر دو جگہوں پر مٹی نکالی ہے۔ لیکن جب وہاں کچھ نہیں ملا تو بنی حیات کی قبر پر ہاتھ ڈالا۔ اس سب کے باوجود ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا ہے کہ قبر کے اندر سے کچھ قدیم چیزوں کی چوری ہوئی ہے یا نہیں؟

انھوں نے فرمایا کہ بنی حیات کی قبر جو فہرج کے دیہاتوں کی زیارت گاہ ہے جلد ہی درست اور تعمیر کر دی جائے گی۔

کیسے کے پیسوں میں برکت

جناب عمدۃ الاخیار آقائے حاج محمد حسن شرکت ماکن اصفہان نے لکھا ہے کہ آقائے حاج محمد جواد بید آبادی (جن کے بارے میں متعدد حکایتیں اس کتاب میں نقل ہو چکی ہیں) کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص نے جو بہت اچھے انسان تھے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک مدت تک آقائے حاجی مرحوم کی خدمت سے وابستہ رہا۔ وہ مجھ سے گفتگو فرماتے رہتے تھے۔ اور میرا کام یہ تھا کہ ان کے رفقاء میں سے ایک شخص حاجی سید موسیٰ کی دوکان جو محلہ بید آباد میں کرانے کی دوکان کرتے تھے جاتا تھا اور کسی کسی روز سنوٹو بنا کر جب کہ اس وقت ریال کا ہر حصہ یا پانچ پیسے ہا ریال ہوتا تھا آقائے حاجی کی خدمت میں لے آتا تھا۔ وہ انھیں اپنی پائنتی کی طرف کو تو شک کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ اور صبح سے رات گئے تک جو اشخاص آتے تھے، وہ تو شک کے نیچے ہاتھ لیجاتے تھے اور مختلف تعداد میں سکے نکال کر انھیں دیتے رہتے تھے۔

ایک روز ان کے بھانجے نے مجھ سے کہا کہ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ میں وقت بے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں پس آپ جو پیسے مجھے دیتے ہیں انھیں شمار کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ آپ نے دوسروں کو زیادہ رقم دی ہے۔ اور مجھے کم۔

میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا کہ میں خود سے کمی بیشی نہیں کرتا میں تو شک کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہوں اور جس شخص کے لئے جقدر برآمد ہوتا ہے اسے دیدیتا ہوں۔ میں نے چند لوگوں سے جو اس طرف متوجہ ہوئے تھے سنا ہے کہ جب تک وہ ان پیسوں کو محفوظ رکھتے تھے جتنی وہ کیسے کے اصل سرمائے کے عنوان سے مرحمت فرماتے تھے ان کی برکت سے وہ کبھی تہی دست نہیں ہوتے تھے۔

مُکاشفات

نیز انھوں نے رقم فرمایا ہے کہ میرے بہنوئی ڈاکٹر ہدایت اللہ نے جن کا مطلب محلہ بید آباد میں تھا مشہدی احمد باورچی سے جن کی دوکان بھی محلہ بید آباد میں تھی نقل کیا کہ ایک روز میں حالت جنابت میں تھا اور غسل نہیں کر سکا تھا عجلت میں بریانی اٹھائی اور جناب حاجی محمد خداد کے یہاں چلا گیا۔ جن کامکان بید آباد میں دوکان سے قریب ہی تھا۔ انھوں نے جواب سلام کے بعد فرمایا، تم بغیر غسل کئے کیوں آئے ہو اب دوکان پر آنے کے وقت ایسا نہ کرنا۔ اور جو غذا تم لائے ہو اسے بھی لیجاؤ۔

مشہدی احمد نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ بات انھوں نے اندازے کے مطابق ہی ہے۔ جو اتفاق سے درست ٹھہری، لہذا وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز خاص طور سے غسل نہیں کیا۔ اور جنابت کی حالت میں دوکان پر آ کے بریانی لی اور آقائے حاجی کے سامنے پہنچا انھوں نے مجھے آواز دی۔ اور میرے کان میں فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بغیر غسل کئے ہوئے دوکان پر نہ آنا۔ تم نے ایسا کیوں کیا، جاؤ اور یہ بریانی بھی واپس لے جاؤ میں یہ غذا نہیں کھا سکتا۔

(۱۳۴)

فرنگی بجالس روضہ خوانی کرتا ہے

جناب شیخ محمد حسن مولوی قندھاری جن سے متعدد داستانیں نقل کی جا چکی ہیں فرماتے ہیں کہ کچھ سال قبل ۱۲ محرم کو عید گاہ مشہد مقدس میں آستانہ مقدس کے منتظم اور نگران مرحوم و مغفور جناب شیخ محمد باقروا عظمیٰ نے بیان کیا کہ کئی سال ماہ محرم میں مجھ کو پیرس میں مقیم ایرانی تاجروں کی طرف سے روضہ خوانی اور اقامت عزا کے لئے مدعو کیا گیا۔ اور میں چلا گیا۔

محرم کی پہلی شب میں ایک فرانسیسی جوہری اپنی زوجہ اور اپنے بیٹے کے ساتھ ایران میں کے مرکز پر آیا جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اور ان سے خواہش کی کہ مجھے ایک نند پوری کرنا ہے لہذا اپنے روضہ خوان شیخ کو دس راتوں تک اس پتے پر لے آیا کریں تاکہ وہ میری مجلسیں پڑھ دیا کریں۔ حاضرین نے مجھ سے پوچھا تو میں نے منظور کر لیا۔ چونکہ ایرانیوں کی مجلس ختم ہو چکی تھی لہذا لوگ مجھے اس فرانسیسی کے ہمراہ اس کے گھر لے گئے میں نے ایک مجلس پڑھی جس سے میرے ہم وطنوں نے تو فائدہ اٹھایا۔ اور گریہ کیا البتہ وہ فرانسیسی اور اس کی زوجہ دونوں مغموں و مہوم حالت میں کان لگائے بیٹھے رہے۔ کیونکہ وہ فارسی نہیں سمجھتے تھے اور انھوں نے ترجمے کا تقاضہ بھی نہیں کیا۔ نوں تاریخ کی شب تک یہ سلسلہ اسی انداز سے چلتا رہا۔

شب عاشورہ اعمال مستحبہ، دعاؤں اور زیارت ناحیہ مقدسہ میں مصروفیت کی وجہ سے میں اس کے یہاں نہیں جاسکا۔ صبح کے وقت وہ بخیرہ حالت میں آیا اور شکایت کی، میں نے عذر پیش کیا۔ ہم لوگ شب عاشورہ کچھ خصوصی مذہبی اعمال کرتے ہیں۔ جس پر وہ مطمئن ہو گیا لیکن تقاضہ کیا کہ گزشتہ شب کے عوض گیا رہوں شب میں آئیے تاکہ میری دس راتوں کی منت پوری

ہو جائے۔ چنانچہ میں اس شب میں بھی گیا مجلس تمام ہو نیلے بعد وہ میرے لئے ۱۰۰ طلائی سکے لایا۔
 میں نے کہا، میں اس وقت قبول کروں گا جب تم اپنی نذر کا سبب بتاؤ گے۔ اس نے کہا۔ سال گذشتہ
 کے محرم میں بمبئی کے اندر میرا جو اہرات کا صندوقچہ جو میرا تمام سرمایہ تھا چور لے گیا۔ میں صدمے
 کی وجہ موت کی حد تک پہنچ گیا۔ اور حرکت قلب رک جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ میرے
 بالا خانے کے نیچے ایک وسیع شاہراہ تھی جس پر مسلمانوں نے ذوالحجہ کی شبیہ نکالی تھی اور
 سرو پا پر نہ سینہ زنی اور زنجیری ماتم کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ میں بھی نیچے اتر کر ان عزاداروں
 میں شامل ہو گیا۔ اور جن کی عزاداری تھی ان سے منت کی کہ اگر وہ اپنی کرامت سے میرے چرلے
 سکے جو اہرات مجھ تک پہنچا دیں تو میں سال آئندہ جہاں بھی ہوں گا ایک سولہ طلائی روغن خوانی
 کی نذر کروں گا۔ ابھی میں چند ہی قدم چلا تھا کہ ایک شخص میرے پہلو میں آیا جس کی سانس پھول
 رہی تھی۔ اور چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ اس نے صندوقچہ میرے ہاتھ میں دیا اور بھاگ گیا۔
 میری حالت سنبھل گئی۔ چند قدم آگے بڑھنے کے بعد میں گھر واپس آیا۔ اور صندوقچہ کھول کے
 شمار کیا تو معلوم ہوا کہ چور نے جو اہرات کے ایک دانے پر بھی تصرف نہیں کیا ہے۔ بانی انت وافی
 یا ابا عبد اللہ۔

دوستاں! کجا کنی محروم تو کہ بادشمنان نظر داری

(یعنی تم دوستوں کو کہاں محروم کرو گے جب کہ تمہاری چشم کرم دشمنوں کے اوپر بھی ہے)۔
 پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ غیر مسلم افراد جن کی مشکلیں سید الشہداء مشکل کشا کے
 توسل سے حل ہوئی ہیں اور ان کی حاجتیں روا ہوئی ہیں کثرت سے ہیں۔ یہاں تک کہ ہندوستان
 کی بہت پرست جماعت میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جو اپنے سالانہ منافع میں ان حضرت کو
 شریک رکھتے ہیں۔ اور حقداران حضرت کا حصہ ہوتا ہے اسے شیعوں کے سپرد کرتے ہیں۔
 تاکہ اسے محرم اور صفر کی عزاداری میں صرف کریں۔ اور وہ اس شرکت کو باعث برکت
 جانتے ہیں۔

جب ایک شخص اپنی دنیوی حاجتوں کے لئے حضرت سے توسل ہو کر کامیاب ہوتا
 ہے تو اگر کوئی انسان ایمان، مغفرت، رحمت اور شفاعت کے لئے برزخ و قبامت

اور دوزخ کے شدائد و آلام سے نجات اور سعادت و جنت کے درجات تک پہنچنے کی
 خواہش اور التجا کرتا ہے۔ تو وہ کیونکر فیضیاب نہ ہوگا۔

”جو آپ کے دامن سے وابستہ رہا وہ محروم نہیں رہا۔ اور جس نے آپ کی پناہ لی
 وہ امان میں ہے“

بدعہدئی کی سزا

جناب مولوی سلمہ اللہ نے یہ بھی نقل فرمایا کہ انھیں ایام میں نصیر الاسلام ابو الواعظین مشہد مقدس آئے ہوئے تھے۔ وہ ماہ رمضان المبارک میں مسجد گوہر شاد کے اندر منبر پر تشریف لے جاتے تھے۔ اور وعظ فرماتے تھے۔ ایک رات ان محجرات کا ذکر کرتے ہوئے جن کا اس صدی کے اوائل میں امام رضا علیہ السلام کے حرم مبارک میں مشاہدہ کیا تھا حکایت کی کہ اشرف تہران میں سے ایک صاحب کی حسینی سادات میں سے دو بیویاں تھیں اور ایک جگہ رہتی تھیں انھوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا تھا کہ وہ اپنے اپنے دل صاف رکھیں گی۔ دوسری کے بارے میں رشک و حسد کینہ، اور سوت والی رقابت سے پرہیز کریں گی۔ شوہر کے پاس ایک دوسری کے لئے بدگوئی۔ خیانت، چٹخوری اور فتنہ انگیزی نہ کریں گی۔ اور ان دونوں کے درمیان حضرت رضا علیہ السلام ضامن اور گواہ ہوں گے۔ اگر ہم میں سے کوئی عہد شکنی کرے تو امام رضا علیہ السلام اسے اندھی کر دیں۔

کچھ مدت کے بعد ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے عہد شکنی کی اور اپنے باہمی معاہدے میں خیانت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسی ہفتے میں اندھی ہو گئی۔ اور اس کی توبہ و انابت نے کوئی فائدہ نہ بخشا۔ لہذا اس نے مشہد مقدس کا عزم کیا اور نصیر الاسلام اس کے خاص روضہ بخوان تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ہم نے حرم مبارک میں بالائے سرچالیش شبیں گزاریں۔ اور جہاں تک امکان میں تھا ہم نے دعاؤں اور تضرع و زاری میں بسر کی سادات و علماء نیر و دیگر مناسب افراد کی ایک تعداد کے ساتھ صبح تک شب بیداری کی، لیکن شفاء کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔ اکتالیسویں شب میں نے وداعی زیارت پڑھی۔ اور مایوسی کے عالم میں طے کیا کہ صبح کو تہران روانہ ہو جائیں گے۔ طلوع فجر کے وقت ایک نور خیز آفتاب سے ظاہر ہوا اور اس عورت کے سر کے

اوپر سے گزرا۔ تمام حاضرین نے اسے دیکھ کر صلوٰۃ کے نعرے بلند کئے اور سب نے یقین کر لیا۔ کہ وہ عورت شفیاب ہو گئی وہ نور و روشن دان سے گزر گیا۔ ناگہاں دارالسیادت سے تالی بجانے اور صلوٰۃ کی آواز بلند ہوئی۔ ہم سب لوگوں نے جا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کابل کی ایک بوڑھی نابینا زائسہ نے شفیابی ہے۔ اور اسکی دونوں آنکھیں روشن ہو گئی ہیں۔ باوجود اس کے کہ اس نے رسول اندھ پن میں زندگی گزاری تھی جس کی وہ عادی ہو چکی تھی۔ اور وہ اس وقت قطعاً اپنی شفا کی غرض سے روضہ پر حاضر نہیں ہوئی تھی۔ نہ اس کے لئے دعا و توسل کیا تھا خدا نے ایک مایوس عورت کو نیر و نور اور دیگر افراد کو امامت کو طاقت و قدرت کا جلوہ دکھایا اور لوگوں کو آگاہ فرمایا کہ اپنے معمولی امور میں بھی خلیفہ خدا سے کئے ہوئے عہد اور اس کی ضمانت کو سبک نہ سمجھیں اور اپنے عہد و قسم کی پابندی کرتے ہوئے خیانت سے دور رہیں۔

اس داستان سے واضح ہو جاتا ہے کہ خدا اور رسول اور امام کے ساتھ عہد شکنی کا گناہ کس قدر عظیم ہے یعنی اگر کوئی شخص خدا سے عہد کرے کہ فلاں گناہ کو ترک کر دیگا۔ اور اس کے بعد اپنے عہد کو توڑے۔ اس کا مرتکب ہو تو ہر چند وہ گناہ صغیر ہو عہد شکنی کی وجہ سے ایسا گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی وجہ سے انسان خدا کی سخت عقوبتوں اور گناہوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس گناہ کی ہزنگی اور اس عذاب کی شدت معلوم کرنے کے لئے کتاب گناہان کبیرہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس داستان کے سلسلے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ ناچار عورت نابینا ہوئے کے بعد اپنے گناہ سے پشیمان ہوئی۔ امام معصوم کی خدمت میں پناہ لی۔ چالیس راتوں تک نالہ و فریاد کرتی رہی۔ علاوہ اس کے دوسرے لوگوں نے بھی اس کے حق میں دعائیں کیں۔ اور جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرتا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ پس اس کی توبہ کس لئے قبول نہیں ہوئی اور اس کی آنکھیں کس لئے صحتیاب نہیں ہوئیں۔ تو ہم جواب میں کہیں گے اول تو معلوم نہیں۔ اس عورت میں حقیقت توبہ موجود بھی تھی یا نہیں؟ کیونکہ توبہ دراصل یہ ہے کہ ایک شخص اپنے گناہ سے دراصل اس بنا پر پشیمان و حسرت زدہ اور نالہ کناں ہو اور آئندہ اسے ترک کرنے کا عزم رکھتا ہو کہ اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی مخالفت کی ہے۔ پس اگر صرف اس کی سزا اور عقوبت کی وجہ سے پشیمان ہو تو یہ حقیقی توبہ نہیں

ہے یعنی اس کا حال اس طرح ہے۔ کہ اگر وہ سزا و عقوبت نہ ہوتی تو اسے امر پر ورگاری مخالفت میں کوئی ہاک نہ ہوتا۔ مطلب یہ کہ اس کی تو یہ گناہ سے ہے ہی نہیں جو قبول کی جائے۔ دوسرے فرض کر لیا جائے کہ اس نے حقیقی توبہ کی تھی پھر بھی اس کی شرط یہ تھی کہ اپنی سوت کے پاس جا کے اس کی عذرخواہی کرے۔ اس کے رنجیدہ دل کو اپنی طرف سے صاف کرے، اور جس فساد اور جنگجوری کی مرتکب ہوئی تھی اس کی اصلاح کرے۔

تیسرے جو شخص خدا سے کوئی عہد کرنے کے بعد اسے توڑ دے اس پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔ ورنہ اس کی بخشش نہ ہوگی۔ (عہد شکنی کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا ساٹھ دنوں تک روزے رکھنا، یا ساٹھ بھوکے اشخاص کو سیر کرنا ہے۔)

اور جو شخص ہم کہیں گے کہ اس عورت کی آنکھوں کا شفا یاب نہ ہونا پروردگار کی جانب سے اس پر اور دوسرے لوگوں پر ایک لطف و کرم تھا تاکہ سب یہ جان لیں کہ خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی مقدس روحمیں ہر جگہ حاضر اور بندوں کے اعمال کی ناظر و نگراں ہیں۔ اور کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔ نیز جس طرح خدا الرحمن ہے۔ فی مَوْضِعِ الْعُقُوبَةِ وَالْكَفَّةِ (عفو و رحمت کے عمل پر)، اسی طرح اَشَدُّ اَلْعُقُوبَةِ (سب سے زیادہ سخت سزا دینے والا) ہے۔ "فِي مَوْضِعِ النِّكَالِ وَ اَلنَّقِمَةِ" (عقوبت اور سزا کے مقام پر)۔ اور یہ مطلب سمجھ لینے کے بعد دوبارہ گناہ پر حرج اوت نہ کریں اور اس کے قہر سے خوفزدہ رہیں۔

آسمان سے مچھلیاں برستی ہیں

نیز جناب مولوی نے نقل فرمایا کہ میرا سن اٹھ سال کا تھا کہ شدید بارش ہوئی اور اسی کے دوران میں نے خود دیکھا کہ ایک عدد مچھلی آسمان سے گری اور ابھی اُدھا منٹ بھی نہیں گذر ا تھا کہ ایک بلی آئی اور اسے کھا گئی۔

اسی سے مشابہ واقعہ ایک سفر میں پیش آیا، دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا اور میں ایران کے راستے سے نہ آسکا لہذا ہوائی جہاز کے ذریعہ روانہ ہو کر بحرین میں اترا بحرین کے لوگوں نے عام طور سے بتایا کہ جنگ کے باعث سامانِ رسد نہ پہنچنے کی وجہ سے ہم لوگ بھوکے تھے ہمارے پاس پختہ، چاول اور مونگ جیسے غلوں کا ذخیرہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ ہم سب مسجد حسینیہ میں جمع ہو کر متوشل ہوئے اور مشاہدہ کیا کہ سمندر کے درمیان سے ایک دھواں سا اٹھا اور ابر کی صورت میں بدل گیا پھر اس سے حیرت انگیز طور پر مچھلیاں برسنے لگیں۔ اوپر سے آئی ہوئی ان مچھلیوں نے ایک ہفتے کی مدت تک ہماری خوراک کا سامان مہیا کر دیا اور اس کے بعد ہمارے لئے غذا کی رسد پہنچ گئی۔

(۱۳۹)

سمندر میں پینے کا صاف پانی

جناب قندھاری نے اس داستان سے مشابہ ایک واقعہ مرحوم حاج محمد کویتی نے مجھ سے تقریباً پینتیس سال قبل جب میں ان کے ساتھ حج سے مشرف ہوا تھا بیان کیا کہ ایک بار میرے غمزداد بھائی اپنی کشتی پر ناریل بار کر کے بمبئی سے دوبئی کے لئے روانہ ہوئے۔ قاعدے کے مطابق انھیں ایک ہفتے میں پہنچ جانا چاہیئے تھا لیکن تین ہفتے گزر جانے کے بعد بھی ان کی کوئی خبر نہیں ملی۔

ہم لوگوں نے یقین کر لیا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کی مجلس فاتحہ خوانی بھی منعقد کی۔ ایک مہینے کے بعد ان کی کشتی سمندر میں نمودار ہوئی۔ لیکن اس حال میں کہ ان کے بادبان کاستوں ٹوٹا ہوا تھا۔ اور اس کا پردہ موجود نہیں تھا انھوں نے چوپکی مزد سے اپنے کو ساحل تک پہنچایا۔ اور اپنی سرگزشت بیان۔۔۔ کرتے ہوئے بتایا کہ بمبئی سے روانہ ہونے کے بعد ایک روز ناگہانی طور سے ایک عجیب قسم کا طوفان آیا جس سے کشتی کاستوں جس سے اس کا پردہ منسلک تھا ٹوٹ گیا۔ اور پردہ پھٹ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ سمندر کے ساکت ہونے کے بعد مجبوراً ہم چوپکے ذریعے ایک دن میں صرف چند کلومیٹر آگے بڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس پینے کا پانی ختم ہو گیا۔ ناچار ہو کر ہم ناریلوں کو توڑ کر ان کے اندر سے نکلتے والے پانی سے پیاس بجھانے لگے۔

بالآخر جب ناریل بھی تمام ہو گئے تو ہم سخت گرمی اور پیاس کی شدت کے باعث جس اور

نقل و حرکت سے مجبور ہو کر نزع کی حالت میں پہنچ گئے اور قریب تھا کہ دم توڑ دیں۔ ناگہاں ایک اہر کا ٹکڑا آیا اور ہمارے اوپر برسنا شروع کیا، ہم نے اپنے منہ کھول دیئے جب بارش کے قطرے ہمارے حلقوں سے گزرے تو ہم جنبش کے لائق ہوئے پس ہم نے برتنوں کو باہر نکال کے رکھ دیا۔ جب وہ پانی سے بھر جاتے تھے تو ہم انھیں مشکوں میں انڈیل دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ٹکڑا بھی لبریز ہو گیا۔

اس کے بعد ابر چلا گیا۔ اور آج کے دن جب ہم نے اپنے کو کسی طرح دوبئی تک پہنچا دیا ہے وہ پانی تمام ہو گیا۔

قدسے نجات اور مقصد میں کامیابی

اسی طرح جناب مولوی نے نقل فرمایا کہ سولہ سال کا ایک خوبصورت نوجوان جو آقائے زیری کے نام سے مشہور تھا۔ مشہد مقدس کے مدرسہ پائیں پائیں (جو اب ختم ہو چکا ہے) شیخ قنبر توسلی کے پاس آتا رہتا تھا۔ یہ عابد و زاہد انسان عید الفطر اور عید قربان کے علاوہ زیادہ تر روزے سے رہتا تھا۔ زیارت حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ اور زیارت اصحاب کہف کا بہت ہی مشتاق تھا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے بہت زحماتیں برداشت کرتا تھا۔ منجملہ وہ کہتا ہے کہ میں نے چالیس شبانہ روز تک باقاعدہ غذا استعمال نہیں کی۔ صرف افطار کے وقت ایک معی پیچھے پیس کر کھالیا کرتا تھا۔ اور بس یہی میری غذا تھی۔ اس کی نیک صفتوں میں اسے ایک بھی تھی کہ اگر کچھ مختصر سیسے بھی اس کے ہاتھ آجاتے تھے تو انھیں فقیروں کو دیدیا کرتا تھا۔ گندے امراض کے مریضوں کو حمام لیجاتا تھا اور اس پر پابندی سے عمل کرتا تھا۔

میں نے اس سے تین چار سال کے بعد کربلائے معلیٰ میں ملاقات کی یہ خدا کا لطف و کرم تھا کہ اس نے نجف اشرف پہنچنے کے پہلے میرے والد کا پتہ معلوم کیا۔ میرے والد ماجد میزرا علی اکبر قندھاری کامکان مسجد طوسی کے قریب تھا۔ اور آقائے زیری سے وہیں میری ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اپنی سرگزشت اس طرح سنائی۔

خدا کا شکر ہے میری مراد پوری ہوئی۔ قبل اس کے کہ اصحاب کہف کی ملاقات یا جنیرہ خضر کے لئے روانہ ہوں میں نے اپنی ماں کے ہمراہ مشہد مقدس سے عراق کے لئے سفر شروع کیا تو دونوں تک پایادہ چلنے کے بعد سرزمین عراق کی سرحدی چوکی تک پہنچے تو وہاں ہم کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ہم سترہ روز تک حوالات میں رہے۔

ہم ہر چیز کہتے رہے کہ ہم فقیر اور تارک الدنیا لوگ ہیں اور مشہد مقدس سے کربلائے معلیٰ جا رہے ہیں لیکن ان لوگوں نے تسلیم نہیں کیا۔

ہم امام زمانہؑ سے توسل ہوئے۔ ہم دیکھتے تھے کہ محافظ اور سپاہی ناشائستہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ اور ان سے خش و مذموم افعال سرزد ہو رہے ہیں۔ تو ہماری طبیعتیں مکدر ہو جاتی تھیں۔ کبھی کبھی وہ ہمیں کچھ روٹی اور خرے دیدیتے تھے۔ جو ہم مجبوری کی بنا پر لے لیتے تھے ایک روز میرے توسل میں اضافہ اور گریہ و زاری میں شدت پیدا ہوئی تو ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک موٹر گاڑی اگر میرے دروازے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ اور اسمیں ایک بہت ہی نورانی صورت کے سید نظر آئے۔ جن کا نور چاروں طرف دائرے میں پھیل رہا تھا۔ اسنے میری توجہ کو جذب کر لیا۔ میں نے وہاں کے کارندوں پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سب پر ایک نیچوڑی اور عاجزی کی کیفیت طاری ہے۔

ان نورانی آقائے ہمیں آواز دی اور فرمایا، یہاں آؤ! میں ان کے قریب گیا تو فرمایا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں اور میری ماں سترہ روز سے یہاں نظر بند ہیں۔ اور ہم کربلائے معلیٰ جانا چاہتے ہیں۔

فرمایا، جاؤ! اپنی ماں کو بھی لے آؤ اور گاڑی میں بیٹھو۔ میں اپنی ماں کو لے آیا، پہلے گاڑی میں جگہ نہیں تھی پھر دو آدمیوں کی جگہ پیدا ہوگئی۔ اور اسمیں ایک خوشبوہر طرف پھیل رہی تھی۔ میں نے دوبارہ وہاں کے کارکنوں کی طرف توجہ کی تو دیکھا کہ کسی ایک کو بھی بولنے کی طاقت نہیں تھی۔ اور سب مہوت ہوئے تھے۔

ابھی موٹر کو اسٹارٹ ہوئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ میں نے اپنے کو کاظمین میں کارواں سرائے فرما کر اے پاس پایا۔

(۱۴۱)

روح امیر المومنینؑ میں قصیدہ اور عجیب خواب

نیز جناب مولوی فرماتے تھے کہ میں شہد مقدس میں سکونت پذیر تھا۔ اور جوانی ہی میں امام رؤف و کریم حضرت رضا علیہ السلام کے فیض و برکات اور احسانات کے تحت میری خطابت میری قابلیت سے زیادہ مقبول اور جاذب توجہ تھی۔ میں مرحوم شیخ علی اکبر نہاوندی سید رضا قوچانی، شیخ رمضان علی قوچانی، شیخ مرتضیٰ بخوردی، اور شیخ مرتضیٰ آشتیانی کا ملازم تھا۔ اور وہ مجھے شہد کے علاوہ پاکستان اور قندھار وغیرہ کے اطراف میں بھیجتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ میں شام کے وقت شہد مقدس واپس ہوا اور مسجد گوہر شاہ میں پہنچا۔ ابھی ابھی مغرب کی اذان ہوئی تھی شیخ علی اکبر نہاوندی نماز میں مشغول ہو گئے۔ بعد نماز میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے میرے حالات دریافت کئے اور ہم دونوں نے معافہ کیا۔ وہ نسوارے رہے تھے پھر اپنی نسوار مجھے دے دی۔

اسی موقع پر مرحوم حاج قوام لاری کھڑے ہو گئے اور ایک روضہ خوانی کی تمہید قائم کی اس کی ابتدا میں انھوں نے یہ دو شعر پڑھے جو میں نے اس سے پہلے نہیں سنے تھے۔

هَاعَلَىٰ بَشَرٍ كَيْفَ بَشَرٌ دَبُّهُ فِيهِ تَجَلَّى وَظَهَرَ
هُوَ وَالْوَاجِبُ نُورٌ وَكَصُرٌ هُوَ الْمَبْدُ الْمُشْتَبِهُ وَقَصُرٌ

(یعنی یہ درست ہے کہ علیؑ ایک بشر ہیں، لیکن کیسے بشر؟ ان کے رب نے ان کے اندر تجلی کی ہے اور ظاہر ہو رہے ہیں، وہ اور ذات واجب الوجود نور اور بینائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ اور مبدؤ کا کائنات آفتاب و ماہتاب کی طرح سے ہیں)

انھیں سننے کے بعد میری حالت میں ایک انقلاب آ گیا۔ آقاؑ نے شیخ علی اکبر نہاوندی

نے کچھ کہنا شروع کیا۔ میرا ایک کان ان کی اور ایک کان حاج قوام کی گفتگو پر لگا ہوا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ ان دو شعروں کے علاوہ اب اس سلسلے کے دوسرے اشعار نہ پڑھو۔ میں اپنی اسی کیفیت کے ساتھ گھر آیا تنہائی تھی اور میں نے اپنی طبیعت میں روانی اور ذہن میں رسائی محسوس کی، لہذا قلم اور کاغذ اٹھایا اور نظمیں کے طور پر یہ اشعار نظم کئے۔

هَاعَلَىٰ بَشَرٍ كَيْفَ بَشَرٌ دَبُّهُ فِيهِ تَجَلَّى وَظَهَرَ
عقل مکی ہوا داد خبر اَنَا كَالشَّمْسِ عَلَىٰ كَا الْقَمَرِ
هُوَ وَالْوَاجِبُ نُورٌ وَكَصُرٌ هُوَ الْمَبْدُ الْمُشْتَبِهُ وَقَصُرٌ
عشق افگند بدلہا اخگر عشق بنمود ہویدا محشر

عشق چہ بود اسد الشرحید

هَاعَلَىٰ بَشَرٍ كَيْفَ بَشَرٌ دَبُّهُ فِيهِ تَجَلَّى وَظَهَرَ
بشرے پس گل آدم کہ شرفت گر حق تہم عبادت کہ بکشت
رویت آئینہ ہر ہشت بہشت مویت آئینہ ہر دیر و کنشت
کیماکن بنظر این گل و خشت تاشود خشت و گلم حور سرشت
من نیم ناصبی و غالی زشت عشق سرشق من اینگو نہ نوشت

کہ کجرب تو ہر شام و سحر سجدہ آریم یہ نردود اور
هَاعَلَىٰ بَشَرٍ كَيْفَ بَشَرٌ دَبُّهُ فِيهِ تَجَلَّى وَظَهَرَ
گفت غالی کہ علیؑ الشداست نیست الشداست الشداست
مشرع کہ محب جاہ است اوہم از بخیری در چاہ است
خوب از بیت و حجر آقاہ است غافل از قبلہ شاہناہ است
شہر احمد علیش در گاہ است رو بہ آن قبلہ شاہناہ است

درس اعمال زقرآن آور

هَاعَلَىٰ بَشَرٍ كَيْفَ بَشَرٌ دَبُّهُ فِيهِ تَجَلَّى وَظَهَرَ

علیؑ اے غزن سر معبود رونق افزائے گلستان وجود

کعبہ از قوس نزول مسعود
خالقت چوں درستی بکشود
مسجد کوفہ ترا قوس صعود
عشق بازی بتو بودش مقصود
غرض از عشق و محبت این بود
تا کشاند بجهان سفر و جود
من چہ گویم بر مدح حیدر
عاجز از مدح علی بن و بشر
هَاعَلٰی بَشَرٌ کَیْفَ بَشَرٌ
دَبُّکَ فِیْہِ تَجَلٰی وَظَہَرُ
حسن روسیہ نامہ تبہا
پناہ آورده بہ قبر اے شاہ
اگرش بار دہو اشوقا
در بر اندر درش وادیدا
یاعلیٰ قبرت انشاء اللہ
رد سائل نکند از درگاہ
قبر کن بہ من خستہ نگاہ
حَسْبِی اللہ وَمَا شَاءَ اللہ
علیم جنت و قبر کوثر
مستم از بادہٴ حب حیدر
هَاعَلٰی بَشَرٌ کَیْفَ بَشَرٌ
دَبُّکَ فِیْہِ تَجَلٰی وَظَہَرُ

(خلاصہ یہ کہ ہمیں عقل کل نے خبر دی کہ میں آفتاب اور علی ماہتاب کے مانند ہیں۔ وہ اور ذات واجب الوجود نور اور بنائی کی جگہ نیز وہ اور مبداء کائنات گویا چاند اور سورج ہیں۔

عشق ہی نے دلوں میں سوز و گداز پیدا کیا۔ اور عشق ہی نے حشر برپا کیا، اور عشق ہی علی شہر خدا ہیں۔ وہ ایسے بشر ہیں کہ حضرت آدم کی مٹی کا خمیر کرنے کے بعد اس میں عباد کی تخم ریزی کی آپ کا چہرہ آٹھوں بہشتوں کا آئینہ اور آپ کا بال عباد ہنگاموں کا گوشوارہ ہے۔ میری طبیعت کو اپنی نظر عنایت سے کیسا بنا دیجئے تاکہ اس میں حور و ملک کی خلعت پیدا ہو جائے۔ میں ناصبی اور غلو کرنے والا بدتر آدمی نہیں ہوں۔ عشق نے میری سرشت اس طرح نکھی ہے کہ میں آپ کی محراب میں صبح و شام خدا کا سجدہ کروں۔ غالی کہتا ہے کہ علی خدا ہیں وہ خدا تو نہیں ہیں۔ البتہ صفات الہی کے منظر ہیں۔ جو مذہب کی نمائندگی کرنے والا جاہ و مال کا بھوکا ہے۔ وہ لاعلمی کی وجہ سے کنوئیں کا مینڈک ہے۔ وہ خانہ کعبہ اور حجر اسود سے تو واقف ہے لیکن شہنشاہی قبیلے سے غافل ہے۔ رسول خدا شہر علم

اور علی اس کے دروازہ ہیں۔ انھیں قبلہ معرفت کی طرف اپنا رخ کرو اور قرآن مجید سے اپنے اعمال کا سبق حاصل کرو۔

یاعلیٰ! اے راز الہی کے مخزن اور باغ عالم کی رونق بڑھانے والے، آپ کے نزول اجلال سے کعبے کو سعادت حاصل ہوئی۔ اور مسجد کوفہ آپ کی بلند پروازی کی پہلی منزل بنی جب آپ کے خالق نے عالم ایجاد کا دروازہ کھولا تو اس سے آپ ہی کا عشق و محبت مقصود تھا۔ اور اس عشق و محبت کی غرض یہ تھی کہ اہل عالم کے سامنے جو دو کرم کا دسترخوان بچھایا جائے۔ میں امیر المومنین کی مدح و ثنائیں کیا کہوں جب کہ آپ کی مدح سے جن و بشر سبھی عاجز ہیں۔

اے شاہ دین و دنیا یہ روسیہ حسن جس کا نامہ اعمال گناہوں سے پُر ہے حضرت قبر کی پناہ میں آیا ہے۔ اگر وہ پناہ دیدیں تو یہی میرے شوق کی تکمیل ہوگی۔ اور اگر اپنے دروازے سے دھکے کار دیں تو ہائے فسوس۔ یاعلیٰ! آپ کے قبر انشاء اللہ سائل کو اپنی درگاہ سے محروم واپس نہیں کریں گے۔ اے قبر مجھ خستہ حال پر ایک نگاہ کرم کیجئے۔ میں حُب علی کی شراب سے مست ہوں۔ علی میری جنت ہیں اور قبر میرے لئے کوثر۔ ہَاعَلٰی (الح)

اس واقعے کو چار سال گزر گئے ہیں لیکن مجھے علم نہیں ہو سکا کہ میری یہ مدح قبول ہوئی یا نہیں؟ ایک روز دن کی غذا کے بعد میں سو رہا تھا کہ عالم خواب میں دیکھا کہ بلائے معلیٰ سے مشرف ہو اہوں۔ اور رواق مبارک میں حاضر ہوں، لیکن حرم مطہر کے دروازے بند ہیں۔ اور زائرین رواق کے اندر زیارت و ارثہ پڑھنے میں مشغول ہیں۔ میرے دل میں اضطراب پیدا ہوا کہ دروازے کس لئے بند ہیں۔ میں چونکہ ابھی پہنچا تھا لہذا دریافت کیا کہ آیا دروازے کھلیں گے یا نہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں ایک ساعت کے بعد کھلیں گے۔ ابھی اولین و آخرین کے علماء و مجتہدین حرم کے اندر مدح و عزاداری میں مشغول ہیں میں اسی عالم خواب میں قتل گاہ کی طرف آیا۔ میرے دل کو قرار نہیں آ رہا تھا۔ اس روزن کے پاس پہنچ کے جو بالائے سر مبارک واقع ہے نظر ڈالی تو اس کے اندر سے دیکھا کہ علماء کا مجمع ہے اور ان میں سے چند کو پہچانا بھی۔ مجلسیؒ، ملا محسن فیضؒ، سید اسماعیل صدرؒ، میرزا حسن شیرازیؒ

اور شیخ جعفر شومتریؒ حاضری تھے۔ اور حرم مجمع کی کثرت سے بھرا ہوا تھا۔ سب کے رخِ حضرتِ اقدس کی جانب اور اُٹھتے روزن کی طرف تھیں۔

ان سب کے سرگرمہ مرحوم حاج حسین قمیؒ تھے۔ وہ حکم دیتے تھے کہ فلاں آقا جائیں، اور پڑھیں اور ان کے پڑھنے کے بعد دوسرے لوگ اَحْسَنْتَ اَحْسَنْتَ کہتے تھے اور گریہ کرتے تھے۔ اسی طرح میں نے متعدد افراد کو دیکھا۔ کہ منبر کے اوپر گئے اور پڑھنے کے بعد نیچے اتر کے بیٹھ گئے۔ اس عالم و بایں میں نے تجوں کی مانند روشن دان میں داخل ہونے کے ادھر سے ادھر زور آزمائی شروع کی۔ ناگہاں اپنے کو حرمِ مطہر کے اندر پایا، لیکن وہاں سوائے آقا قمی کے پہلو کے اور کہیں جگہ نہ تھی۔ لہذا مجبوراً وہیں بیٹھ گیا۔

جب وقت آقائے قمیؒ مشہد مقدس میں تھے میں ان سے بہت عقیدت رکھتا تھا اور ، بالآخر ان کا وکیل بھی رہا۔ وہ بلند آواز سے اعلان کر رہے تھے جو ہی مجھے دیکھا تو فرمایا، مولوی حسن میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر فدا کیا حکم ہے۔ یہ فرمایا، اٹھو اور پڑھو! میں پس و پیش میں پڑ گیا کہ آقا کے حکم کی تعمیل کس طرح کروں۔ اور اس اعلان کے پیش نظر کس آیت کو عنوان بناؤں کس حدیث سے مطابقت کروں، اور کس رُخ سے مصائب کی طرف گریز کروں ناگہاں میرے دل میں غیبی الہام ہوا۔ اور میں نے پڑھنا شروع کیا۔ ہَا عَلٰی بَشَرٍ کَيْفَ بَشَرٌ، الی آخر۔

جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میرا دل تڑپ رہا تھا اور کثرت سے پسینہ نکلا ہوا تھا گویا میں مر رہا تھا۔ میں خدا کا شکر بجالایا کہ مجد اللہ میری مدد عنایت اور توجہ کی مستحق قرار پائی۔

بغیر عینک کے پڑھنا

جناب آقائے حاج محمد حسن ایمانیہ جن سے متعدد داستانیں اس کتاب کے اوائل میں نقل کی جا چکی ہیں۔ ماہِ جبِ ۹۴ھ میں مشہد مقدس میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے وہاں سے واپسی کے بعد بتایا کہ زائرین کی اس قدر کثرت تھی کہ حرمِ مطہر کے اندر پہنچنے میں سخت دشواری تھی ایک روز میں شدید زحمت اور مشقت کے بعد حرم میں وارد ہوا اور مقامِ کھول کے عینک نکالنے کے لئے حیب میں ہاتھ ڈالا کیونکہ چند سیروں سے میں بغیر عینک کے لکھنے پڑھنے سے معذور تھا۔ معلوم ہوا کہ میں عینک ساتھ لانا ہی بھول گیا ہوں۔ میں سخت رنجیدہ اور شکستہ خاطر ہوا۔ کہ کس مصیبت اور پریشانی سے تو حرم میں داخل ہو سکا اور اب زیارت بھی نہیں پڑھ سکتا۔ اسی وقت میری نگاہ مقامِ تیج کی عبارت کے اوپر پڑی تو دیکھا کہ حرف صاف نظر آ رہے ہیں۔ اور میں انھیں بخوبی پڑھ سکتا ہوں۔ میں بہت خوش ہوا پوری سہولت کے ساتھ زیارت پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ زیارت سے فراغت اور حرم سے باہر آنے کے بعد پھر مقامِ کھول کے دیکھی تو معلوم ہوا کہ اب نہیں پڑھ سکتا اور پہلے ہی کی طرح بغیر عینک کے حرف پہچاننا ممکن نہیں ہے۔ اور اس کے بعد سے اب تک اسی حالت میں ہوں۔

میں نے سمجھ لیا کہ یہ لطف و عنایت انھیں حضرت کی جانب سے تھی۔

جناب آقائے فرید سلسلہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک سخت پریشانی کا سامنا ہوا تو مجھ کو ان مرحوم کی ہدایت یاد آئی۔ اور میں نے محرم کی پہلی تاریخ سے زیارت عاشور پڑھنا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آنکھوں تارخ کو غیر معمولی طریقے سے خوشحالی اور نجات حاصل ہو گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرزائے شیرازی کی منزل اس سے بالاتر ہے۔ کہ اپنی طرف سے کوئی نئی بات کہیں۔ اور چونکہ یہ توسل یعنی دس روز تک زیارت عاشور اور پڑھنا کسی بھی روایت میں کسی معصوم سے مفقود نہیں ہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوار کو روئے صادقہ (پتھے خواب)، یا مکاشفہ، یا مشاہدے کے ذریعے امام کی طرف سے ایسا کوئی حکم دیا گیا ہو۔ اور اس عمل کی تاثیر بھی سامنے آگئی۔

مرحوم حاج شیخ محمد باقر شیخ الاسلام موصوف نے نقل کیا کہ بلائے معلّٰی ایام عاشورہ کے اندر مرحوم میرزائے شیرازی کے گھر پر روضہ خوانی کی مجلسیں ہوتی تھیں اور ہر روز عاشورہ اور طلب اور علماء کی ہمارا ہی میں حضرت سید الشہداء اور حضرت ابو الفضل العباس کے روزوں پر جا کے عزاداری کرتے تھے میرزا کی عادت یہ تھی کہ روزانہ اپنے بالا خانے میں زیارت عاشور اور پڑھتے تھے اس کے بعد نیچے آکر مجلس عزاء میں شریک ہوتے تھے ایک روز جبکہ میں خود وہاں موجود تھا ناگاہ اپنے آنے کے وقت سے پہلے ہی میرزا غیر معمولی طور سے پریشان حال اور نالہ و زاری کرتے ہوئے زمینوں سے نیچے آئے اور مجلس میں داخل ہو کر فرمانے لگے کہ آج آپلوگ حضرت سید الشہداء کی پیاس کی مصیبت بیان کر کے نوحہ و تہمت کیجئے۔ یہ سن کے تمام اہل مجلس کھلے حال ہو گئے۔ اور بعض اشخاص پر بہوشی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد اسی عالم میں ہملوگ میرزا کے ہمراہ صحن مبارک اور حرم اقدس میں حاضر ہوئے۔

گویا جناب میرزا اس یاد دہانی پر محمود ہوئے تھے کہ بالجمہ جو شخص زیارت عاشور اور حضرت سید الشہداء سے توسل کی نیت سے (نہ کہ معصوم سے مروی ہونے کی غرض سے) ایک روز یا دس روز یا چالیس روز تک پڑھے تو یقیناً یہ عمل درست اور موثر ہوگا۔ اور بیشمار اشخاص اس وسیلے سے اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔ مرحوم میرزا تقی محمد شیرازی نے ۳۳۳ھ میں کربلائے معلّٰی میں وفات پائی اور جنوب مشرقی صحن مبارک میں دفن ہوئے۔

زیارت عاشور اسے ردِ بلا

علامہ بزرگوار حضرت آقائے شیخ حسن فرید گلیا یکانی نے جوہر ان کے صفِ اول کے علماء میں سے ہیں اپنے استاد مرحوم آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم ہمدانی حائری اعلیٰ اللہ مقامہ سے ان کا یہ بیان نقل کیا کہ میں جن ایام میں سامراء کے اندر دینی علوم کی تحصیل میں مشغول تھا ایک بار وہاں کے باشندے طاعون کی وبائی بیماری میں مبتلا ہوئے اور روزانہ کئی کئی موتیں ہونے لگیں۔

ایک روز میرے استاد مرحوم سید محمد فشار کی اعلیٰ اللہ مقامہ کے مکان پر کچھ اہل علم کجا تھے۔ ناگاہ مرحوم آقائے میرزا محمد تقی شہ ازی رحمۃ اللہ علیہ جو علمی مرتبے میں مرحوم فشار کی کہ ہم پہلے تھے۔ تشریف لائے اور وبائی بیماری کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ کہ اس وقت سبھی لوگ موت کے خطرے سے دوچار ہیں۔ مرحوم میرزائے فرمایا کہ اگر میں حکم کروں تو کیا یہ ضروری ہے کہ اس کو انجام دیا جائے گا یا نہیں۔ ہر سب نے اس پر عمل کرنے کی تائید کی پس انھوں نے فرمایا کہ میرا حکم یہ ہے کہ سامراء میں رہنے والے سبھی شیعہ آج سے دس دنوں تک روزانہ زیارت عاشور اور پڑھیں اور اس کا ثواب حضرت حجت العصر علی اللہ فرجہ کی والدہ ماجدہ جناب نرجس خاتون کی روح پاک کو ہدیہ کریں تاکہ یہ بلا ان سے دور ہو جائے۔ اہل مجلس نے یہ حکم تمام شیعوں کو پہنچایا اور سب زیارت عاشور اور پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

دوسرے ہی دن سے شیعوں کا اتلاف جان موقوف ہو گیا۔ لیکن اہلسنت میں برابر موتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ یہ صورتحال سبھی پر ظاہر ہو گئی۔

کچھ شیعوں نے اپنے شیعہ دوستوں سے پوچھا کہ اب تم لوگوں کا کوئی جانی نقصان نہیں ہو رہا ہے؟ اس کا کیا سبب ہے؟ انھوں نے کہا زیارت عاشور اور چنانچہ وہ لوگ بھی اسی مشغول ہو گئے۔ اور ان سے بھی یہ بلا برطرف ہو گئی۔

اشارے سے بتا دیتے تھے کہ حرم کے باہر لو چھٹا۔

ایک روز اپنے سجادے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شیخ (جن کا نام بعد کو غالباً شیخ محمد علی بتایا تھا) آئے اور باوجود اس کے ان سے کوئی سابق تعارف اور جان پہچان نہیں تھی فرمایا کہ، سید محمد علی اٹھو اور میرے لئے ایک مکان کا انتظام کرو۔

باوجود اس کے کہ سید مرحوم عادتاً حرم اقدس کے اندر کسی بزرگ شخصیت کی جانب بھی کوئی اعتنا نہیں کرتے تھے۔ بے بس ہو کر کہنے لگے میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد حرم سے باہر نکل گئے اور انھیں مقبرہ مرحوم شریف العلماء کے کوچے میں ایک مکان پر لے گئے جو بالکل درست حالت میں تھا۔ اور ان سے سفارش کی کہ یہ مکان خالی بھی رہے۔ اور صاف ستھرا بھی، پھر انھیں اسمیں ٹھہرا کے واپس آئے۔ دوسرے روز ان کی زیارت کے لئے گئے۔ تو شیخ نے انھیں بٹھانے کے بعد چونے کے چند چھوٹے ٹکڑے جو حجرے کے ایک گوشے میں پڑے ہوئے تھے اٹھا کے ان کے ہاتھ میں دیئے اور فرمایا، دیکھو کیا چیز ہے؟ انھوں نے دیکھا تو سب میں قیمت جو اہرات تھے۔ اس کے بعد فرمایا، اگر ضرورت ہو تو لیتے جاؤ۔ سید نے فرمایا مجھے ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے ان سے واپس لے کر حجر زین پر ڈال دیئے۔ اور وہ اپنی حالت پر رلپٹ گئے۔ اسی روز یاد دوسرے دن انھوں نے سید سے کہا۔ کہ ہم قبر حضرت حمزہ کی زیارت کو چل رہے ہیں۔ اور نہ فرات کے کنارے سے پایادہ روانہ ہوئے۔ پس وہ ایک بار پانی پر چلتے ہوئے اسکے وسط میں پہنچے۔ اور بیٹھ کے وضو کیا، پھر سید سے کہا تم بھی آ کے اسی جگہ وضو کرو۔ سید نے کہا میں پانی پر نہیں چل سکتا وہ شیخ وضو تمام کر کے سید کے پاس واپس آئے اور ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک ناگاہ بہت بڑا سانپ نظر آیا جو انھیں لوگوں کی طرف آ رہا تھا۔ سید بہت مضطرب اور خوفزدہ ہوئے تو شیخ نے کہا۔ کیا تم ڈر گئے؟ سید نے کہا ہاں! میں بہت ڈرتا ہوں فرمایا ڈرو نہیں، جب وہ نزدیک آیا تو فرمایا "یا حیۃ مت باذن اللہ" یعنی اے سانپ خدا کے اذن سے مرجا۔ اور سانپ بے حس و حرکت ہو گیا۔ سید کہتے ہیں میں نے اس پر سخت تعجب کیا۔ اور دوسرے روز صبح کو دل میں کہا کہ چل کر تحقیق کرنا چاہیئے۔ کہ آیا واقعاً کوئی سانپ تھا یا مجھے نظری آیا تھا۔ اور آیا حقیقتاً وہ مر گیا تھا یا وقتی طور سے بے حس ہو گیا تھا اور ہم لوگوں کے

(۱۴۴)

ایک مرد خدا کی کرامتیں

میں دسویں جمادی الثانیہ ۱۳۹۷ھ کو کربلائے معلیٰ میں سید مجاہد اعلیٰ اللہ مقامہ کے مقبرے میں تھا، اور جناب آقا نے حاج سید نور الدین آیتہ اللہ زادہ میلانی، آقا نے حاج سید عبدالرسول خادم، فاضل محرم آقا نے حاج سید محمد طہا طباطبائی ابن سید مرتضیٰ برادر سید محمد علی جو سید مجاہد کے پوتوں اور کربلا کے ائمہ جماعت میں سے ہیں نیز چند اہل علم موجود تھے۔ حب عالم مجاہد مرحوم حاج سید محمد علی سے جو سید مجاہد کے پوتوں اور سید صاحب ریاض کے نو اسول میں سے تھے اور جن کے انتقال کو تقریباً دس سال ہو رہے ہیں۔ ایک عجیب داستان نقل ہوئی جسے آقا نے عبدالرسول نے انھیں بزرگوار مرحوم سے سنا تھا اور آقا نے سید محمد طہا طباطبائی نے اپنے مرحوم والد سید مرتضیٰ سے جو مرحوم آقا نے سید محمد علی کی بھائی تھے اور آقا نے میلانی نے بزرگوار عالم مرحوم آقا نے بنی صدر سہدانی کے واسطے سے ان مرحوم سے نقل کیا ہے۔ مرحوم آقا نے سید محمد علی ایک غیور انسان، دین کے بارے میں سخت عقیدے کے حامل، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر نیز دینی جہاد میں کوشاں رہتے تھے اور عراق پر انگریزوں کے تسلط کے زمانے میں دو سال تک قید میں بھی رہ چکے تھے۔

ان کے خصوصیات میں سے یہ چیز بھی تھی کہ حرم مطہر کے اندر اپنی حاضری کے اوقات میں صرف نماز و دعا اور زیارت کے کسی سے بات نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی شخص ان سے کوئی سوال بھی کرتا تھا تو اس کو جواب نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ اسے ادب کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور اسے

چلے آنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔

چنانچہ اسی مقام پر پہونچ کے دیکھا تو اس کے مردار کو جانوروں نے کھالیا تھا۔ اور اس میں سے تھوڑا ابھی باقی تھا۔ میں نے یقین کر لیا کہ شیخ کے کام میں حقیقت تھی۔ میں شیخ کی ملاقات کے لئے گیا تو میرے پہونچتے ہی فرمایا کہ تم نے اچھا کیا کہ سانپ کی تحقیق کے لئے چلے گئے کیونکہ میں ایقین بہتر ہوتا ہے۔

اُسی دن یا دوسرے روز فرمایا کہ، اب ہم اہل قبور کی زیارت کے لئے چلیں گے۔ جب ہم وادی ایمن میں پہونچے تو (کربلائے معلیٰ کے قبرستان کو وادی ایمن کہتے ہیں) اور فاتحہ پڑھنے میں مشغول ہوئے تو فرمایا کہ، مجھے اس مقام پر دفن کرنا۔ لیکن میں نے ان کی اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم جناب امیر کی زیارت کے لئے نجف اشرف چلنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور آنکھیں بند کر لو۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں فرمایا کہ آنکھیں کھول دو۔ میں نے دیکھا کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے صحن مقدس میں ہیں ہم دونوں حرم مقدس سے مشرف ہوئے اور نماز و دعا کے باہر آئے تو فرمایا، تمہاری کیا خواہش ہے۔ ہم لوگ آج کی رات نجف اشرف میں رہیں یا کربلائے معلیٰ واپس چلیں؟ میں نے کہا واپسی بہتر ہے۔ انھوں نے پھر میرا ہاتھ تھاما اور میں نے آنکھیں بند کیں۔ ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے آنکھیں بند کیں۔ تو کربلائے معلیٰ میں کھڑا تھا۔ وہ اپنے گھر گئے اور میں بھی اپنے گھر جا کے سو گیا۔

صبح کو اٹھا تو شیخ کی ملاقات کے لئے گیا۔ جب وہاں پہونچا تو دیکھا کہ مالک مکان رو رہا ہے اور کہہ رہا ہے، اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا الْيَوْمَ دَاخِلُونَ، شیخ مرحوم ہو گئے۔ جب میں حجرے میں داخل ہو تو دیکھا کہ وہ خود سے قبلہ رو لیٹے ہوئے ایسی نیند سو رہے ہیں جس کے لئے بیداری نہیں۔

بظاہر وہ شیخ ابدال میں سے ایک فرد تھے جو سید مرحوم کی تقویت ایمان کے لئے خدا کی طرف سے مقرر تھے۔ اور انھوں نے ان کو آیات الہی کے ایک جز کا مشاہدہ کرایا۔ اس داستان کی نظیر وہ واقعہ ہے جسے ایک بزرگ عالم نے نقل فرمایا، کہ نجف اشرف کے

مجاورین میں سے ایک شخص خارق عادت اور ماورائے طبیعت امور کی نسبت و سو سے میں مبتلا تھا۔ اور اپنے اس مرض کے علاج کے لئے حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے متوسل ہوا تھا۔

ایک مرتبہ کربلائے معلیٰ سے نجف اشرف جانے کے لئے بس میں سوار ہوا تو ایک اجنبی اور ناشناس آدمی آکر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اور راستے میں غیبی امور کے بارے میں گفتگو کی۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر بس نے توقف کیا۔ اور مسافر نیچے اتر گئے وہ اجنبی اس کا ہاتھ تھام کے ایک گڑھے کے پاس لایا تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک مردہ پرندہ پڑا ہوا ہے۔ اس نے کہا، تم دیکھ رہے ہو کہ یہ مردہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پس اس شخص نے اس مردے ہوئے طائر سے خطاب کیا اور کہا، "قُمْ يَا ذَنْ اللّٰهِ" دفعتاً وہ طائر زندہ ہو کر ہوا میں پرواز کرنے لگا۔ اس کے بعد اس اجنبی نے فرمایا کہ مردے کو زندہ کرنا تو اس درگاہ کے طفل مکتب کا کام ہے۔ اس کے بعد سب لوگ سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ نجف اشرف کے قریب پہونچکے اس شخص نے اس بزرگ سے پوچھا کہ اب آپ سے کہاں ملاقات ہوگی فرمایا کہ کل صبح کو قبر کیمیل کے نزدیک۔

دوسرے روز جب یہ شخص وہاں پہونچا تو اس مقام پر ان مرحوم کا جنازہ نظر آیا۔

اہلیت کے برکات اور توسل سے شفاء

بتاریخ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۹۵ھ کربلائے معلیٰ میں جناب آقائے عبدالرسول خادم حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام نے نقل کیا کہ چند سال قبل مرحوم حاج عبدالرسول رست شیرازی نے تہران سے تاریقی کے ذریعے اطلاع دی کہ آقائے ناصر مہربی (ایگزیکٹو مینیسٹر) تہران کے نگران زیارت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ ان کی مہانداری کی جائے چند روز کے بعد میرے گھر پر خبر دی گئی۔ کہ چند ایرانی زائرین کو تمھاری تلاش ہے جب میں کار کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک مرد اور ان کے ہمراہ ایک خاتون ہیں۔ خاتون کار سے نیچے اتریں اور آہستہ سے مجھے سمجھایا کہ یہ میرے شوہر آقائے مہربی ہیں جو ایک مدت سے بیمار ہیں۔ ان کے پشت کے مہروں کی ہڈی خفک ہو گئی ہے یہ آٹھ ماہ سے ہسپتال میں داخل تھے لیکن اب ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے۔ اور لندن کے ہسپتال نے بھی یہی بتایا ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور یہ جلد ہی مرجائیں گے اور ہم لوگ اب شفا طلب کرنے کے لئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ وہ تنہا جنبش کرنے پر قادر نہیں تھے لہذا دو حمال بلائے گئے جو انھیں بغلوں میں ہاتھ دے کر مکان کی طرف لے چلے۔ آہنی آلات کے ذریعے ان کے سینے اور پشت کی بندش کی گئی تھی اور وہ انتہائی زحمت کے ساتھ چند منٹ میں ایک قدم اٹھاتے تھے۔ ان کی نگاہ گنبد مہر کے اوپر پڑی تو پوچھا کہ یہ آقا امام حسین علیہ السلام ہیں یا قمر بنی ہاشم، میں نے کہا قمر بنی ہاشم ہیں۔ انھوں نے شکستہ دلی اور چشم گریاں کے ساتھ عرض کیا۔ آقا میں امام حسین علیہ السلام کی

بارگاہ میں کوئی عزت و آبرو نہیں رکھتا۔ آپ اپنے بھائی حسین سے درخواست کر دیجئے کہ وہ خدا سے سفارش کر دیں کہ اگر میری زندگی تمام ہو چکی ہے تو میں اسی جگہ آپ کے زیر سایہ مرجائوں۔ اور اگر کسی قدر عمر باقی ہے تو اس حالت میں واپس نہ جاؤں کہ دشمن خوش ہو اور وہ میرا علاج کرے۔ ان کا تقریباً آٹھ سال کا ایک بچہ بھی ان کے ہمراہ تھا وہ گریہ و زاری کرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے قمر بنی ہاشم! قریب ہے کہ میں یتیم ہو جاؤں۔ میں نے وہاں آپکی مجلس عزاء میں خدمت کی ہے اور میں وہاں فجاؤں کو جمع کرتا تھا۔ میرے باپ کو شفا دیجئے۔

اس کے بعد انھوں نے کہا، مجھے حرم مبارک میں لے چلو، تاکہ زیارت کر سکوں، میں نے کہا اس حالت میں یہ ممکن نہیں ہے لیکن وہ نہیں مانے اور ہم نے اسی حال میں انھیں دونوں حرموں تک پہنچا دیا۔ راستے میں تقریباً چار گھنٹے صرف ہوئے اور میں نے انتہائی زحمت کے ساتھ انھیں گھر تک لاس کے تخت کے اوپر لٹا دیا۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ خود سے جنبش نہیں کر سکتے تھے اور دوسرے لوگوں کو انھیں کروٹ بدلو انا ہڑتی تھی۔ دوسرے روز صبر کیا کہ مجھے جھٹ لے چلو۔ ہم انھیں سخت دشواری کے ساتھ نجف اشرف لے گئے۔ لیکن وہ حرم کے اندر تک مشرف نہ ہو سکے اور باہر ہی سے زیارت کی اس کے بعد کربلائے معلیٰ واپس لائے۔ اب انھوں نے صبر کیا کہ مجھ کو کاظمین اور سامرا لے چلو، میں نے کہا راستے کی تسکین سے ہلاکت کا خطرہ ہے۔ تو کہا، میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر مرنا ہی ہے تو ان مشاہد مشرفہ کی زیارت کے بعد موت آئے بالآخر کسی طرح سے انھیں روانہ کیا۔ واپسی میں ان کی بیگم نے نقل کیا کہ سامرا سے باہر نکلنے کے بعد ڈرائیور نے پوچھا کہ آیا تم امام زادہ سید محمد (فرزند حضرت ہادی علیہ السلام) کی زیارت بھی کرنا چاہتے ہو۔ (اس زمانے میں ان حضرت کی قبر ڈامر کی پختہ سڑک سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر تھی اور راستہ بھی خام اور ناہموار تھا) آقائے مہربی نے کہا مجھے لے چلو، پس ہم لوگوں نے انتہائی جافشانی کے ساتھ زیارت کی۔ واپسی پر ایک مرد عرب نے جو سرور سبز عمامہ باندھے ہوئے تھے گاڑی کا راستہ روک لیا۔ اور ڈرائیور سے عرضی بات کرنے لگے اور ڈرائیور بھی جواب دیتا رہا آقائے مہربی نے پوچھا۔ یہ سید صاحب کیا کہہ رہے ہیں ڈرائیور نے

بتایا کہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے پختہ سڑک تک گاڑی میں بٹھالو، لیکن میں نے کہہ دیا کہ پوری گاڑی ان کے لئے ریزرف ہے۔ اور مجھے کوئی دوسری سواری بٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ آقاؐ نے رہبری نے کہا انھیں سوار کرلو۔ جب وہ سوار ہوئے تو سلام کیا اور ڈرائیور کے پاس بیٹھ گئے۔ اثنائے راہ میں آقاؐ نے رہبری نالہ و فریاد کرتے تھے اور کہتے تھے یا صاحب الزمان! سید نے فرمایا تم حضرت سے کیا چاہتے ہو۔ میں نے (بیگم رہبری نے) ان کی بیماری کے حالات بیان کئے تو سید نے کہا، میرے قریب آؤ۔ انھوں نے کہا میں جنبش نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد کوشش کر کے کچھ نزدیک ہوئے۔ سید نے ہاتھ بڑھا کے ان کی ریڑھ کی ہڈی کے مہروں کے اوپر پھیرا اور فرمایا اگر خدا نے چاہا تو انشاء اللہ صحتیاب ہو جاؤ گے۔ سید کی بات سے ہم لوگوں کے دلوں میں ایک امید پیدا ہوئی۔ میں نے کہا، آقا! ہم آپ کے لئے کچھ نذر کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا بہتر ہے۔ میں نے کہا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا ”سید عبداللہ“ (بندہ خدا) آقاؐ نے رہبری نے کہا، آپ کا قیام کہاں ہے؟ تاکہ ڈاک کے ذریعے وہاں بھیج سکوں۔ فرمایا ڈاک کے ذریعے ہم کو نہیں پہنچتا ہے۔ تم جو کچھ میرے لئے نذر کرو جس سے ملاقات ہو اسے دیدینا۔

جب ہم پختہ سڑک کے پاس پہنچے تو فرمایا، ذرا اٹھو۔ پھر جب اترنے لگے تو فرمایا، آقاؐ رہبری! آج کی رات شب جمعہ ہے۔ اور خدا نے اجابت دعا کو میرے جد حسین علیہ السلام کے قبے کے نیچے اور شفا کو ان کی تربت میں قرار دیا ہے۔ آج کی شب اپنے کو ان کی قبر مطہر تک پہنچاؤ اور ان سے میلہ سپیام عرض کرو۔ انھوں نے کہا جو فرمائیں گے عرض کروں گا۔ فرمایا کہنا یا امام حسین! آپ کے فرزند نے میرے لئے دعا کی ہے۔ آپ آمین کہہ دیجئے۔ اس کے بعد وہ بزرگوار سید چلے گئے۔ اور یہ اپنی محبت سے ہوش میں آئے تو کہا کہ یہ آقا کون تھے؟ اور ڈرائیور سے کہا کہ دیکھو وہ کس طرف گئے ہیں، ان کا پتا لگاؤ، ڈرائیور نے ہر طرف نگاہ دوڑائی لیکن انکا سراغ نہیں ملا۔

خلاصہ یہ کہ آقا سید عبداللہ رسول کہتے ہیں کہ ہم اسی شب انھیں حرم امام حسین علیہ السلام میں لے گئے اور وہ بار بار یہی عرض کر رہے تھے کہ آقا! میں آپ سے ایک آمین چاہتا ہوں آپ کے فرزند نے یہی کہا ہے۔ اور ان کی حالت ایسی تھی کہ جو لوگ ان کے قریب تھے دیکھ دیکھ کے

اور رہے تھے۔ پھر ہم نے انھیں قیام گاہ پر لا کر تخت کے اوپر لٹا دیا۔ چونکہ ان کے اوپر سفر کے تعب اور تھکان کا بہت اثر تھا۔ اس وجہ سے ان کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔

صبح کی اذان سے قبل میں سو رہا تھا جب گھر کی خادمہ نے حجرے سے مجھے آواز دی، میں باہر نکلا اور پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا آگے تماشہ دیکھئے۔ آقاؐ نے رہبری نماز پڑھ رہے ہیں مجھ کو تعجب ہوا اور دروازے کے شیشے سے نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ سجادے پر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے ان کی بیگم سے ماجرا دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ سحر کے وقت انھیں نے مجھے آواز دی، میں اٹھی تو کھانا وضو کے لئے پانی لے آؤ۔ میں نے کہا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ وضو نہیں کر سکیں گے۔ انھوں نے کہا عالم خواب میں امام حسین علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ خدا نے تمھیں شفا بخشی ہے۔ اٹھ کے نماز پڑھو اور میں بھی اپنے اندر کافی طاقت پارہا ہوں پس میں وضو کئے لئے پانی لائی انھوں نے بغیر کسی زحمت کے اٹھ کے وضو کیا۔ پھر کہا مصلیٰ لے آؤ۔ میں نے کہا، بیٹھ کے نماز پڑھ لیجئے۔ انھوں نے کہا، چونکہ امامؑ نے فرمایا ہے لہذا میں یقیناً کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہوں۔ یہ آہنی بند میرے سینے اور پشت سے کھول دو۔ ان کے اصرار سے مجبور ہو کر میں نے ساری بند شیں کھول دیں۔ اور یہ اس کے بعد سے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں نماز پڑھنے میں مشغول ہیں۔

میں حجرے کے اندر داخل ہو کے ان سے بغلیک ہو گیا اور ہم دونوں فرط شوق میں گریہ کرتے ہوئے خدا کی حمد و شکر بجالائے۔

پھر خوشخبری کا تار دیکر تہران میں اس کی اطلاع کی۔ ان کے چند اعزاء آئے اور وہ پوری صحت و عاقبت کے ساتھ شام کی زیارت سے مشرف ہو کر تہران واپس گئے اور آج کی تاریخ تک مکمل صحت کی حالت میں وہاں موجود ہیں۔ اپنی شفا یابی کے بعد کئی مرتبہ کربلائے معلیٰ کی زیارت سے اور ایک مرتبہ حج سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بزرگوار سید جن سے حضرت سید محمد کی راستے میں ملاقات ہوئی تھی رجال الغیب یا ابدال یا پروردگار کے عباد صالحین میں سے ایک فرد تھے جو غیب کی طرف سے اس امر پر مامور تھے کہ ہمارے مذکور کو اس مایوسی کی حالت سے چھٹکارا دلا کر امید واد

بنائیں اور دوسروں کو اس واقعے سے مندرجہ ذیل عبرت اور سبق حاصل کرنے کا موقع دیں۔

پہلی بات یہ کہ قبولیت دعائیں تاخیر کی وجہ سے کسی وقت مالوس نہ ہونا چاہیئے۔
دوسری یہ کہ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، اس امر پر یقین رکھنا چاہیئے کہ قبۂ حسینیہ کے نیچے دعا مستجاب ہوتی ہے۔
اس کے علاوہ خدا کی راہ میں نذر کرنے کو ایک مطلوب اور مرغوب عمل سمجھنا چاہیئے۔

(۱۴۶)

فوری قبولیت اور امام رضا کی عنایت

جناب آقائے محمد حسین کنتی سلمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ میں ۱۳۲۶ء میں اپنی اہلیہ اور چھ سال کے بچے کے ساتھ مشہد مقدس کی زیارت سے مشرف تھا۔ ایک روز ہم نہر کے بعد حرم اقدس میں حاضر ہوئے۔ میں صحن نو میں اہلیہ اور بچے کے باہر آنے کا منتظر تھا۔ بہت دیر انتظار کرنے کے بعد میری اہلیہ پریشان حال روتی ہوئی آئیں اور کہا میرا بچہ کھو گیا ہے۔ میں نے بہت ڈھونڈا لیکن وہ نہیں ملا۔ پس ہم نے حرم اقدس اور صحن مبارک کے ملازمین کو مطلع کیا۔ اور کوتوالی جا کر بھی خبر دی۔ اس کے بعد میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں جیسا بھی ہوں آپ کا مہمان ہوں۔ رات ہونے سے پہلے میرا بچہ مجھ تک پہنچا، کیجئے۔

میں نے کئی مرتبہ صحن کے گرد کی سڑک کا چکر لگایا۔ استے کی بالائی جانب اور نیچے کی طرف جو نگراں اور سپہ سالار نظر آتا تھا اس سے بھی گزارش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا، میں حضرت رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا، آقا! رات ہو گئی، اب میں کیا کرؤں؟ پھر میں روشن کے اوپر والے پتھر پر پہنچا۔ تھکن اور خستگی کی وجہ سے مجھے اندر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تھی لہذا دونوں ہاتھ اسی آہنی پائپ پر ٹیک دیئے۔ جو راستہ روکنے کے لئے نصب ہے۔ ناگاہ میرا ہاتھ کانپا اور پھسل کے نیچے بیٹھ پڑا۔ ایک سچے کے سر پر لگا جسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے روتے ہوئے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ یہ تو میرا ہی بچہ ہے۔

معلوم ہوا کہ وہ تھکن اور خوف کی وجہ سے پائپ کے نیچے بیٹھ گیا تھا۔ اور راستے کا منہ نہ دیکھنے میں محو تھا۔

بسمہ تعالیٰ

میں یعنی عبدالحمید حسانی فرزند عبدالشہید حسانی ساکن فراشبند فارس کتاب !
 ”داستانہائے شگفت“ مؤلفہ حضرت آیتہ العظمی آقائے حاج سید عبدالحمید
 دستغیب شیرازی میں امام حسین علیہ السلام کی خون آمیز تربیت کا تذکرہ پہلے ہی پڑھ چکا
 تھا۔ پھر میرے گھر کے دیگر افراد نے بھی جو فارسی لکھنا پڑھنا جانتے ہیں اسے پڑھا اور سال
 کے آخر میں محرم سے قبل میرے والد عازم کر بلا ہوئے اور تھوڑی تربیت خرید کے لے آئے میری
 بہن ”سارہ خاتون حسانی“ ائمہ علیہم السلام سے متوسل ہوئیں اور اس تربیت میں سے جو میرے
 والد لائے تھے تھوڑی سی خاک پاک لے کر حرم حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام سے لائے
 ہوئے ایک پارچے سے لپیٹ دی۔ پھر اسی رات (یعنی شب عاشورہ) شب بیداری کرنے
 کے بعد ائمہ علیہم السلام اور جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا سے التجا کی کہ اگر ہم لوگ آپ کے
 نزدیک دربار بھی اہلیت رکھتے ہیں تو یہ تربیت ہمارے لئے اسی حالت میں آجائے جو
 آقائے اپنی کتاب میں لکھی ہے۔

پھر اسی روز عاشورہ نماز نظر اور وقت نظر گزرنے کے گیارہ منٹ بعد اس پر نظر ڈالی
 میری دو بہنیں اور میرے بھائی کی اہلیہ اسے دیکھ کر یکبارگی روتی پٹیتی ہوئی گر پڑیں۔ انھوں
 نے دیکھا کہ وہی حالت جو آقائے کتاب میں لکھی تھی موجود ہے۔ اور مذکورہ تربیت خون کی صورت
 اختیار کر چکی ہے۔

اس کے بعد میں مسجد سے آیا تو خود میں نے بھی یہی دیکھا اور اسمیں سے تھوڑی مقدار
 حضرت آیتہ العظمی دستغیب کی خدمت میں بھی لے گیا۔ وہ تربیت اب بھی موجود ہے۔ اور

اسکارنگ کلجیا ہو چکا ہے۔ اس میں جو تھوڑی سی رطوبت پیدا ہوئی تھی وہ بعد کو تیز بخ خشک
 ہو گئی تھی۔ اس کی وہ کیفیت اب بھی باقی ہے۔

اس واقعے کی نظیر یہ ہے کہ مذکورہ تربیت کی تھوڑی سی مقدار ۹۸ھ میں دوبارہ
 فراشبند فارس کے کوچہ مسجد الزہراء مکان مشہدی عبدالرضا نوشادی میں بھی موجود تھی
 اور جلسہ عام میں لوگوں کو دکھائی گئی کہ خون میں مبتدل ہو گئی تھی اور سمجھی نے اس کا مشاہدہ
 کیا۔

بزرگوار عالم حضرت آقائے شیخ محمد تقی ہمدانی نے جن کی فضیلت اور پرہیزگاری پر
 سارا حوزہ علمیہ قلم متفق ہے۔ اور جو مسجد فرہنگ قم کے امام جماعت بھی ہیں حضرت حجت العصر
 عجل اللہ فرجہ سے توسل کی برکت سے عادت کے برخلاف اور غیر معمولی طور سے اپنی زوجہ کی
 صحت یابی کا حال رقم فرمایا ہے۔ اور ان کی وہی تحریر اس مقام پر نقل کی جا رہی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتاریخ ۱۸/۱۰/۱۳۹۵ء ۱۳ روز و شب ایک ایسا اہم مرحلہ پیش آیا جس نے مجھے
 اور دیگر افراد کو پریشانی میں ڈال دیا یعنی میری اہلیہ کو ہستانتان شمیم ان کے اندر ایک ہی وقت
 میں اپنے دونوں جوان فرزندوں کے جال برحق ہونے کے صدمے اور سوگ میں دو سال کے مسلسل
 غم و اندوہ اور گریہ و زاری کے اثر سے اس روز کے مرض میں مبتلا ہو گئیں۔ ہم لوگ ڈاکٹروں
 کی ہدایت کے مطابق دوا اور علاج میں مشغول ہوئے۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ یہاں
 تک کہ مرض کے اس حملے کے چار روز بعد یعنی ۲۲ مفر کو شب جمعہ میں تقریباً گیارہ بجے رات
 کو میں بالالخانہ کے اپنے کمرے میں استراحت کے لئے چلا گیا۔ وہاں پہنچ کے کلام اللہ کی
 چند آیتوں کی تلاوت اور شب جمعہ کی مختصر دعائیں پڑھنے کے بعد خدائے تعالیٰ کی بارگاہ
 میں دعا کی کہ امام زمانہ حضرت حجت ابن الحسن صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ آباءہ المصومین کو اس
 امر کی اجازت عطا فرمائے کہ وہ ہماری فریاد کو پہنچیں۔ اور ان حضرت سے متوسل ہونے اور

خدا نے تبارک و تعالیٰ سے براہ راست حاجت طلب نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس حادثے سے تقریباً ایک ماہ قبل میری چھوٹی بیٹی فاطمہ مجھ سے اصرار کر رہی تھی کہ میں اسے ان لوگوں کی حکایتیں اور واقعات پڑھ سکوں جو حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام زمانہؑ روحی و ارواح العالمین لہ الفداء کے مورد عنایت قرار پائے اور ان مولود آقا کے الطاف و احسانات سے سرفراز ہوئے ہیں۔ میں نے بھی اپنی ذہن سال کی لڑکی کے مطالبے کو قبول کیا اور حاجی توری کی کتاب ”انجم الثاقب“ اسے پڑھ کے سنائی۔ اس ضمن میں میں نے بھی غور کیا کہ دیگر صد ہا اشخاص کی طرح میں بھی حجت منتظر امام ثانی عشر علیہ السلام اللہ الملک الابر سے کس لئے متوسل نہ ہوں لہذا جیسا کہ اوپر کی سطروں میں ذکر کر چکا ہوں رات کے تقریباً گیارہ بجے ان حضرت سے متوسل ہوا اور غم و اندوہ سے بھرے ہوئے دل اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ سو گیا۔ پھر حسب معمول نصف شب جمعہ کے چار گھنٹوں کے بعد بیدار ہوا تو ناگاہ محسوس ہوا کہ نیچے کے کمرے سے جہاں سکتے کی مریضہ تھی کچھ ملی جلی آوازیں آرہی ہیں۔ اور پھر یہ آوازیں کچھ تیز ہو گئیں۔ جبکہ ان آیام میں اذان صبح کا یہ اول وقت ہوتا تھا میں وضو کے قصد سے نیچے اترا تو دیکھا کہ میری بڑی بیٹی جو عام طور پر اس وقت بخواب رہتی تھی بیدار اور نشا طوسر میں غرق ہے جب مجھ پر اس کی نظر پڑی تو کہا آقا! میں آپکو خوشخبری دیتی ہوں۔ میں نے کہا کیا خبر ہے؟ میں نے خیال کیا کہ میری بہن یا بھائی ہمدان سے آئے ہوں گے۔ اس نے کہا بشارت ہو۔ میری ماں کو شفا عطا فرمائی۔ میں نے کہا کس نے شفا دی؟ اس نے کہا کہ میری ماں نے نصف شب کے چار گھنٹے گزرنے کے بعد غلبت و اضطراب کے عالم میں مجھے جگایا۔ (چونکہ لڑکی کی دیکھ بھال کے لئے ان کی بیٹی، اور اس کے بعد ان کے بھائی حاجی مہدی اور بھانجے مہندس نقاری علاج کی غرض سے انھیں تہران لیجانے کے لئے آئے ہوئے تھے اور یہ تینوں افراد بھی اسی کمرے میں تھے)۔ دفعتاً ان کی داد و فریاد کی آواز تیز ہوئی اور یہ کہہ رہی تھیں اٹھو آقا کی مشالیت کرو! اٹھو آقا کی مشالیت کرو! جب انھوں نے دیکھا کہ جب تک یہ لوگ نیند سے ہوشیار ہوں گے اور آقا چلے جائیں گے تو بذات خود ہی دوچار روز سے جنبش بھی نہیں کر سکتی تھیں اپنے لیستر سے اچھل کے کھڑی ہو گئیں۔ اور آقا کے پیچھے پیچھے گھر کے دروازے تک چلی گئیں۔ ان کی لڑکی جو اپنی ماں کے حالات کی نگرانی تھی، کہتی ہے کہ وہ

ماں ”آقا کی مشالیت کرو“ کی بلند آواز سے بیدار ہو گئی تھی لہذا وہ بھی یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کی ماں کہاں جا رہی ہے۔ ان کے عقب میں دروازے تک گئی۔ وہاں پہنچنے تک مریضہ ہوش میں آئی۔ لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنے پیروں سے چل کر یہاں تک آئی ہے۔ چنانچہ اپنی بیٹی سے پوچھتی ہے کہ، زہرا! میں سو رہی ہوں یا جاگ رہی ہوں۔ لڑکی نے جواب دیا کہ امی جان آپ کو صحت عطا ہوئی ہے آقا کہاں پر تھے کہ آپ کہہ رہی تھیں ”آقا کی مشالیت کرو“۔ ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا، ماں نے بتایا کہ اہل علم کے لباس میں ایک بزرگوار آقا اور بلند مرتبہ سید جو نہ زیادہ جوان تھے نہ بوڑھے تھے میرے سر ہاتے تشریف لائے اور فرمایا اٹھو خدا نے تمھیں شفا دی۔ میں نے کہا میں اٹھ نہیں سکتی تو انھوں نے ذرا تیز آواز میں فرمایا۔ تم نے شفا پائی، اٹھو۔ میں ان حضرت کی ہیبت سے اٹھ کے بیٹھ گئی تو فرمایا تم محتیاں ہو گئی ہو اب دوا نہ کھانا۔ اور گریہ بھی نہ کرنا۔ جب انھوں نے کمرے سے باہر جانا چاہا تو میں نے تمھیں جگایا۔ ان کی مشالیت کرو۔ لیکن میں نے دیکھا کہ تم کو اٹھنے میں دیر لگی تو میں خود اٹھ کے ان کے پیچھے گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس توجہ اور عنایت کے بعد مریضہ کی حالت فوراً سنبھل گئی۔ اور ان کی داہنی آنکھ بھی جسمیں سکتے کی وجہ سے دھندھلا پن پیدا ہو گیا تھا صاف ہو گئی اور ان چار دنوں کے بعد جب کہ انھیں غذا کی خواہش نہیں رہ گئی تھی اسی وقت کہا کہ مجھے ہلک لگی ہے کھانا لاؤ۔ گھر میں ایک گلاس دودھ موجود تھا وہ انھیں دیا گیا۔ تو اسے پوری رغبت کے ساتھ استعمال کیا اور مزید غذا کی خواہش کی۔

ان کے چہرے کا رنگ اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور حضرت کے اس فرمان کے نتیجے میں کہ گریہ نہ کرو غم و اندوہ ان کے دل سے برطرف ہو گیا۔

میری اہلیہ پانچ سال قبل سے مرض بوتائسم (میسٹرم) میں مبتلا تھیں، اسام علیہ السلام کے لطف و کرم کے ساتھ ہی ساتھ اس سے بھی شفا حاصل ہو گئی۔ حالانکہ اطباء اس سے عاجز ہو چکے تھے۔

مزید برآں یہ بات بھی بتانے کے لائق ہے کہ میں نے جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کے ایام غم میں اس نعمت عظمیٰ کے شکریے کے طور پر اپنے گھر میں ایک مجلس منعقد کی

اور اس موقع پر اہلیہ کے معالج ڈاکٹروں میں سے ایک جناب آقائے ڈاکٹر دانشی سے
مریضہ کے صحتیاب ہونے کی کیفیت بیان کی۔ تو انھوں نے کہا کہ میں نے سکتے کا جو مرض دیکھا
تھا وہ معمول کے مطابق علاج سے ٹھیک ہونے والا نہیں تھا بجز اس کے کہ خرق عادت اور
اعجاز کے طریقے پر شفا حاصل ہو۔

الحمد لله رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ المعصومین

محمد تقی ابن محمد تقی ہمدانی

۱۲۵ ماہ صفر الخیر ۱۳۰۹ ہجری قمری،

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمام شد

تصویر عزا

مصنفہ/حجۃ الاسلام مولانا سید علی جید صاحب قبلہ اعلیٰ الشہ مقامہ

تاریخ عزاداری ، ثبوت عزاداری ، اہمیت عزاداری
پر ایک وہابی مولوی اور حنفی بیوی کے درمیان دلچسپ اور علمی مکالمہ
صفحات ۳۰۴ ، قیمت ۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

دفتر اصلاح مرتضیٰ حسین روڈ، کھنؤ ۲۲۶۰۰۳

سیرت فاطمۃ الزہراء

مولفہ/جسٹس آغا محمد سلطان مرزا دہلوی مرحوم (صاحب البلاغ البین)

تاریخی و تحقیقی اسلوب پر ایک گرافک و مقبول کتاب

صفحات ۳۶۸ ، قیمت صرف ۳۵ روپے

ملنے کا پتہ

دفتر اصلاح مرتضیٰ حسین روڈ، کھنؤ ۲۲۶۰۰۳

فہرست

نمبر	عنوان	نمبر	عنوان	نمبر	عنوان
۳۶	علماء کی فضیلت و بزرگی	۱۹	۵	۱	عرض نامشر
۳۸	علماء کی کرامت	۲۰	۶	۲	عرض مترجم
۴۰	مشتبہہ لقمے سے پرہیز	۲۱	۷	۳	مقدمہ (از مؤلف)
۴۳	آئندہ حالات کی خبریں	۲۲	۹	۴	صدقہ موت کو ٹال دینا ہے
۴۴	رہزنیوں سے نجات	۲۳	۱۱	۵	حقیقی موت کا کوئی علاج نہیں
۴۵	موت سے نجات	۲۴	۱۲	۶	موت کے وقت قرآن کی تلاوت
۴۶	صدقہ کے ذریعہ وبا سے نجات	۲۵	۱۳	۷	جنابت باطنی گندگی ہے
۴۹	موت سے نجات	۲۶	۱۴	۸	طے الارض کی کرامت
۵۰	چشمے کا جاری ہونا	۲۷	۲۰	۹	موت کے بعد زندہ ہونا
۵۴	مفلوج کی شفا	۲۸	۲۲	۱۰	دشمن سے نجات
۵۶	سچا خواب	۲۹	-	۱۱	ضریح امیر المومنینؑ کی نورافشانی
۵۷	ایک لمحے میں سات مریضوں کی شفا	۳۰	۲۴		باب نجف کا کھلنا
۶۰	فوری قبولیت	۳۱	۲۵	۱۲	امام رضاؑ کا معجزہ، بیمار کی شفا
۶۱	قرآن مجید کا فیض	۳۲	۲۷	۱۳	امام رضاؑ کی عنایت اور صلہ
۶۴	قرآن مجید سے توسل اور خوشحالی میں عملت	۳۳	۲۹	۱۴	امام حسین علیہ السلام کی عنایت
۶۵	ایک بہت ہی عجیب داستان	۳۴	۳۱	۱۵	دو عجیب واقعات
۶۹	حسینیؑ کے معجزہ	۳۵	۳۳	۱۶	ہلاکت سے ہزاروں افراد کی نجات
۷۰	موت سے نجات	۳۶	۳۴	۱۷	غرق سے نجات
۷۲	حضرت ولی عصرؑ کی داد رسی	۳۷	۳۵	۱۸	امیر المومنینؑ کی عنایت

۱۲۲	سچا خواب	۶۱	۷۴	موت کے وقت کی خبر	۳۸
۱۲۳	نیک انجام	۶۲	۷۵	خیال سے آگاہی	۳۹
۱۲۶	حج کو ترک کرنے پر تہدید	۶۳	۷۷	مومن کی تحقیر نہ کرنا چاہیئے	۴۰
۱۲۷	حضرت سید الشہداء کا سیدلہ	۶۴	۷۸	خدا کی مہربانی اور بندے کی ناشکری	۴۱
۱۳۱	زکوٰۃ دینے کا اثر	۶۵	۸۱	فوری فریاد رسی	۴۲
۱۳۲	قرآن مجید سے طلب شفا	۶۶	۸۳	عنایت حسینی اور قاتل سے انتقام	۴۳
۱۳۳	صحیح نصیحت	۶۷	۸۵	امیر المومنین کا انتقام	۴۴
۱۳۵	حضرت امام حسین کی مصیبت عظمیٰ	۶۸	۸۸	امیر المومنین کی عنایت	۴۵
۱۳۶	خون آمیز شربت	۶۹	۹۰	شیطان اپنی ظاہری شکل میں	۴۶
۱۳۹	ایک عجیب حساب	۷۰	۹۲	بُجھل کے بُرے اثرات	۴۷
۱۴۱	امیر المعروف یعنی عن المنکر	۷۱	۹۴	عزاداری سید الشہداء کا اثر	۴۸
۱۴۵	ہلاکت سے نجات	۷۲	۹۵	امیر المومنین کا معجزہ	۴۹
۱۵۱	جو مناسب ہو وہی مانگنا چاہیئے	۷۳	۹۷	دفن کے بعد قبر سے نجات	۵۰
۱۵۴	گتے کی حیرت انگیز حیا	۷۴	۹۹	ایک عجیب نصیحت	۵۱
۱۵۵	گتے کی اپنے مالک کے لئے قربانی	۷۵	۱۰۳	توبہ کی توفیق	۵۲
۱۶۰	اسیر سے نجات اور حلال روزی کا حصول	۷۶	۱۰۶	سچا خواب	۵۳
۱۶۳	جناب مسیح کی کرامت	۷۷	۱۰۷	سچا خواب	۵۴
۱۶۴	ناہینا کی شفا	۷۸	۱۰۸	سچا خواب	۵۵
۱۶۵	عطائے حسینی	۷۹	۱۱۲	جناب سیدہ کی عنایت	۵۶
۱۶۶	عزادار حسین سے بدگمانی	۸۰	۱۱۴	سچا خواب	۵۷
۱۶۷	احسان کا بدلہ	۸۱	۱۱۶	امیر المومنین کی عنایت	۵۸
۱۷۰	زائرین کی طرف التفات	۸۲	۱۱۸	سچا خواب	۵۹
۱۷۱	جہنم سے آزادی اور عنایت رضوی	۸۳	۱۲۱	سچا خواب	۶۰

۲۲۹	قم کے اندر اہلبیت کا معجزہ	۱۰۷	۱۷۶	عورتوں کے چھ فریض اور سچا خواب	۸۴
۲۳۲	حضرت ولی عصر کا معجزہ اور عیسیٰ کی شفا	۱۰۸	۱۷۸	امام حسینؑ کی عنایت اور عرق سے بچاؤ	۸۵
۲۳۵	ایک عجیب سرگزشت، سختی کے بعد کشادگی	۱۰۹	۱۷۹	حضرت حجتؑ کی فریاد رسی	۸۶
۲۳۹	قیہ اور کارزین فاس کا زلزلہ	۱۱۰	۱۸۰	حضرت فاطمہؑ کے نام پر قتل کا کھلنا	۸۷
۲۵۷	دعا کی فوری قبولیت	۱۱۱	۱۸۱	مصیبت کے بعد راحت	۸۸
۲۶۱	تنگدستی کے بعد خوشحالی	۱۱۲	۱۸۳	خیال کی اطلاع	۸۹
۲۶۲	ہدیہ قبولیت زیارت کی نشانی	۱۱۳	۱۸۴	گم شدہ چیز کی بازیابی	۹۰
۲۶۴	زیارت عاشورہ کی اہمیت	۱۱۴	۱۸۶	اپنے زائرین پر امام حسینؑ کا کرم	۹۱
۲۶۶	امام رضا علیہ السلام کے عنایات	۱۱۵	۱۸۸	فقیہ عادل کا درجہ	۹۲
۲۶۷	مفاتح اور قرآن کی عجیب داستان	۱۱۶	۱۹۰	انجام کا خوف	۹۳
۲۷۰	شب یس روحو کی زیارت قبر حسینؑ	۱۱۷	۱۹۷	شہنشاہِ لاکھ کی زندگی اور کیا موت	۹۴
۲۷۱	جناب سیدہ کی عنایت اور بیماری کی شفا	۱۱۸	۱۹۸	علیؑ کے حق میں غفلت نہ کرو	۹۵
۲۷۳	معجزہ عسکریؑ	۱۱۹	۲۰۳	سادات کی عظمت اور شان	۹۶
۲۷۶	حضرت عسکریؑ کی برکت سے نابینا کی شفا	۱۲۰	۲۰۵	حضرت ابو الفضل العباسؑ کی کرامت	۹۷
۲۷۹	حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی توجہ	۱۲۱	۲۰۶	شیع کی روشنی قائم رہتی ہے	۹۸
۲۸۰	شادی کی شب میں داماد کی موت	۱۲۲	۲۰۷	غم حسینؑ میں شیر کا گریہ	۹۹
۲۸۹	مہمان کا دشمن مکان	۱۲۳	۲۱۳	وسیلہ حضرت سید الشہداء سے شفا	۱۰۰
۲۹۸	سیدانی کی اہانت	۱۲۴	۲۱۵	حضرت حجرؑ کی کرامت	۱۰۱
۳۰۸	جنازے کے اوپر ایک کتا	۱۲۵	۲۲۰	سڑی ہوئی لاش اور دنیا کا مہوار	۱۰۲
۳۱۲	توسل کی تاثیر	۱۲۶	۲۲۴	میت بہتر سال کے بعد بھی تازہ	۱۰۳
۳۱۷	بلندی سے گرنا	۱۲۷	۲۲۵	نجف اشرف کا سفر اور بیٹے کی شفا	۱۰۴
۳۲۰	دوسرے عالم میں حسینی سلطنت	۱۲۸	۲۲۶	پیسوں کا حصول اور ان کا دوام	۱۰۵
۳۲۵	سچا خواب اور اعمال کے اثرات	۱۲۹	۲۲۷	مریض کی شفا اور قبر میثمؑ کی تعمیر	۱۰۶

۳۵۴	بدعہدی کی سزا	۱۴۱	۳۲۷	چشمہ بزد کرنے سے کور چشمی	۱۳۰
۳۵۷	آسمان سے مچھلیاں برستی ہیں	۱۴۲	۳۲۸	توفیق زیارت اور ضیافت	۱۳۱
۳۵۸	سمندر میں پینے کا صاف پانی	۱۴۳	۳۳۳	زیارت کربلا کے مقدمات کی فراہمی	۱۳۲
۳۶۰	قید سے نجات اور مقصد میں کامیابی	۱۴۴	۳۳۶	عالم احتضار میں داد رسی	۱۳۳
۳۶۲	مخیر المؤمنین میں قصیدہ اور عجیب خواب	۱۴۵	۳۳۸	بیلان کے تھکے ماندے کی فریاد رسی	۱۳۴
۳۶۷	بغینیک کے پڑھنا	۱۴۶	۳۴۰	سوئے کیس کی کھجی کا دامن میں گرنا	۱۳۵
۳۶۸	زیارت عاشوراء سے ردِ بلا	۱۴۷	۳۴۲	قبلہ حقیقی امام حسین کی طرف رُخ	۱۳۶
۳۷۰	ایک مرد خدا کی کرامتیں	۱۴۸	۳۴۶	جسد کے صحیح و سالم رہنے کے اسباب	۱۳۷
۳۷۴	اہلبیت کے برکات و توسل سے شفا	۱۴۹	۳۴۹	کیسے کے سپیوں میں برکت	۱۳۸
۳۷۹	فوری قبولیت اور اہل رضا کی عنایت	۱۵۰	۳۵۰	مکاشفات	۱۳۹
۳۸۰	بسمہ تعالیٰ	۱۵۱	۳۵۴	فرنگی مجالس میں نوحہ خوانی کرتا ہے	۱۴۰

۱۹۹۷ء میں سو سال پورا کرنے والا دینی جہاد

ماہنامہ اصلاح لکھنؤ

پہلے کچھوہ ضلع سیوان بہار سے شائع ہوتا تھا، اور اب مستقل سرزمین علم و ادب لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ عام شماروں کے علاوہ سال میں دو خصوصی شمارے ”جہاد جنتی“ اور ”محرم نصی“ کی بھی اشاعت ہوتی ہے۔ فی الحال جنوری تا دسمبر ۱۹۹۷ء اصلاح کا زمرہ سالانہ ساٹھ روپے ہے۔

(پتہ)

ماہنامہ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳

مفید کتابیں

مفید و کار آمد، دلچسپ و سبق آموز معلوماتی یہ کتابیں
ادارہ اصلاح میں دستیاب ہیں تا جہر ان کتب کے لئے رعایت

- | | |
|------|---|
| 35/- | سیرت فاطمۃ الزہرا - جسٹس سلطان مرزا دلوی مرحوم (دوسرا ایڈیشن) |
| 35/- | سچے واقعات - آیۃ اللہ شفیق شہید - ترجمہ مولانا محمد باقر جوہاسی |
| 20/- | عالم برزخ " " " (تیسرا ایڈیشن) |
| 30/- | امام قائم العلام " " " |
| 45/- | حیرت انگیز واقعات " " " |
| 5/- | عبد صالح - (مختصر حیات امام موسیٰ کاظمؑ) مدیر اصلاح |
| 5/- | انتخاب رہبر کابل - مولفہ رحمت علی مرحوم (اقوال امیر المومنینؑ) |
| 20/- | ایران و عراق کا عظیم سفر - مولانا محمد داؤد الموی |
| 15/- | عقیدت کے پھول - (قصائد) " " " |
| 15/- | اسلام میں ناری کے ادھیکار (ہندی) آیۃ اللہ مطہریؒ (پہلی جلد) |

ان کے علاوہ دیگر کتابیں اور ماہنامہ اصلاح بھی اس ادارہ سے حاصل کریں۔ سال میں دو خصوصی شماروں کے ساتھ اے حسینی جنتی ۲۷ محرم نمبر۔

(ملنے کا پتہ)

فون ۲۶۱۹۵۳
اداره اصلاح مسجد دلو ان ناصر علی تضا حسین روڈ لکھنؤ